مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

مقاماتِ صحابہ رض

صاحبزادہ سید افتخار الحسن

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

☎ 626047
600451

تزئین واہتمام

سیّد حمایت رسول قادری

نام کتاب	--------	مقامات صحابہ
مؤلف	--------	صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن رحمتہ اللہ علیہ
حسن تصدیق	--------	علامہ قاری محمد دین نعیمی
کتابت	--------	محمد عاشق حسین ہاشمی
صفحات	--------	۳۸۴
اشاعت	--------	ہفتم
تعداد	--------	1100
مطبع	--------	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	--------	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	--------	135 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے، فیصل آباد فون: 626046

عنوانات

عرضِ ناشر

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو سابقہ تمام امتوں میں فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (پ۴۔ع۲) "تم بہتر امت ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔"

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کے طفیل آپ کی اُمت خیر الامم قرار پائی۔ آپ کا کلمہ پڑھنے والا ہر انسان صاحبِ عظمت ہے، مگر قربان جاؤں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان پر کہ جنہیں کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ کلمے والے کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، جنہیں لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے اللہ کو دیکھنے والے کی معیت و رفاقت حاصل ہوئی، جنھیں نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضان نے جہان بھر کے مسلمانوں سے ممتاز کر دیا۔

جنہیں براہِ راست معلمِ کائنات محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان جانثاروں اور وفاداروں کو تمغہ رضا عطا فرما کر قرآن میں اعلان کر دیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ایسا توانا کر دونوں جہانوں میں

صاحبِ تاج فرمایا:۔

اکرموا اصحابی فانھم خیارکم — میرے صحابہ کی عزت کرو وہ تم میں سے بہترین ہیں۔

اور پھر فرمایا:۔ "اے میرے غلامو! میرا کلمہ پڑھنے والو اگر تم ہدایت کے طلبگار ہو تو ہدایت کے ستاروں کے متبع بن جاؤ،،

مزید فرمایا:۔

اصحابی کا لنجوم فبایھم اقتدیتم فاھتدیتم — "میرے تمام صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔،، مشکوٰۃ ص۵۵۴

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت کا ہر فرد ہمارے لئے رہبر و راہنما ہے۔ ان کی ذات اتباع قرآن وسنت کا مظہر ہے۔ ان کی تابعداری راہ جنت ہے۔ ان کی تکریم سے اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے، ان کے ذکر خیر سے دل کے چمن میں بہار آجاتی ہے۔ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں "مقاماتِ صحابہ" کی طباعت کی توفیق نصیب ہوئی۔ ہم ملک کے نامور ادیب اور خطیب، افتخار ملت صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی تصنیف "مقاماتِ صحابہؓ،، کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ بوسیلہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اس سعی جمیل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے — آمین

والسلام

حکیم حافظ عبدالحفیظ احمد قادری

انتساب

رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے
ستاروں کی روشنی سے اپنے
دِلوں کو نُورِ ایمان سے منوّر
کرنے والوں کے نام!

سیّد افتخار الحسن

ہے مُنکر جہدے دِل دے اندر نہیں عشق صدّیقؓ ولی دا
اوہ بھی جان ایمان توں خالی جہڑا دشمن عمرؓ جری دا
جنّت کدی نہ جاسی جِس نوں نہیں پیار عثمانؓ غنی دا
اعظم اوہ بھی وڈّا کافر، جہڑا نہیں حُبدار علیؓ دا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ!

ہم جب کسی کی زبان سے صحابہ کرام کا لفظ سنتے ہیں یا خود بولتے ہیں تو فوراً ہی ہمارے سامنے شہرِ محبوب کی مسجدِ نبوی کا وہ حسین منظر آجاتا ہے جہاں ہم اس ماہتابِ رسالت کے گرداگرد چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند حضرتِ صدیقِ اکبرؓ۔ حضرتِ عمر فاروق۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ اور اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے علاوہ اور بھی لاکھوں شمعِ نبوت کے پروانوں کو حلقہ باندھے مؤدب و دو زانو بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور ہمارا ذہن فوراً اس عہدِ نبوت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس مقدس عہد میں حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی ہدایت و صداقت کی شمعِ روشن ہوئی! حضرتِ عمر فاروقؓ کی جلالت و عدالت کا ڈنکا بجا! حضرتِ عثمانِ غنی کی ریاضت و عبادت کا چشمہ پھوٹا اور حضرتِ علی المرتضیٰ کی سخاوت و شجاعت کا سورج طلوع ہوا۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے دربارِ حبیب کے ان دلکش و ایمان افروز نظاروں کی تصویر آجاتی ہے جس میں ہم اسلام کی عظمت دین کی سربلندی! شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی توقیر اور سنتِ رسول کی آبرو پر اپنی جانیں قربان کرنے والوں میں باہمی اتحاد و یگانگت، محبت و پیار اور سلوک و اتفاق کے غیر فانی نقوش ابھرتے ہوئے دیکھ کر اپنے لئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی راہ تلاش کرتے ہیں! اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان

چار یاروں کے علاوہ ہمارے تصورات کی دُنیا میں حضرت بلال حبشیؓ کی وہ زندہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے جس میں ہم اس شمع حُسنِ محمدیؐ کے پروانے کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر اور سینے پر گرم گرم پتھر رکھ کر اور جلاّد کے کوڑے کھا کر عشقِ رسول کا امتحان دیتا دیکھتے ہیں اور پھر کامیاب ہونے کے بعد مسجدِ نبوی میں اس خطۂ ارضی پر اس کی پہلی اذان کی آواز فرش و عرش اور کون و مکان کی فضاؤں میں گونجتی سُنتے ہیں!

یہی وہ مقدس لوگ تھے جنہوں نے کسی دُنیاوی طمع و لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے یا کسی نفسانی خواہشات کی بنا پر نہیں بلکہ محض خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات کے لئے سب سے پہلے اللہ و رسول اور توحید و رسالت پر ایمان لائے اور پھر اپنی ساری زندگیاں اپنے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت صحبت میں گزار دیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اور اپنے خویش و اقارب سے جُدا ہو کر دامنِ مصطفےٰ علیہ السلام کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ کفارِ مکّہ کے ظلم و ستم اور مشرکینِ عرب کے جبر و تشدد بھی ان کے ہاتھوں سے اس دامنِ رحمت کو نہ چھڑا سکے! جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ صحابہ کرام نے کسی طمع و لالچ یا خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کی خاطر نہیں بلکہ محض لوجہ اللہ اور بخشش و نجات کے لئے دینِ اسلام کو قبول کیا تو پھر اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک شخص اگر کسی دنیاوی لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے سے کسی کو مانتا ہے اور اس کی شان میں قصیدے پڑھتا ہے تو کسی دوسرے انسان سے زیادہ رقم اور دولت

ملنے پر یہ لالچی انسان پہلے شخص کو چھوڑ دے گا مگر جو محض خلوص و ایثار۔ محبت و پیار اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات کی خاطر کسی کے دامن کو پکڑتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے تو اس مخلص انسان کا اس شخص کو چھوڑ دینا غیر ممکن اور محال ہے۔

اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی کسی طمع و لالچ اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ و رسول کی خوشنودی اور اپنی نجات و بخشش کی خاطر ایمان لائے تھے اس لئے بعد میں ان کا اپنے دین سے پھر جانا بھی محال ہے۔

ایک انسان کو راہِ راست سے ہٹانے! اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے اور اس کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے خوف و ہراس۔ بھوک و پیاس! قتلِ اولاد اور اپنی جان جانے کے خطرے کے ساتھ ساتھ مال و دولت کا لالچ اور جاگیر و عہدہ کا فریب اس دنیا میں انتہائی مصیبتیں ہوسکتیں ہیں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں اور مصطفٰے علیہ السّلام کا کلمہ پڑھنے والوں پر کفارِ مکہ اور مشرکینِ عرب نے ہر قسم کا ظلم و ستم کیا؟ ان کی راہ میں کانٹے بچھائے! ان پر پتھروں کی بارش کی! ان کے سامنے ان کے بچوں کو قتل کیا۔ ان کا وطنِ مالوف چھڑایا! میدانِ اُحد میں پرے جمائے اور بدر و حنین میں ان کو مٹانے کے لئے لشکرے کر آئے اور یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے ان کے سامنے آتی رہیں۔ مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آسکی اور نہ ہی راہِ راست سے ان کے قدم ڈگمگائے اور نہ ہی اُنہوں نے دین و ایمان کی رسّی کو توڑا اور نہ ہی دامنِ مصطفٰے کو چھوڑا!

بلالِ حبشی تپتی ہوئی ریت پر جلاد کے کوڑے کھانے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے! اور محمدؐ سچا نبی ہے ــــــــــ اور

محمدؐ پہ دل میں فدا کر چکا ہوں
جو فرضِ خدا کا ادا کر چکا ہوں

ــــــــــ اور ــــــــــ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں

اور حضرتِ خبیب پھانسی کے تختے پر چڑھ کر اور رسّہ گلے میں ڈالنے کے بعد بھی ابوسفیان کے ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں ــــــــــ کہ ــــــــــ ظالمو! تم تو میرے بدلے میرے محبوب کو پھانسی پر لٹکانا چاہتے ہو مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوب کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے! ــــــــــ اور پکار اُٹھتے ہیں کہ ــــــــــ

تمہاری دار سے ڈر کر میں عظمتِ قرآں نہیں دوں گا
میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایماں نہیں دوں گا

اور حضرتِ عمار بن یاسر کے سامنے ان کے دونوں بچوں کو قتل کرنے کے بعد جب کفارِ مکہ اُن سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیا اب بھی محمدؐ کے کلمے کو چھوڑے گا یا نہیں؟

تو حضرت عمارؓ جواب دیتے ہیں ــــــــــ کہ

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

غرضیکہ ـــــــ یارانِ نبیؐ اور اصحابہ رسول پر کفارِ مکہ نے طرح طرح کے مظالم ڈھائے مگر ان کے قدم پھر بھی حق و صداقت کی راہ سے نہ ڈگمگائے تو پھر ایک انصاف پسند اور غیر متعصب انسان آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی خاطر اُنہوں نے اپنی جانوں پر سب کچھ برداشت کیا مگر دین وایمان کی دولت نہ جانے دی اور دامنِ مصطفےٰ نہ چھوڑا! ـــــــ

وہ چیز صرف اللہ و رسول کی محبت! دین وایمان کی اُلفت۔ مصطفےٰ علیہ السّلام سے عشق اور اپنی بخشش و نجات کی اُمید تھی!

اور وہ لوگ جنہوں نے براہِ راست امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی ہو اور مشعلِ نبوّت سے اپنے دلوں کو دینِ ایمان کے نُور سے منوّر کیا ہو اور چشمۂ رسالت سے اپنے دلوں کی کشتِ ویراں کو حق و ہدایت کے آبِ حیات سے سیراب کیا ہو اور برسوں اس محبوبِ خدا کی رفاقت و صحبت میں رہے ہوں اور فیضِ نبوّت سے فیضیاب ہوتے رہے ہوں اور اپنی آنکھوں سے اس سیّد المرسلین کے معجزات اور جبریلؑ کا آنا اور وحی کا لانا دیکھتے رہے ہوں ایسے پاک لوگوں کے متعلق یہ گمان کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور وہ وصالِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے بعد دین سے پھر گئے تھے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ ـــــــ

اور یہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ حضرات نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی اور اصحابِ رسول علیہ السّلام کی توہین و گستاخی کرتے ہیں۔ بلکہ دامنِ پیغمبر کو بھی داغدار کرتے ہیں! ـــــــ

اس لئے کہ اگر کسی اُستاد کے سینکڑوں شاگرد، کسی پیر کے ہزاروں مُرید اور کسی نبی کے لاکھوں اُمتی اپنے اُستاد کی موت۔ پیر کی وفات اور نبی کے وصال کے بعد وہ سینکڑوں شاگرد ہزاروں مُرید اور لاکھوں اُمتی کافر و مُرتد اور فاسق و فاجر ہو جائیں تو اس طرح اس اُستاد کا نالائق ہونا اس پیر کا غیر کامل ہونا اور اس نبی کا بے اثر ہونا ثابت ہوگا اور لوگ ایسے اُستاد! ایسے پیر! اور ایسے نبی پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کرکے اُن کے مقدس دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اب سوال یہ ہے کہ ان تمام روشن حقائق کے ہوتے ہُوئے بھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ یارانِ نبی نے سچے دل سے ایمان لانے کے بعد دین و اسلام کی سربلندی کے لئے بڑی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں اور انہوں نے بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی اپنے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑا پھر یہ شیعہ حضرات اصحابۂ کرام کے متعلق یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں۔ کہ وہ نعوذ باللہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور بعد میں دین سے پھر گئے تھے! اور جن یارانِ نبی کے ایمان کی گواہی خدا تعالیٰ بھی قرآنِ پاک میں بار بار دیتا ہے اور امام الانبیا علیہ السّلام نے ان کے مکمل ایمان کی ہر بار تصدیق فرمائی۔ ان پر یہ لوگ طعن و تشنیع کیوں کرتے رہتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی سوال کرے کہ خدا وندِ تعالیٰ نے توحید کے مقابلہ میں شرک! اسلام کے مقابلہ میں کفر! حق کے مقابلہ میں باطل! نیکی کے مقابلہ میں بدی! ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت! مسلمانوں کے مقابلہ میں کافر! بہار کے مقابلہ میں خزاں! دن کے مقابلہ

ہیں رات صبح کے مقابلہ میں شام اور پھولوں کے مقابلہ میں کانٹے کیوں بنائے ہیں تو جو جواب اس کا ہوگا وہی جواب شیعوں کا اصحابہ کرام کی مخالفت کرنے اور عداوت رکھنے کا ہے۔

اس کلیہ کے پیشِ نظر کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا کہ ہر شئے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اس ابنِ سبائی ٹولے کا ہونا بھی ضروری تھا! اس لئے کہ اگر شرک نہ ہوتا تو توحید کی پہچان مشکل تھی! اگر کفر نہ ہوتا تو اسلام کی شان نہ بڑھتی! اگر باطل نہ ہوتا تو حق بلند نہ ہوتا! اگر ضلالت نہ ہوتی تو ہدایت کی قدر نہ ہوتی! اگر کافر نہ ہوتے تو مسلمانوں کی عظمت کا ڈنکا نہ بجتا! اگر بدی نہ ہوتی تو نیکی کی عزت نہ ہوتی! اگر خزاں نہ ہوتی تو بہار کا لطف نہ آتا! اگر رات نہ ہوتی تو دن کی قدر نہ ہوتی! اگر شام نہ ہوتی تو صبح بے کیف ہوتی اور اگر کانٹے نہ ہوتے تو پھول گلے کا ہار نہ بنتے اور اگر یہ شیعہ نہ ہوتے تو صحابہ کرام کی عظمت کے ستارے نہ چمکتے اور یارانِ نبی کی عزت و آبرو کے پھول نہ مہکتے!

تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اس لئے کہ اگر اصحابہ کرام کے دشمن و گستاخ نہ ہوتے تو آج سُنی علمائے کرام اصحابہ کی عزت و آبرو کی حفاظت اور یارانِ نبی کی حرمت و ناموس کی رکھوالی کے لئے اُن کی صفائی کے گواہ بن کر دنیا کے گوشے گوشے میں اُن کی عظمت کے جھنڈے بلند نہ کرتے! اور پھر اس دنیا میں کوئی بزرگ! کوئی امام اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا اور کسی مذہب کا مذہبی پیشوا اور کسی قوم کا راہنما ایسا نہیں ہوا جس کے مخالفوں نے

اُن کی مخالفت میں اپنے من گھڑت اور بے بنیاد الزامات و اعتراضات کرکے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کی ہو اور ان مذہبی و قومی راہنماؤں کو ماننے والوں کے سامنے ان پر طعن و تشنیع کرکے ان سے دُور ہٹانے کی سعی نہ کی ہو۔

یہودیوں کو دیکھو کہ وہ کس قدر بیہودہ ذہنی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر کیسے کیسے واہیات الزام لگاتے ہیں اور ان کے معجزات کو سحر و جادُو سے تعبیر کرکے اور ان کے حواریوں کو مکّار، عیّار اور جاہل و دغا باز کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامنِ نبوّت کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔ عیسائیوں کے تبلیغی مشن پر غور کرو وہ سیّد المرسلین۔ رحمۃ اللعالمین اور خاتم النّبیین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں کیسی کیسی فحش باتیں منسوب کرتے رہتے ہیں! اور آئے دن آپ کی عظمتِ رسالت کی نُورانی چادر پر نعوذ باللہ دُنیا کا لالچی! بد اخلاق اور ظالم کہہ کر سیاہ دھبّے لگاتے رہتے ہیں!

قرآنِ پاک یہود و نصاریٰ کی نبیٔ کریم علیہ السلام سے مخالفت و عداوت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ!

کہ یہ لوگ میدانِ جنگ میں اپنے دُشمن پر فتح پانے کے لئے میرے محبُوب پاک علیہ السلام کو وسیلہ بنا کر دُعا کیا کرتے تھے اور میں ان کو اپنے نبی کے وسیلے کا لحاظ کرتے ہُوئے فتح عطا کر دیا کرتا تھا مگر جب وہ میرا محبُوبِ علیہ السلام تشریف لے آیا تو اب یہ لوگ اس کو پہنچانتے بھی نہیں ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ یہودی کملی والے علیہ السلام کو اس طرح

پہچانتے ہیں کہ جس طرح اپنے بیٹوں کو۔ یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ۔
اور یہ عیسائی اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانِ پاک سے امام الانبیا حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خوشخبری و بشارت سننے کے بعد بھی انکار کرتے ہیں اور عداوت و دشمنی میں ڈٹے ہوئے ہیں! یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ۔ کہ اے میری قوم میرے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔
اور جب سید المرسلین علیہ السلام دونوں جہان کی رحمت بن کر گنہ گاروں کا شفیع اور غریبوں اور مسکینوں کا سہارا و آسرا بن کر آ گیا تو اب یہ عیسائی اپنے نبی کی دی ہوئی بشارت و خوشخبری کی ہزاروں غلط تاویلیں کر کے اور انجیل مقدس کی ان آیات کو جن میں نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں ہیں، صاف جھٹلا کر اس رحمتِ دو عالم علیہ السلام کی شانِ اقدس میں طرح طرح کی گستاخیاں کرتے رہتے ہیں اور آپ کی ذاتِ انور پر بازاری حملے کر کے اپنے آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا رہے ہیں۔
اسی طرح خارجیوں کے طرزِ عمل کو دیکھو کہ وہ اہلِ بیتِ اطہار کے متعلق یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرتِ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا اور حضرتِ امام حسنؓ و حسینؓ اور شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰؓ امام الانبیا علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور یہ حضراتِ مکرم کملی والے محبوب ہیں۔ نورِ نظر ہیں اور راحتِ جان ہیں اور اُن کے حق میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی اور اُن کی دشمنی نبی سے دشمنی ہے ان سے بغض رکھنا نبی سے بغض رکھنا ہے اور ان سے عداوت رکھنی نبی سے عداوت رکھنی ہے اور ان کو ناراض کرنا نبی کو ناراض کرنا ہے مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی خارجیوں کا گستاخ ٹولہ اہلِ بیتِ اطہار کو گالیاں دیتا ہے اور ان کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرتا رہتا ہے۔

اسی طرح یہ شیعوں کا بے ادب گروہ بھی محبتِ اہلِ بیت کے پردے میں یہ جاننے کے باوجود بھی کہ یارانِ نبی کامل مومن تھے اور انہوں نے آخری وقت تک دین و ایمان کی ہر شکل حفاظت کی اور ہر مشکل وقت میں اپنے آقا کا پوری جانثاری سے ساتھ دیا اور اسلام کی عظمت! دین کی سربلندی اور قرآن کی آبرو کے لئے وہ ہر میدان میں سروں پر کفن باندھ کر لڑے! اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل ایمان کی گواہی خداوند تعالیٰ قرآنِ پاک میں بار بار دیتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام نے ان کی حق پرستی اور ان کے دین و ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے کے انعام میں جنت کی خوشخبری دے دی ہے مگر یہ سب کچھ جانتے اور سمجھنے کے باوجود بھی یہ گستاخ لوگ یارانِ نبی کریم علیہ السلام پر طعن و تشنیع کرکے اور ان کے دین و ایمان میں نعوذ باللہ شک کرکے اپنے لئے جہنم کی آگ خرید رہے ہیں۔

بھلا وہ یارانِ نبی جو امن و جنگ میں! سفر و حضر میں رنج و راحت میں اور غار و مزار میں وفادار ساتھیوں! سرفروش غلاموں اور جانثار سپاہیوں کی طرح اپنے آقا و مولا کے ساتھ رہے ہوں اور اب بھی اور قیامت تک جانباز پہرہ داروں کی مانند روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام کے دائیں بائیں لیٹے ہوئے ہوں اُن کے ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

سیّد افتخار الحسن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قرآنِ پاک میں شانِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پ۱۱ سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۱۲۔ اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰكِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰهِ‌ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝

توبہ کرنے والے! بندگی کرنے والے! شکر کرتے والے! دنیا سے بے تعلق رہنے والے! رکوع کرنے والے! سجدہ کرنے والے! نیکی کا حکم کرنے والے! اور بری باتوں سے روکنے والے! اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے! اور اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری دے دو!

اس آیتِ پاک پر اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر اور اپنے دل دماغ سے بغض و عناد کے غبار کو جھاڑ کر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ تعالےٰ نے اس آیت میں نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی کی شانِ پاک کو بیان کرتے ہوئے اصحابہ کرام کی صفاتِ حسنہ کی وضاحت فرمائی ہے بلکہ ان کے کامل مومن ہونے کی تصدیق بھی کر دی ہے!

ایک آیت میں یارانِ مصطفےٰ علیہ السلام کی گیارہ صفات کو واضح کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوندِ تعالیٰ کا دل نہیں چاہتا کہ میں اپنے محبوب کے

وفادار رسالتیوں کی تعریف جلدی ختم کردوں!

اب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ کیا یہ آیت قرآنِ مجید کی ہے یا نہیں اگر نہیں تو ثابت کردو!

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ یہ آیتِ پاک، صحابہ کرام کی شان میں ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو پھر بتاؤ کہ یارانِ نبی کریم علیہ السلام کے علاوہ وہ کون لوگ تھے جن کی اتنی شان بیان کی گئی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرتِ عثمان غنیؓ! حضرت علی المرتضیٰؓ اور دوسرے ہزاروں اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بجائے خداوندِ تعالیٰ نے یہ گیارہ صفات اور کن کے بارے میں فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ توبہ کرنے والے! بندگی کرنے والے! شکر کرنے والے! رکوع و سجود کرنے والے اور لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے اور برائیوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے اور کون تھے! اور ان کے ماسوا وہ کون مومنین تھے جن کو خداوند تعالیٰ جنت کی خوشخبری دے رہا ہے۔

اگر صحابہ کرام کے علاوہ کوئی اور لوگ بھی تھے تو ثابت کرو؟

اور اگر یہی تھے تو پھر ان کی شان میں گستاخیاں کرکے اور انکو گالیاں دے کر اور ان کے ایمان میں شک کرکے اپنے آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن نہ بناؤ!

یارانِ رسول اکرم علیہ السلام کی شان و تعریف کسی کے ماننے یا نہ ماننے اور کسی کے بیان کرنے یا نہ کرنے کی محتاج نہیں ہے اس لئے کہ جب قرآن مجید میں، خود خداوندِ تعالیٰ ہی اصحابہ کرام کی مدح و ثنا کرتے نہیں تھکتا تو پھر وہ کسی کے محتاج کیوں رہیں!

اور اگر یہ شیعہ حضرات نعوذ باللہ ان کو مومن و مسلمان نہیں مانتے تو نہ سہی، جن کے کامل مومن و مسلمان ہونے کی خدا نے خود تصدیق کر دی ہے، پھر ان کے ایمان کا انکار کر کے دردناک عذاب کے گہرے گڑھے میں گرنا نہیں تو اور کیا ہے!

اور اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جانثار ساتھی کامل مومن نہیں تھے تو پھر خداوند تعالیٰ نے ان کو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ کہہ کر جنت کی خوشخبری کیوں دی؟ کیا خدا نے نعوذ باللہ جھوٹ بول کر ان کو یونہی مومن فرما دیا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں تو پھر ان کے ایمان میں شک کرنے والے یہ نام نہاد شیعانِ علیؓ بتائیں کہ کیا غیر مومن کے لئے بھی جنت کی خوشخبری ہے؟

اور کیا کسی غیر مومن میں بھی یہ گیارہ صفاتِ حسنہ پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ربِ دو جہاں نے اس آیت میں فرمایا ہے؟

جب ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر یارانِ مصطفٰے علیہ السلام کو مومن و مسلمان ماننے میں تأمل کیوں؟

یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج سُنی علمائے کرام کو ان اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مومن و مسلمان ثابت کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہے جن کی بدولت اس خطۂ ارضی پر دین و ایمان کے چشمے پھوٹے اور جن کے صدقے حق و ہدایت کی قندیلیں روشن ہوئیں اور جن کی معرفت دنیا میں اسلام پھیلا اور جن کی تبلیغِ حق سے باطل پرستی کے قلعے مسمار ہوئے اور!

جو ہاتھوں میں توحید و رسالت کا عَلَم اور حق و اسلام کا جھنڈا

آور سبتوں میں قرآنِ پاک لے کر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں سے نکلے اور مسجدِ نبوی کے پاک مصلّی سے اُٹھے تو پھر مصر و عراق ۔ روم و شام اور یمن و ایران کی سرحدوں تک اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ اور جنہوں نے کبھی قیصر و کسریٰ کے شاہی محلات پر دین کی عظمت کا پرچم لہرایا اور کبھی ایران کے ستونوں کو پچھاڑ کر توحید و رسالت کا علم گاڑ دیا اور جن کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بڑے بڑے تاجداروں کے دل ہل گئے! قیصر و کسریٰ کے سونے کے محلات میں زلزلہ آگیا! ایران کا آتشکدہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر ان کی طہارت و نفاست! اُن کی صداقت و ہدایت! اُن کے دین و ایمان! ان کے عشقِ مصطفےٰ اور ان کی شان و عظمت کو دیکھ کر خدا بھی پکار اُٹھا:۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ!

پ۲۶ سورۃ الفتح۔ آیت ع۸۱۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ

اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان ایمان والوں سے جب بیعت کی اُنہوں نے تجھ سے اس درخت کے نیچے پس اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر اُتارا ان پر اپنا اطمینان و سکون اور ایک فتح قریب کا انعام دیا! یہ آیتِ پاک بھی گستاخانِ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اپنے عقائدِ بد سے توبہ کرکے اور اپنے دلوں سے بُغض و عداوت نکال کر یارانِ نبی علیہ السلام سے محبت رکھنے اور ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کے لئے کافی ہے!

اس لئے کہ اس آیتِ پاک میں خدا تعالیٰ نے واضح طور پر حضرت ابوبکر

صدیقؓ! حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نہ صرف یہ کہ اُن کے کامل ایمان کی تصدیق فرما دی ہے بلکہ ان کو راضی ہونے کا تمغہ بھی عطا کر دیا ہے!

تو جن پر خدا راضی ہو گیا ہے اگر کوئی بدبخت انسان بُغض و تعصب کی بنا پر ان یارانِ نبی پر ناراض ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنی عاقبت خراب کرے گا ان اصحابہ کرام کا کیا بگاڑے گا۔

اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حج عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور گردونواح کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے لئے پیغامات بھیج دئے کیونکہ نبی کریم علیہ السّلام کو اندیشہ تھا کہ ہوسکتا ہے۔ کہ کفارِ مکّہ لڑائی کریں اور مکّہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں!

ایمان والوں کی یہ مقدّس جماعت اپنے آقا و مولا علیہ السّلام کی قیادت میں مکّہ معظّمہ کے قریب پہنچی تو قریشِ مکّہ نے اجازت نہ دی۔ تب حضور علیہ السّلام نے حضرتِ حراش کو قریش کے پاس قاصد بنا کر بھیجا مگر وہ لوگ قاصدِ رسول علیہ السّلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنانے لگے!

جنابِ خراش واپس آ گئے۔

پھر رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ کفارِ مکّہ نے ان کو بھی قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور کر دی! تب نبیٔ کریم علیہ السّلام اپنے جانثار غلاموں کو اکٹھا کیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ان سے قریشِ مکّہ کے ساتھ لڑنے کی بیعت لی!

تمام اصحابہ کرامؓ اور یارانِ نبی صلّی اللہ علیہ السّلام نے بخوشی بیعت کی جن میں حضرتِ ابو بکر صدیقؓ! اور حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش پیش تھے!

چونکہ اس سفر میں اور اس بیعت سے منافقوں کا نفاق! مخلصوں کا اخلاص اور اصحابہ کرام کے کامل مومن ہونے کا حال کھل گیا تھا اس لئے اس بیعت کا نام **بیعتِ رضوان رکھا گیا۔**

اور یہ بیعت کرنے والوں کی شانِ اقدس میں خداوندِ تعالیٰ نے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ فرمایا۔

قیس بن قیس نے جو منافق تھا بیعت نہیں کی تھی۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۳-۲۴-

آں ساعت کہ دستِ عہد بیعت گرفتند با رسول علیہ السلام فرمان آمد از حق تعالیٰ تا درہائے آسمان بکشادند و فرشتگان از درِ فلک نظارہ کردند! واز حق فرمان آمد بر طریق مباہات کہ اے مقربانِ افلاک نظر کنید باں گروہ کہ از بہرِ اعزازِ دینِ اسلام و اعلائے کلمۂ حق بکوشند جان و دل فدا و در وقتِ قتال روئے نشانۂ نیزہ کردہ و سینہ سپر ساختند! وگواہ باشید اے مقربان کہ من از ایشاں خوشنودم و در قیامت ہر یکے از ایشاں در امتِ محمد علیہ السلام چناں شفاعت دہم کہ از من خوشنود کردند!

وازیں عہد تا آخر دور! ہر مومن کہ آں بیعت بشنود و بدل با مر ایشاں در قبولِ آں بیعت موافق بود من آں مومن را ہماں خلعت دہم کہ ایں مومنا نرا دادم!

اس وقت کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام اپنے آقا و مولا کے دستِ اقدس پر قریش مکہ سے لڑنے کی بیعت کر رہے تھے، تو خداوندِ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو،

اور فرشتے اس حسین و دلکش منظر کا نظارہ کریں۔

اور خدا تعالیٰ نے فرمایا اے میرے مقرب فرشتوں دیکھو یہ میرے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار ساتھی اسلام کی عزت و آبرو کی خاطر اور کلمۂ حق سنانے کے لئے اپنے جان و دل قربان کر دینے کا عہد کر رہے ہیں اور میدانِ جنگ میں اپنے چہروں کو تیروں کو نشانہ اور اپنے سینوں کو ڈھال بنانے کی خواہش رکھتے ہیں!

اور اے میرے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں ان مسلمانوں اور ایمان والوں پر راضی ہوں!

اور قیامت کے دن میں ان پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دوں گا کہ یہ ایمان والے مجھ سے راضی ہو جائیں گے! اور میرا یہ وعدہ آخر تک کے لئے ہے!

قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ!

اپنے غلاموں سے بیعت لینے کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ آج سے تم لوگ تمام اہلِ زمین سے بہتر اور افضل ہو!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ!

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا!

بیعتِ رضوان کے ان روشن حقائق کو دیکھو اور صحابۂ کرامؓ پر خدا کی طرف سے عطا کردہ انعامات پر غور کرو اور کملی والے کے وفادار یاروں

سے کئے رحمت و بخشش کے وعدوں پر نظر کرو اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے اپنے جانثار ساتھیوں کو جنت کی خوشخبری دینے پر غور کرو!

اور اے اصحابہ کرام کی شان پاک میں بے ادبی کرنے والو اپنی آنکھوں سے حسد و بغض کی پٹی اتار کر دیکھو اور اپنے دلوں سے تعصب و عناد کے غبار کو جھاڑ کر غور کرو اور اپنی نگاہوں سے نفرت و عداوت کے پردے ہٹا کر دیکھو اور اپنے دل و دماغ سے کینہ و مخالفت کی سیاہی مٹا کر سوچو!

اور قرآن پاک کی اس آیت کے ایک ایک حرف پر غور کرو! اور اصحابۂ کرامؓ کی جو عظمت بیان کی گئی ہے اور اللہ و رسول کی طرف سے بیعتِ رضوان کرنے والے محمد مصطفٰے علیہ السلام کے جانثار غلاموں پر جو رحمت و بخشش کے وعدے اور جنت و نجات کی جو خوشخبری دی گئی ہے اسکی طرف دھیان کرو!

اور پھر بتاؤ۔

کہ کیا یہ آیت قرآنِ پاک کی ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ کیا اس بیعتِ رضوان میں حضرت ابوبکر صدیق حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما شامل تھے یا نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر شامل تھے تو پھر بتاؤ کہ کیا ان کی شان و عظمت میں خدا و مصطفٰے نے جو کچھ فرمایا ہے اور ان پر راضی ہونے کا جو اعلان کیا گیا ہے اس میں یہ حضرات داخل ہیں کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر داخل ہیں تو پھر بتاؤ کہ جن پر اللہ و رسول راضی ہوں ان پر ناراض رہنا اور ان کی شان میں گستاخیاں کرنا اور ان کو گالیاں دینا قرآن کا انکار اور کفر ہے کہ نہیں؟

اور اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر کفر ہے تو پھر توبہ کر کے اصحابہ کرام کے غلام بن جاؤ اور ان کے نیاز مندوں کے دفتر میں اپنا نام بھی لکھوا لو اور ان کی محبت و عقیدت کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال لو!

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ پر اگر انصاف پسند نگاہوں سے دیکھا جائے۔ اور حق شناس دل سے سوچا جائے تو یہ حقیقت اور بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اصحابِ رسول علیہ السلام کے دلوں میں نعوذ باللہ کفر و نفاق اور بغض و عناد کا شائبہ تک بھی نہیں تھا بلکہ ان کے دلوں میں دین و ایمان کا ایک سمندر موجزن تھا اور ان کے سینوں میں عشقِ مصطفٰے علیہ السلام کا ایک طوفان برپا تھا اور ان کی نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے تھے اور وہ دین و اسلام کی عظمت کے لئے اور شریعت و سنت کی آبرو کی خاطر اور قرآن و ایمان کی عزت و حرمت کے لئے ہر وقت شمشیر بکف اور کفن بدوش رہتے تھے!

اس لئے ۔۔۔۔۔ کہ اگر نعوذ باللہ ان کے دلوں میں ذرہ بھر نفاق کی کوئی علامت ہوتی تو خداوند تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا اور جب میں نے ان کے دلوں میں کسی قسم کی بدنیتی نہ پائی تو پھر میں نے ان کو رضی اللہ کا ہلالِ خدمت

اور تمغۂ حُسنِ کارکردگی عطا کر دیا!

پھر عِلمَ ماضی ہے ـــــ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بیعتِ رضوان کے وقت ہی دیکھا تھا اور ان کے دلوں کی ہر چیز اور ہر نیّت کو جانا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول علیہ السلام اور کملی والے کے جاں نثار غلاموں کے دلوں کی نیّتوں کو اور طہارت و نفاست محبّت وعقیدت درد و سوزنیکی وصفائی اور اخلاق اخلاص کو پہلے ہی سے جان لیا ہُوا تھا!

ایک ممتحن جب امتحانی پرچہ مُرتّب کرتا ہے تو پرچے پر لکھے ہوئے سوالات کے صحیح یا غلط جوابات کے نمبر دینے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کس نے کون کون سے سوال کا جواب صحیح یا غلط دیا ہے اور یہ کتنے کتنے نمبروں کے حقدار ہیں!

مشرکین مکّہ سے لڑنے کے لئے بیعتِ رضوان کا ایک پرچہ مُرتّب کیا گیا اور اس پرچے میں اپنی جانیں قربان کرنے کا سوال تھا جسے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحیح طور پر حل کیا اور اس کا جواب ممتحن کے جواب کے عین مطابق دیا اور پھر جب وہ حضرات اس امتحان میں کامیاب نکلے تو امتحان لینے والے نے بڑی فراخدلی سے نمبر دیتے ہُوئے رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کی جماعت میں داخل کر کے فَاَنْزَلَ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃَ وَ اَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا کا سُنہری تاج بھی ان کے سروں پر رکھ دیا۔

اور اگر نعوذ باللہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفادار غلام گمراہ ومنافق ہوتے تو پھر اُن کے حق میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ کی بجائے لَقَدْ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ آتا!

اس لئے کہ گمراہ و منافق کے لئے خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہوتا ہے نہ کہ رضائے الٰہی اور رحمت و بخشش! اور پھر جن کے دلوں کی نیتوں کو جان کر خداوندِ تعالیٰ ان کے لئے کوئی انعام مقرر کر دے اور اپنی رضا و خوشنودی کی دولت ان کی جھولیوں میں ڈال دے تو پھر ایسے مقدس انسانوں کا کسی وقت بھی دین و ایمان سے پھر جانا غیر ممکن ہے!

اس لئے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ قرآنِ پاک کی غلط بیانی ثابت ہوگی بلکہ خداوندِ تعالیٰ کے علم پر بھی حرف آئے گا۔

فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِّنَ الصِّدْقِ وَالْاِخْلَاصِ!

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک علیہ السّلام کے جاں نثار ساتھیوں کے دلوں کے صدق و خلوص کو جان کر ان کو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہ کا انعام عطا کیا!

تفسیر رُوحُ البیان جلد ۴ صفحہ ۳ - وَقَالَ الْمِقْدَادُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَقُوْلُ لَكَ کَمَا قَالَتْ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ لِمُوْسٰی اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ وَلٰكِنْ اِذْهَبْ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ کہ جب سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشِ مکہ کے ساتھ لڑنے کے لئے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ کو یہ نہیں کہتے کہ اے موسیٰ علیہ السّلام تُو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں مگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جاؤ اور لڑو اور ہم بھی آپ کے ہمراہ پوری جوانمردی سے لڑیں گے!

شیعہ حضرات! چونکہ نہ قرآنِ پاک کو صحیح مانتے ہیں اور نہ ہی حدیثِ رسولِ اکرم علیہ السّلام کو اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس آیاتِ

پاک کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ اُن کے علماء و مجتہدین نے لکھا ہے۔ اس کی وضاحت کر دوں تاکہ شاید یہ حضرات اپنے کسی عالم و مجتہد کی بات کو مان کر ہی اپنے عقایدِ باطلہ سے توبہ کر کے حق و صداقت کا صحیح راستہ اختیار کرلیں!

شیعہ مفسر فتح اللہ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج جلد ۵ صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷ میں لکھتے ہیں ـــــــ کہ

آنحضرت فرمود ند بدو زخ نزدیک کس آں مومناں کہ در زیرِ شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہتِ آنکہ حق تعالےٰ در حقِ ایشاں فرمودہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرہ!

یعنی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس بیعت کا نام بیعتِ رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان بیعت کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مسلمانوں پر راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے نبی سے بیعت کی ہے!

غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانِ غنیؓ کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ شریف کا طواف کرلیں گے تو نبئ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان کی عقیدت و محبت کو جانتا ہوں وہ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا!

چنانچہ ایسا ہی ہوا ـــــــ کہ قریش مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تم اکیلے اگر طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴ ۔ قَالُوْلَہٗ اِنْ شِئْتَ فَطُفْ بِالْبَیْتِ ـــــ اگر تم چاہتے ہو تو طواف کر لو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا :۔

لَا کُنْتُ لَا فْعَلُ حَتّٰی یَطُوْفَ رَسُوْلُ اللہِ ـــــ کہ جب تک امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں گے۔ میں اکیلا طواف نہیں کروں گا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی محبت رسول علیہ السلام کو دیکھو اور ان کے عشق مصطفٰے علیہ السلام پر غور کرو اور ان کی عقیدت و نیاز مندی اور ان کے صدق و خلوص پر دھیان کرو کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے بغیر کعبہ شریف کا طواف بھی نہیں کرتے !

محبوب نہیں تو کعبہ کیا۔ یار نہیں تو طواف کیوں ! آقا نہیں تو حج کیسا ! کملی والا نہیں تو عمرہ کس لئے !

بقول مولانا ظفر علی مرحوم ؎

نماز اچھی زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا و حج اچھا
مگر میں باوجود ان کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

شیعہ حضرات کے ایک مشہور مجتہد ملا باذل ایرانی اپنی کتاب حملہ حیدری کے صفحہ ۲۰۷ میں اس واقعہ کو یوں نظم کرتا ہے ـــــ کہ

خوشا حال عثمانؓ با احترام — کہ شد مستمش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن — بپاسخ چنیں گفت با انجمن
بہ عثمانؓ نداریم ما ایں گماں — کہ تنہا کند طوف آں آستاں

کہ جب نبی کریم علیہ السّلام سے یہ عرض کی گئی کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ
کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ تنہا حج عمرہ کا طوافِ کعبہ کریں گے تو رسولِ اکرم
علیہ السّلام نے یہ سُن کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ مَیں حضرت عثمانؓ غنی
کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ تنہا طواف کر لیں گے۔

اور پھر جب قریش مکّہ نے حضرتِ عثمان غنیؓ سے یہ کہا ؎

ولیکن محالست آں بے گزاف
کہ آید محمدؐ برائے طواف

کہ یہ محال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طواف کو آئیں تو حضرتِ عثمان
غنیؓ نے جو جواب دیا یہ تھا ؎

کہ طوفِ حرم بے رسولِ خدا
نباشد بر پیرِ دانش روا

کہ رسولِ خدا علیہ السّلام کے بغیر مجھ جیسے ایک بوڑھے دانشمند،
عاشقِ رسول اور صاحبِ عقل کے لئے طوافِ کعبہ جائز نہیں ہے!
بھلا وہ عثمانِ غنیؓ جو عشقِ مصطفٰے علیہ السّلام ہیں اپنے محبوبِ حقیقی کے
بغیر کعبہ شریف کا طواف نہ کریں اور جلوہ گاہِ حسنِ یار سے دُور رہ کر حج
کے ثواب کی دولت کو ٹھکرا دیں اور فراقِ مصطفٰے علیہ السّلام میں زیارتِ
کعبہ کی سعادت کی پرواہ نہ کریں۔ پھر ایسے پیکرِ دین و ایمان کے ایمان میں
شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

فَنَادٰی مُنَادِیْہِ اَیُّھَا النَّاسُ الْبَیْعَۃُ اَلْبَیْعَۃُ ـــــ پھر ندا کرنے
والے نے ندا دی کہ اَے لوگو بیعت کی طرف دوڑو۔ اور سب سے پہلے
سنان بن سنان نے بیعت کی۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱

حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بیعتِ رضوان لی گئی تو حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبئ کریم علیہ السّلام نے قاصد بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا!

اور جب بیعت ہو چکی تو امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ عثمانؓ اللہ اور اس کے رسول کے ایک اہم فریضہ ادا کرنے گئے ہوئے ہیں۔

فَضَرَبَ بِاِحْدَی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی۔

پھر نبئ کریم علیہ السّلام نے اپنے بائیں ہاتھ کو نیچے رکھا اور دائیں ہاتھ کو اوپر رکھ کر فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمانؓ کا ہے روضۂ کلینی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اب اس حدیثِ مصطفےٰ علیہ السّلام پر غور کر کے حق شناس دل شانِ عثمانِ غنیؓ کو دیکھے کہ دستِ عثمان دستِ مصطفےٰ ہوا اور دستِ مصطفےٰ علیہ السّلام مجازی طور پر دستِ خدا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ ——— کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام جن لوگوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا۔

اور اسی طرح حضرت عثمانِ غنیؓ کا دستِ مبارک دوسروں کے ہاتھوں

سے فضل ہو گیا۔

توجس عثمان غنیؓ کا ہاتھ دستِ مصطفےٰ ہو گیا اور پھر دستِ مصطفےٰ دستِ خدا ہے تو پھر ایسے برگزیدہ و مقدس مسلمان کی شان میں گستاخی بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

ممکن ہے کہ کوئی متعصب شیعہ یہ کہے کہ بیعتِ رضوان میں سوائے تین مومنین کے اور کوئی بھی شریک نہ تھا یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت مقدادؓ اور حضرتِ سلمانِ فارسی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ تاریخ اور خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے بھی با ختلافِ تعداد یہ ثابت ہے کہ بیعتِ رضوان میں ایک ہزار سے دو ہزار تک مسلمان شریک ہوئے۔

اگر کوئی کہے کہ ان تینوں کے علاوہ باقی سب نعوذ باللہ منافق تھے تو اس کا جواب بھی اسی روایت میں ہے کہ جو صحیح معنوں میں واقعی منافق تھا اس نے بیعت نہیں کی تھی یعنی قید بن قیس نے اور اگر نعوذ باللہ یہ حضرات بھی منافق ہوتے تو بیعت نہ کرتے۔

اصل میں اس بیعتِ رضوان کے ذریعے منافقوں کا نفاق اور مومنوں کا ایمان پرکھنا تھا اور یہ بیعتِ رضوان ان کے لئے ایک کسوٹی تھی جس سے پتہ چل گیا کہ منافق کون ہے اور پکے و سچے مومن کون ہیں؟

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ و ۴۲۵ ۔ یہ شیعہ حضرات کی ایک معتبر کتاب ہے جس میں ملا باقر مجلسی بیعتِ رضوان کی ایمان افروز حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ و شیخ طبرسی گفتہ است چوں مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود از ایں جا

حرکت نمی کنم تا با آنہا قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائیم و برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ نمود و صحابہ با آنحضرت بیعت کردند کہ با مشرکاں جہاد کنند۔

و بروایتِ کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔

پس مسلماناں گفتند خوشا حال عثمان کہ طوافِ کعبہ کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد۔ حضرت فرمود! نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید طواف کردی؟ گفت چوں تو طواف نکردہ بودی من نکردم۔

ترجمہ :۔ شیخ طبرسی کہتا ہے کہ جب مشرکوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر لیا اور جب نبی کریم علیہ السّلام کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین مکہ نے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے تو نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں یہاں سے ہرگز حرکت نہیں کروں گا۔ جب تک کہ میں مشرکینِ مکہ سے جہاد نہ کروں۔ پھر نبی کریم علیہ السّلام نے مسلمانوں کو بیعت کے لئے بلایا اور پھر ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور اصحابِ کرام سے بیعت لی۔ کہ مشرکینِ مکہ سے جہاد کیا جائے۔

کلینی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام نے اپنے ایک دست مبارک پر دوسرا ہاتھ مبارک رکھا اور حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کی۔

پس مسلمانوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خوش قسمت ہیں کہ کعبہ کا طواف بھی کر لیں گے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی۔

نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہرگز ہرگز طواف نہیں کریگا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو نبی کریم علیہ السّلام

نے پُوچھا کہ کیا تُو نے طواف کیا؟ ــــــــ

عرض کی یا رسول اللہ، آپ کے بغیر ہیں طواف کیسے کرتا ــــــــ

یہ ہے بیعتِ رضوان کا ایک سنہری واقعہ جسے شیعہ حضرات نے بھی اپنی کتابوں میں پُوری دیانت اور بڑی فراخدلی سے لکھ کر اپنی منصف مزاجی کا ثبوت دیا ہے ــــــــ

اور اس ایمان افروز واقعہ سے نہ صرف یہ کہ اصحابِ کرامؓ کی شان و عظمت اور دین وایمان کا آفتاب چمکتا ہُوا نظر آتا ہے، بلکہ خداوندِ کریم کی طرف سے اپنی رضا و خوشنودی کا تمغہ بھی عطا ہوتا ہُوا دکھائی دیتا ہے اور خصوصًا حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں تو یہ واقعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ــــــــ

نبیٔ کریم علیہ السّلام کا اپنے ایک دستِ مبارک پر دُوسرا دستِ مبارک رکھ کر فرمانا کہ یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے ــــــــ

اور امام الانبیا علیہ السّلام کا فرمانا کہ عثمانؓ میرے بغیر طوافِ کعبہ نہیں کریں گے اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام حضرت عثمان غنیؓ کے عشق و محبّت اور دین وایمان کو اچھی طرح جانتے تھے ــــــــ

پھر ایسا ہی ہُوا۔ کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نبیٔ کریم علیہ السّلام کے بغیر طوافِ کعبہ نہیں کیا ــــــــ

فروع کافی جلد سوم کتاب الرّوضۃ صفحہ ۱۵۰۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے:۔

وَحُبِسَ عُثْمَانُ فِیْ عَسْکَرِ الْمُشْرِکِیْنَ وَبَایَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِیْنَ وَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی

لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰی لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَیْتِ وَسَعٰی بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَاَحَلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا کَانَ لِیَفْعَلَ ۔۔۔۔

ترجمہ :۔ کہ جب حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ مشرکینِ مکہ کے لشکر میں قید ہوگئے اور نبیٔ کریم علیہ السّلام نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنا ایک دستِ مبارک اپنے دوسرے دستِ مبارک پر مار کر فرمایا کہ یہ عثمان رضؓ کا ہاتھ ہے ۔۔۔۔

اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ کا طواف صفا ومروہ کی سعی بھی کریں گے اور قربانی بھی دیں گے ۔ تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ میرے بغیر ہرگز کچھ بھی نہیں کریں گے ۔۔۔۔

حیات القلوب جلد ۲ ۔ صفحہ ۴۳۵ ۔ عروہ بن مسعود کفارِ مکہ کی طرف سے جب لشکرِ اسلام کا حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کے قریب آئے ۔ تو اس نے غلامانِ مصطفٰے علیہ السّلام کی محبّت وعقیدت اور اُن کے دین وایمان کا یہ ایمان افروز منظر دیکھا کہ وہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ دوڑ دوڑ کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے چہروں پر مَل لیتے ہیں ۔ اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کے سامنے سر جھکائے باادب بیٹھے ہیں اور بلند آواز سے نہیں بولتے ۔۔۔۔

عروہ بن مسعود جب واپس گئے تو مشرکینِ مکّہ سے کہا :۔

من بنزدِ بادشاہان بسیار رفتہ ام مانندِ بادشاہان عجم وروم وحبشہ ، وبخدا سوگند ندیدم کہ ہیچیک از آنہا اطاعت پادشاہ خود وتعظیم او کنند مثل آنکہ اصحاب محمّد علیہ السّلام تعظیم واطاعت او میکنند ۔۔۔۔

ترجمہ :۔ کہ میں عجم و روم اور حبشہ کے بڑے بڑے درباروں میں گیا ہوں اور ان کے درباریوں کو بھی دیکھا ہے مگر خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عجیب دربار ہے اور اس کے درباری بھی عجیب ہیں۔ میں نے کسی کو ایسی تعظیم و اطاعت کرتے نہیں دیکھا۔ تم لوگ ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ اس لئے کہ وہ قوم جو اپنے بادشاہ کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتی وہ اس کا خون کب گرنے دے گی۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۲۸ ۔ عامہ وخاصہ روایت کردہ اند از براء بن عازب کہ او میگفت شما گمان میکنند کہ فتح بزرگ فتح مکہ است و ما فتح بزرگ بیعت رضوان و جنگ حدیبیہ را می دانم۔

ترجمہ :۔ ہر عام و خاص نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ بڑی فتح فتح مکہ ہے اور میں بیعت رضوان کو سب سے بڑی فتح سمجھتا ہوں۔

علامہ کاشانی ! جو کہ شیعہ حضرات کے مفسر اعظم ہیں لقد رضی اللہ عن المومنین کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

آنحضرت فرمود بدوزخ نرود کس ازاں مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت کردند و ایں را بیعت رضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمود لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔

ترجمہ :۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ

نے بیعت کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مومنوں پر راضی ہو گیا جنہوں نے تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

قرآن و حدیث۔ تفسیر و تاریخ اور شیعہ حضرات کی معتبر و مستند کتابوں سے بیعتِ رضوان کے ایمان افروز حقائق حسین و دلکش مناظر اور جان و دل کو ایمان کی تازگی بخشنے والے واقعات کی روشنی میں صحابۂ کرامؓ کے دین و ایمان۔ یارانِ نبی کی عظمت و توقیر اور غلامانِ مصطفٰے علیہ السلام کی عزت و آبرو روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جانے کے بعد اب اس زندہ حقیقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرتِ ابو بکرؓ۔ حضرتِ عمر فاروقؓ۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ۔ حضرتِ علی المرتضٰیؓ اور دوسرے حلقہ بگوشانِ سلام اور جانثارانِ مصطفٰے علیہ السلام نہ صرف یہ کہ خداوندِ کریم اور رسولِ اکرم علیہ السلام نے ان کے دین و ایمان اور خلوص و ایثار کی ہر قدم ہر لحظہ اور ہر آن تصدیق فرمائی ہو بلکہ یہ ایک غیر فانی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ رسول آسمانِ رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے بھی تھے جن کی روشنی نے ضلالت و گمراہی کی تاریک راتوں میں اُجالا کر کے نسلِ انسانی کو سیدھی راہ بتائی اور جنہوں نے اپنے دین و ایمان کے آفتاب کی سنہری کرنوں سے نورِ عرفان پھیلا کر کفر و الحاد کی ظلمتوں میں بکھرے ہوئے بندگانِ خدا کو نشانِ منزل عطا کیا! اور باطل پرستی کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغ جلا کر انسانیت کے سیاہ چہرے کو ضیا بخشی!

اور جنہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور تقدس و اتقا کی بدولت اس خطۂ ارضی پر پھیلے ہوئے ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و انصاف اور رحم و کرم کی بنیاد رکھی! اور اپنے ہی ہاتھوں سے پتھروں کے تراشیدہ خداؤں کے آگے جھکنے

والوں کے دلوں میں نقشِ توحید پیدا کرکے ایک خدا کی پرستش کے آداب سکھلائے! اور جنھوں نے پھر توحید و رسالت کی عظمت۔ دین و اسلام کی سربلندی اور حق و صداقت کا پرچم لہرانے کے لئے اپنی جبینوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر کبھی رُوم و شام کے شاہی محلات پر اسلام کا علَم لہرایا اور کبھی قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج میں پاؤں کی ٹھوکروں سے لرزہ پیدا کیا۔ کبھی یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں توحید و رسالت کے ڈنکے بجائے۔

صدیقِ اکبرؓ کی صداقت۔ عمر فاروقؓ کی عدالت۔ عثمانِ غنیؓ کی عبادت اور علی المرتضیٰؓ کی شجاعت نسلِ انسانی کیلئے رشد و ہدایت کا سرمایہ بندگانِ خدا کے لئے دین و ایمان کی دولت۔ مخلوقِ خدا کے لئے حق و صداقت کا خزانہ اور ایمان والوں کے لئے حق و اسلام کا مرکز ہے۔

غرضیکہ بیعتِ رضوان سے مندرجہ ذیل حقایق و نتائج پوری طرح واضح ہوتے ہیں۔ کہ

۱۔ نبیٔ کریم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے پکّے و سچّے مسلمان و کامل مومن تھے!

۲۔ ان کے دین و ایمان۔ خلوص و ایثار اور جرأت و بہادری کو دیکھ کر خدا تعالےٰ ان پر راضی ہوگیا۔

۳۔ وہ دُنیا کے تمام انسانوں سے بہتر و افضل ہیں۔

۴۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۵۔ ان کے دل ہر قسم کے نفاق سے پاک و صاف تھے۔

۶۔ انہوں نے مجازی طور پر دستِ خدا پر بیعت کی تھی۔

۷۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کا ہاتھ مُبارک دستِ مصطفٰے ہے۔

پھر خدا جانے پاکستان کے شیعہ حضرات کے دلوں میں بغض وعناد کے کیسے پہاڑ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو نہ تو قرآن وحدیث کے کلہاڑوں سے ہی ٹوٹتے ہیں اور نہ ہی تفسیر و تاریخ کے تیشوں سے!

اور نہ ہی خدا و رسول کے ارشادات سے ہی پگھلتے ہیں اور نہ ہی ان کے اپنے علاموں کی کتابوں کے حوالوں سے نرم ہوتے ہیں۔

جن پر خدا و رسول راضی ان پر یہ لوگ ناراض!

جن کے دین و ایمان کی گواہی اللہ و نبی دیں یہ ان پر کفر و نفاق کا الزام لگائیں۔

قرآن و حدیث جن کو جنت کی خوشخبری دیں یہ ان کو دوزخی کہیں۔

جن کو نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے پیدا کیا ہو یہ لوگ ان کو گمراہ سمجھیں۔

تو پھر شیعہ حضرات کی لڑائی صرف اصحابۂ کرامؓ سے ہی نہیں۔ بلکہ ان کی یہ جنگ خدا و رسول سے بھی ہے۔

اور یہی کفر ہے!

بیعتِ رضوان کے ایمان افروز حقائق اور اصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی شان وعظمت کے روشن دلائل کے باوجود بھی شیعہ حضرات اپنی جہالت اور یارانِ نبی سے دشمنی کی بنا پر قرآنِ پاک کے اس سنہری واقعہ پر چند اعتراضات کر کے اُس کے حسن و جمال کو مٹا کر اصحابۂ عظام کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرتے رہتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ جن نفوسِ قدسیہ پر ان کی نیک نیتی۔ ان کے خلوص و ایثار اور ان کی جانثاری و وفاداری کی بنا پر خدا و رسول راضی ہو جائیں ان کے دین و ایمان

کی شمع فروزاں کسی کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتی۔

ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرتِ عمر فاروق رضی کی توہین کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جبکہ نبی کریم علیہ السلام نے پہلے انہیں فرمایا کہ تم مکہ جا کر مشرکین مکہ کو سمجھاؤ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ قریش کی عداوت میرے ساتھ کس درجہ کی ہے اور اگر میں ان کے ہاتھ آ گیا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں اگر آپ حضرتِ عثمان رضی کو بھیج دیں تو اچھا ہوگا۔ اپنے اس اعتراض کے ثبوت میں یہ لوگ جناب شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مدارج النبوت کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

جواب ۱:۔ یہ روایت صحاح کی نہیں اور پھر پتہ نہیں کہ اس کے راوی کون کون ہیں اور کیسے ہیں؟

۲:۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ حضرت عمر رضی نے حضور علیہ السلام کے حکم سے انکار کیا محض ایک افترا ہے اس لئے کہ ان کا انکار نہیں تھا بلکہ حضرتِ عثمان رضی کے بارے میں مشورہ تھا۔ اور بحضورِ رسالت مشورہ دینا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسا مشورہ تو صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرتِ علی رضی نے بھی دیا تھا جبکہ کفار نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علی رضی سے فرمایا کہ یہ الفاظ مٹا دو تو حضرت علی رضی نے رسول کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تھا ــــــ غور کیا جائے تو حضرت علی رضی کا یہ انکار نہ تھا بلکہ عشق و محبت کا اظہار تھا کہ میرا قلم رسول اللہ کے لفظ کو کیسے مٹا سکتا ہے ــــــ تو جس طرح حضرت علی رضی نے خلوص و

عقیدت سے ایسا کیا اسی طرح حضرتِ عمرؓ نے حضرتِ عثمانؓ کے بارے میں مشورہ دیا۔ پھر اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے!

ع۳ :۔ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پہلے حضرتِ عمرؓ کو فرمانا کہ تم جاؤ اور پھر حضرتِ عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ محبوبِ خدا کو اپنے ان دونوں ساتھیوں کی وفا و فرمانبرداری اور اطاعت جانثاری پر پُورا پُورا اعتماد اور کامل یقین تھا۔ اور سفارت کا منصب کسی معمولی انسان کے سُپرد نہیں کیا جاتا بلکہ یہ عظیم عہدہ کسی ایسے انسان کو ہی دیا جاتا ہے جو حکومتِ وقت کا پُورا پُورا وفادار رہا ہو اور حکومتِ وقت کی ہر ادا کو سمجھتا ہو۔ ہر روش کو جانتا ہو۔ ہر چال کو پہچانتا ہو اور ہر راز سے واقف ہو۔ اور اگر حضرتِ عمرؓ اور حضرتِ عثمانؓ ایمان میں کامل۔ دین میں پکّے اور اسلام و مصطفٰے کے سچّے عاشق و وفادار ساتھی نہ ہوتے تو رسولِ اکرم علیہ السّلام ان دونوں کو قریشِ مکّہ کے پاس اپنا سفیر بنا کر نہ بھیجتے۔

اور پھر حضرتِ عثمانؓ کی شان و عظمت دیکھو کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جانتے ہُوئے بھی کہ حضرتِ عثمانؓ شہید نہیں کئے گئے پھر بھی ان کے لئے اصحابِ کرام سے کفّارِ مکّہ کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لے رہے ہیں۔ بتاؤ کہ کیا اللہ کا رسول ایسے شخص کی حمایت کے لئے بھی صحابۂ عظام کو بیعت کی طرف بُلا سکتا ہے جس کے ایمان اور خلوص پر اس کو پُورا پُورا بھروسہ۔ یقین اور کامل اعتماد نہ ہو۔

رہا یہ سوال کہ جب حضور علیہ السّلام کو علم تھا کہ حضرتِ عثمانؓ قتل نہیں ہوئے تو پھر بیعت کیوں لی گئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

نبیٔ پاک علیہ السّلام آئندہ آنے والے واقعات کو روشن کرتے ہوئے قصاصِ خُونِ عثمانؓ کے مطالبہ کی طرف اشارا فرما رہے ہیں۔

اعتراض ۲:۔ کہ بیعتِ رضوان موجبِ اَجر ضرور ہے مگر وفائے عہد کے ساتھ اور اگر وفائے عہد کی بجائے عہد شکنی پائی جائے تو وہ عذاب الیم کا باعث بن جاتی ہے۔ ثبوت میں آیت رضوان کا یہ حصّہ پیش کرتے ہیں فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکِثُ عَلٰی نَفْسِہٖ۔

جواب:۔ آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ بیعت کو پُورا کرنا ثواب ہے۔ اور اس کا توڑنا گناہ ہے۔ یہ بات بالکل حق ہے اس سے کس کو انکار ہے۔

اعتراض تو تب دُرست ہوتا جب شیعہ حضرات کہیں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرتِ ابُوبکرؓ و عمرؓ نے بیعت کی اور پھر توڑ دی۔ مگر آیتِ پاک میں اس کا تو کہیں نام و نشان تک نہیں اور نہ ہی یہ لوگ کہیں سے دکھا سکتے ہیں۔ جب یہ کہیں بھی نہیں ہے تو پھر اعتراض کیسا؟

اور پھر فَمَنْ نَّکَثَ بطورِ شرط و جزا کے ہے اور وہ وقوع بلکہ امکانِ وقوع کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ یعنی آیت صرف یہ بتلا رہی ہے کہ جو بیعت توڑے گا سزا کا مستحق ہوگا۔ لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ حضراتِ ثلاثہ نے بیعت توڑ دی یا وہ بیعت توڑ دیں گے۔ ایسا کہنا تو قرآنِ پاک پر افترا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں بظاہر حضور علیہ السّلام کو خطاب ہے۔ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ یعنی اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائے گا۔

کیا کوئی بدبخت اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ضرور شرک کریں گے۔ نعوذ باللہ۔

(پارہ ۳ آیت ۸۱) یا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ والی آیت میں ہے فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ کہ جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہ لوگ فاسق ہیں تو کیا کوئی شیعہ کہہ سکتا ہے کہ بعض انبیا علیہم السلام اس عہد کو توڑیں گے۔ معلوم ہوا کہ جملہ شرطیہ میں جزا کا وقوع ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح انبیا کا عہد کرکے پھر توڑنا ناممکن ہے اسی طرح اصحابہ کرامؓ کا بیعت کرکے توڑنا بھی غیر ممکن ہے۔

اعتراض ۳ :۔ آیت میں لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ہے عَنِ الْمبایعین نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ رضائے خدا صرف بیعت پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ایفائے بیعت پر موقوف ہے کیونکہ لفظ مومنین ہے مبایعین نہیں۔

جواب :۔ اللہ ان مومنین پر راضی ہو گیا جنہوں نے بیعت کی۔ آیت پاک میں عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ کے بعد یبایعونك کا لفظ بھی آیا ہے۔ جو صاف بتلا رہا ہے کہ جن لوگوں نے بیعت کی اللہ اُن سے راضی ہے۔

میں نے تو قرآن و حدیث، اور روایاتِ معتبرہ کی روشنی میں اور کتب شیعہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے خلوص دل سے بیعت کی اور پھر ان کی یہ بیعت بارگاہِ خداوندی اتنی مقبول و منظور ہوئی کہ اللہ کریم نے انہیں اپنی رضامندی کا پروانہ بھی عطا کر دیا اب شیعہ سے میرا مطالبہ ہے کہ اس آیت کے مقابلہ میں کوئی ایسی آیت پیش کریں جس سے ان کا بھاگنا۔ فرار ہونا، بیعت کو توڑنا اور خدا تعالیٰ کا

ان پر ناراض ہونا ثابت ہو۔ ان کے اچھے۔نیک اور پاک کام کرتے پر خدا نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور نعوذ باللہ ان کے کسی بُرے کام پر اللہ نے کسی کو خبر تک نہ دی حالانکہ قرآن پاک نازل ہوتا رہا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ابھی آنا جانا بند نہیں ہُوا تھا۔

اعتراض ۳:۔ بیعت کرنے والے تمام مومن ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان میں منافق بھی تھے۔

جواب:۔ جب قرآن و حدیث اور کتبِ شیعہ سے بھی یہ ثابت ہے۔ کہ وہ بیعت کرنے والوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تو ان حضرات کے متعلق یہ گمان کرنا نعوذ باللہ وہ منافق تھے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے، اس لئے کہ قرآنِ پاک کا فیصلہ تو منافقین کے متعلق یہ ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور وہ جہنّم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے مگر اس کے برخلاف انہیں رضامندی اور جنّت کی بشارت دی جا رہی ہے۔

کشف الغمہ۔ از جابر ابن عبداللہ انصاری روایت است کہ ما دراں روز ہزار و چہار صد کس بود دراں روز من از حضرت پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضراں نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روئے زمین و ما ہمہ دراں روز بیعت کردیم و کسے از اہلِ بیعت نکث ننمود مگر قید بن قیس کہ آں منافق بیعت خود را شکست۔

جابر ابن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ ہم بیعت کے روز چودہ سو تھے ہم نے اس روز حضور علیہ السلام کی زبانِ پاک سے یہ سُنا کہ تم بہترین اہلِ زمین سے ہوا ور اس روز ہم سب نے بیعت کی اور کسی نے اس

بیعت کو نہیں توڑا مگر قید بن قیس منافق نے اپنی بیعت کو توڑ دیا۔ جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر یارانِ نبی پر کسی قسم کی جرح قارح کرنی صرف جہالت ہی نہیں ضلالت بھی ہے۔

پارہ ۱۱۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰ :۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؀

اور وہ مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اور امداد کرنے میں پہل کی اور جو ان کے پیچھے آئے۔ نیکی! احسان اور نیک نیتی سے تو اللہ راضی ہے ان سے اور وہ راضی ہیں اللہ سے! اور تیار رکھے ہیں ان کے لئے باغ! جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی مراد ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں خداوندِ تعالےٰ نے جس پیارے انداز میں مہاجرین و انصار کی مدح و ثنا۔ تعریف و توصیف اور فضیلت و عظمت بیان فرمائی ہے اگر کسی مسلمان کے دل میں شمعِ ایمان کی ایک کرن بھی موجود ہو تو وہ یارانِ مصطفٰے علیہ السّلام اور اصحابۂ کرامؓ کے دین و ایمان میں شک! اور ان کی عزت و آبرو پر حملے کرکے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کو برباد نہیں کر سکتا! اس لئے کہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کی اس سے بڑھ کر شان و عظمت! توقیر و حرمت اور عزت و فضیلت اور کیا ہوگی کہ خداوندِ تعالےٰ نے جن کے متعلق فرمادیا ہے۔ کہ مَیں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

خداوندِ تعالیٰ کا کسی پر راضی ہو جانا کوئی معمولی انعام نہیں ہے میرے خیال میں تو اس سے بڑھ کر خدا کی طرف سے اور کوئی انعام و اکرام۔ لطف و کرم اور مقام و احترام نہیں ہے کہ وہ خود اپنے کچھ بندوں کے متعلق اعلان کر دے کہ میں ان سے راضی ہوں!

زمین و آسمان۔ مکان و لامکاں۔ فرش و عرش! لوح و قلم! انسان و حیوان! جن و ملائکہ! حور و غلمان اور اولیا و انبیا غرضیکہ کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر چیز کی یہی تمنا ہے کہ خدا مجھ پر راضی ہو جائے! ایک عابد ساری ساری رات صرف اس لئے جاگتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے! ایک حاجی کعبہ کا طواف اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے اور ایک مجاہد میدانِ جہاد میں اپنے سر پر کفن باندھ کر صرف اس لئے لڑتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے لیکن کسی کو علم نہیں کہ خدا مجھ پر راضی ہو گیا ہے کہ نہیں کیونکہ اس نے کسی اور کو یہ بتایا ہی نہیں ہے۔

ہاں مگر جب ہم قرآن و حدیث اور کتبِ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اس کائناتِ ارضی و سماوی اور اس مخلوقِ فرشی و عرشی میں سے کچھ ایسے مقدس انسان بھی موجود ہیں کہ جن کے متعلق خدا نے خود اعلان کر دیا ہے کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

غور کرو۔ کہ کسی بندے پر خدا کا راضی ہو جانا تو اس بندے کی نیک بختی اور خوش قسمتی ہے لیکن بندے کا خدا سے راضی ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ خدا کے راضی ہو جاتے پر راضی ہیں۔ اور جن پر خدا راضی ہو گیا ہے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ نبی کے ساتھ

ہجرت میں پہل کرنے والے اور ان مہاجرین کی سب سے پہلے امداد کرنے والے۔

اور سب سے پہلے نبی کے ساتھ ہجرت کرنے والے کون ہیں؟

حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ!

اور سب سے پہلے مہاجرین کی امداد کرنے والے کون ہیں؟

حضرتِ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ!

توجن اصحابۂ کرامؓ سے خداوندِ تعالےٰ ان کے اعمالِ صالحہ! افعالِ حسنہ اور ان کے تقدس و اتقا اور ان کے دین و ایمان کی بنا پر راضی ہو جائے اور وہ خدا کی اس عطا پر راضی ہوں، تو پھر یہ شیعہ کون ہیں جو خدا اور اصحابِ رسول کے درمیان ہو جانے والے اس راضی نامہ کو اپنی شرمناک چالوں سے توڑنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار ساتھیوں کے لئے جو جنّت کے باغ تیار کر رکھے ہیں اپنے من گھڑت تشکوک وشبہات اور بے معنی نفرت وعداوت کے تیروں سے ان سدا بہار باغوں کے پتّے جھاڑنے کی بے فائدہ سعی کر کے کملی والے کی شفاعت سے محروم ہو رہے ہیں!

جب اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرتِ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اوّل المہاجرین ہیں تو پھر کسی کو ان کے ایمان و تقدس اور دامنِ رضائے خدا میں داخل ہوتے جنّت کے باغوں میں سیر کرنے میں بھی کسی کو کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہنا چاہیئے!

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ہجرت کی رات کو حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبیٔ کریم علیہ السلام کے بستر پر لیٹنا اپنے نبی کی آبرو پر اپنے آپ کو

فدا کر دینے کے پیشِ نظر تھا اس لئے کہ اس رات کفارِ مکہ نبیٔ کریم علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ لے کر آئے تھے اور حضرتِ علیؓ کا یہ عمل حضرتِ ابو بکر صدیقؓ کے مُحبتِ رسول علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس کا مفصل جواب تو انشاء اللہ العزیز فضائلِ صدیق اکبر کے باب میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرتِ علیؓ نے ہجرت کی رات نبیٔ کریم علیہ السلام کے بستر پر لیٹ کر اور اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈال کر بہت بڑی سعادت حاصل کی اس لئے کہ اس رات نبی کے بستر پر سونا گویا کفارِ مکہ کی تلواروں کا مقابلہ کرنا تھا اور موت و حیات سے دست بدست جنگ تھی اور مکہ کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں سے لڑائی تھی۔

اور ہر لمحہ جان جان کا خطرہ تھا اس لئے کہ کافر پورے ساز و سامان اور اٹل ارادے سے آئے تھے!

مگر حضرتِ علیؓ بھی ایمان کے کوہِ گراں تھے اور انہوں نے بغیر کسی تامل کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا! اس لئے کہ نبی کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے! مگر حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کا ہجرت کی رات اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ جانا بھی کوئی معمولی عمل نہیں تھا اور انہوں نے بھی بغیر کسی سوچ بچار اور ہچکچاہٹ کے نبیٔ اکرم علیہ السلام کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی!

اس رات اور اس سفر میں حضور علیہ السلام کی رفاقت و مصاحبت دراصل مصیبتوں اور خطروں کے سمندر میں کودنا تھا اور قدم قدم پر موت و ہلاکت کو آواز دینا تھا!

اس لئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہ تھا بلکہ زندگی اور موت کا سودا تھا!
مگر حضرتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوئی مطلب پرست اور خود غرض ساتھی
نہیں تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں یارِ غار، وفادار ساتھی! جانثار رفیقِ سفر اور سرفروش غلام تھے!
اور کفارِ مکہ نے جب اندر آکر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نبی کریم علیہ السلام
کی بجائے حضرت علیؓ کو دیکھا تو وہ بغیر کسی تعرض و حملے کے واپس چلے گئے۔ بخلاف
اس کے اس رات اس خطرناک سفر میں اگر کفارِ مکہ نبئ کریم علیہ السلام کو کہیں دیکھ
لیتے تو پھر منصف مزاج حضرات سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا!
لہٰذا نبیؐ کے بستر پر سونے کے عمل سے نبیؐ کے ساتھ جانے کا عمل افضل ہے!
دوسری بات یہ ہے کہ جبتک حضرتِ صدیق اکبرؓ اپنے محبوبِ حقیقی علیہ السلام
کے پاس رہے اس وقت تک حضرتِ علیؓ نبئ کریم علیہ السلام سے دور رہے! یعنی
صدیقِ اکبرؓ اس عرصہ میں علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حضرت علی المرتضیٰؓ غائب!
اب شیعہ حضرات بتائیں کہ خداوندِ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی اس
آیتِ مبارکہ میں جن مہاجرین و انصار کی شان بیان کرتے ہوئے ان
سے راضی ہونے کا تمغۂ خوشنودی عطا کیا ہے۔ اور ان کے اخلاق و اخلاص!
تقدس و اتقا! اعمالِ صالحہ اور دین و ایمان کے بدلے میں جنت کے باغ
تیار کر رکھے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ان مہاجرین و انصار کی مقدس جماعت میں حضرت
صدیقِ اکبرؓ حضرتِ عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں کہ نہیں؟
اگر نہیں تو ثابت کرو؟
اور اگر ہیں تو پھر ان کے دین و ایمان اور ان کے جنتی ہونے میں شک کیوں؟
ہو سکتا ہے کہ کوئی بے ادب شیعہ مولوی یہ کہے کہ چونکہ اس آیت میں اصحابِ ثلاثہ کے
نام مذکور نہیں ہیں اس لئے یہ آیت ان کی شان و فضیلت میں نہیں ہے!
تو اس شبہ کے ازالہ کے لئے اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں

پنجتن پاک یعنی حضرتِ علی۔ حضرتِ فاطمہ۔ حضرتِ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام مذکور نہیں ہیں تو کیا محض اس واہیات خدشہ کی بنا پر پنجتن پاک کی عظمت و فضیلت کا انکار کر دیا جائے۔ نعوذ باللہ ——— وہاں بھی کُتبِ تفاسیر اور احادیثِ نبوی اور شواہداتِ تاریخ اور معتبر روایات کے پیشِ نظر خاندانِ نبوّت کے مقدس افراد کی عزّت و حُرمت اور فضیلت و عظمت پر ہر مسلمان کا ایمان رکھنا ایمان کی شرطِ اوّل ہے!

مثلاً۔ آیتِ تطہیر اور آیتِ مباہلہ کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ یہ آئتیں اہلِ بیتِ اطہار اور پنجتن پاک کی شان و فضیلت میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن ہر دو آئتوں میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے۔ صرف احادیثِ مصطفےٰ علیہ السّلام اور کُتبِ تفاسیر اور روایاتِ معتبرہ کی بنا پر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دونوں اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل و محاسن میں نازل ہوئی ہیں!

یہاں اس آیتِ کریمہ میں اگرچہ اصحابِ ثلاثہ کا نام مذکور نہیں ہے لیکن احادیثِ مصطفےٰ علیہ السّلام اور کُتبِ تفاسیر میں پوری وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ جن مہاجرین و انصار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ان میں یہ اصحابِ ثلاثہ بھی شامل ہیں! اور نہ صرف یہ کہ احادیثِ نبوی اور کُتبِ تفاسیر سے یہ ثابت ہے بلکہ شیعہ حضرات کے آئمہ مجتہدین کی معتبر کتابوں اور ان کی تفسیروں میں بھی پوری تفصیل سے اصحابِ ثلاثہ کے نام مذکور ہیں جن کی وضاحت تو انشاء اللہ آگے آئے گی۔ یہاں صرف ایک دو حوالے ہی کافی ہیں!

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۲ حضرتِ اُمّ معبد کے بھائی حضرت حُبیش بن خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اُخْرِجَ مِنْ مَکَّۃَ خَرَجَ مُہَاجِرًا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ ھُوَ وَاَبُوْبَکْرٍ۔

کہ جب نبئ کریم علیہ السّلام مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منوّرہ کو چلے تو حضرتِ ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے!

تفسیر حضرتِ امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲:۔ فرماتے ہیں کہ جب نبئ کریم علیہ السّلام نے مکّہ مکرّمہ چھوڑ کر مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی، تو جانے سے پہلے حضور علیہ السّلام نے حضرتِ ابُوبکرؓ سے فرمایا۔

اَرَضِیْتَ اَنْ تَکُوْنَ مَعِیْ یَا اَبَا بَکْرٍ!

کہ اے ابُوبکرؓ کیا تُو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے۔ آگے تفصیل لکھی ہے کہ حضرتِ ابو بکرؓ بھر شوق و ذوق اور عشق و مُحبّت سے نبئ کریم علیہ السّلام کے ساتھ چلے گئے۔

اور اگر کوئی دشمنِ اصحابۂ کرامؓ یہ کہے کہ یہ آیتِ پاک ان مہاجرینؓ انصار کی فضیلت میں نازل ہُوئی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت کی تھی۔ اور جنہوں نے خالص اللّٰہ کے لئے مدد کی تھی نہ ان کے حق میں کہ جنہوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ کے لئے کی تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہجرتِ اسلام کے ابتدائی دَور میں ہُوئی اور اس وقت دولت کے کون سے خزانے تھے جن کے لئے طمع و لالچ کیا جاتا!

اسلام کے ابتدائی دَور میں تو مسلمانوں کو پیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ چہ جائیکہ ان کے پاس سونے و چاندی کے ڈھیر ہوتے! اور خود شہنشاہِ دوعالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے خانۂ اقدس میں تین تین دن

تک آگ نہیں جلتی تھی اور بھوک کی شدت کو مٹانے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

اور کیا مدینہ منورہ کے رہنے والوں نے مہاجرین کی اس لئے عزت و مدد اور خاطر و مدارات کی تھی کہ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ بہت سا مال و دولت لے کر آئے ہیں اگر یہ ٹھیک ہے تو شیعہ حضرات ثابت کریں؟

اور اگر غلط ہے تو پھر ان پر طمع و لالچ کی خاطر گھر بار چھوڑنے کا الزام لگانا قرآن و حدیث کا انکار ہے اور قرآن و حدیث کا انکار کرنا کفر ہے!

قرآن پاک میں خداوند تعالےٰ نے بے ادب شیعوں کے دلوں میں اصحابِ کرامؓ کے متعلق پیدا ہونے والے ان شبہات کا بھی خود ہی جواب دے دیا ہے۔

پارہ ۱۷ سورۃ الحج۔ آیت ۴۰:۔ اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ!

کہ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی جرم و قصور کے نکالے گئے۔ صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا ربّ اللہ ہے۔

یہ آیتِ مبارکہ صاف بتلا رہی ہے کہ ہجرت کرنے والوں اور اپنے گھر بار اور خویش و اقارب چھوڑنے والوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ اور نفسانی خواہشات کے پیشِ نظر ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے صرف اللہ کے لئے ہجرت کی تھی اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کو ربّ کہتے تھے!

جب خداوندِ تعالےٰ خود ہی اس بات کی تصدیق کر دے کہ اصحاب

رسول علیہ السّلام کی ہجرت کسی مال و دولت کے لالچ اور خواہشاتِ نفسانی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ محض اللہ کی حقانیت و ربوبیت کی خاطر اور اپنے دین وایمان کی حفاظت کے لئے تھی۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے تعصب و عناد کی بنا پر کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کے جانثار غلاموں کی پاک نیتوں پر حملہ کرے!

پارہ ۱۰۔ سورہ انفال۔ آیت ۷۴ :- وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ!

ترجمہ :- اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وُہی لوگ پکے سچے مومن و مسلمان ہیں اور ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے!

اس آیتِ پاک پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ خداوندِ تعالےٰ نے کس پیارے انداز میں اور کس اَحسن طریقے سے اصحابِ رسول علیہ السّلام کی شان و فضیلت اور توقیر و عظمت کو بیان کر کے گستاخانِ اصحابِ پیغمبر علیہ السّلام کے تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہُوئے غلامانِ مصطفےٰ یارانِ نبیؐ اور محبانِ اصحابِ کرامؓ کے دلوں کے لئے مسرت و راحت کا سامان پیدا کر دیا ہے اور مسلکِ حقہ اہلِ سُنّت و جماعت کے پیروکاروں کے سینوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی ضیا کی دولت عطا کر دی ہے۔ اور سُنیّوں کے دین وایمان کے چمنستان میں بہارِ جانفزا کے دلفریب جھونکوں سے کیف و مستی کے

پھول کھلا دئے ہیں!

اب شیعہ حضرات یہ بتائیں کہ اگر وہ واقعی صحیح معنوں میں موجودہ قرآنِ پاک پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ان آیاتِ قرآنی کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ جن میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار یاروں کے دین و ایمان! اُن کی حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ ان کے جنتی ہونے پر بھی مُہر ثبت کر دی ہے۔

خداوندِ تعالیٰ تو اصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پکّے و سچّے مومن و مسلمان ہونے کا بار بار اعلان کرتا ہے مگر یہ لوگ خدا کے اعلان کو بھی جھٹلا کر ان کے دین و ایمان میں شک کرکے اور نعوذ باللہ ان پر نفاق و گمراہی کے فتوے لگا کر اپنی کشتِ ایمان کو برباد کر رہے ہیں!

اور پھر یہ بھی بتائیں کہ اس آیتِ پاک میں جن لوگوں کے کامل ایمان کی تصدیق کی گئی ہے اور جن کو رحمت و بخشش کا یقین دلایا گیا ہے اور جن کو جنّت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اصحابِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے علاوہ اور کون تھے؟

اگر ان کے علاوہ وہ کوئی دُوسرا گروہ تھا تو ان کے نام بتاؤ؟ اور اگر یہی تھے جن کو تم گالیاں دیتے ہو تو پھر قرآنِ پاک پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر خدا و رسول کو راضی کر لو!

پ ۴ سُورہ اٰلِ عمران۔ آیت ۱۱۰: ۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ!

ترجمہ: ۔ تم سب اُمّتوں میں سے بہتر اُمّت ہو تمہیں پیدا کیا

گیا ہے یا تمہیں چن لیا گیا ہے کہ تم انسانوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو! اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو!

یہ آیتِ مبارکہ بھی منکرینِ اصحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے صحابۂ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ تم بہتر اُمت ہو اور میں نے تم کو نسلِ انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے لئے منتخب کر لیا ہے!

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا جن کو بہتر اُمت کہہ کر مخاطب کرتا ہے یہ گستاخانِ اصحابہ ان کو بدترین اُمت کہتے ہیں اور ان کی فضیلت و عظمت کا انکار کر کے اپنی ضلالت و گمراہی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں!

نام نہاد شیعانِ علیؓ بتائیں کہ اگر اصحابۂ کرامؓ بہترین اُمت نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کن سے ہے؟

اور اگر ان کے اعمال اچھے نہ تھے تو اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کن کی طرف ہے؟

اور اگر وہ پکے و سچے مومن نہیں تھے تو خدا تعالےٰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کن کے متعلق فرما رہا ہے؟

تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۲۸۷۔ اس آیت پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے علّامہ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی نے لکھا ہے۔ کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہود نے حضرتِ عبداللہ بن مسعود اور دیگر اصحابہ کرام سے کہا نَحْنُ اَفْضَلُ مِنْكُمْ وَدِيْنُنَا خَيْرٌ مِّنْكُمْ کہ ہم لوگ تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین بھی تمہارے دین سے اچھا ہے

بہتر ہے!

تو مشرکینِ عرب کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب پاک علیہ السلام کے وفادار غلاموں یہ مشرکین اپنے زعم باطل کی بنا پر تمہیں جو جا ہیں سو کہیں مگر جب میں اعلان کرتا ہوں کہ تم سب سے بہتر اور اچھے ہو اور تمہارا دین بھی تمام ادیان سے بہتر اور افضل ہے اور تمہارا دین ہی حق ہے!

آیت کریمہ کے شانِ نزول کو سمجھنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یہ آیت تو مشرکینِ عرب اور کفارِ مکہ کے جواب میں ان کے زعم باطل کے رد کے لئے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ نعوذ باللہ انہیں پر نفاق و کفر کے فتوے لگاتے ہیں!

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۶ ۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ وَالْمَعْنٰى اَنَّكُمْ كُنْتُمْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ مَوْصُوْفِيْنَ بِاَنَّكُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ ـــــ خَيْرَ الْاُمَمِ وَاَفْضَلِهِمْ!

کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار یارو یہی نہیں کہ تم آج ہی بہتر اُمت ہوئے ہو بلکہ یہ تمہارا انعام تو لوحِ محفوظ پر بھی لکھا ہوا تھا!

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرتِ ضحاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ وَلٰكِنَّ فِيْ خَاصَّةٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُمْ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ!

کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ کا خطاب نبیٔ کریم علیہ السلام کے اصحابہ کے لئے مخصوص ہے!

وَ مَخْصُوْصٌ بِقَوْمٍ معینین مِنَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُمْ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ!

اور یہ خطاب نبیٔ کریم علیہ السّلام کی مدد کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی!

پ۴ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۲۳:۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ!

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی اس کے باوجود کہ تم لوگ دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور بے حقیقت تھے پس خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ اس کے شکر گزار رہو!

اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام اس وقت تم ایمان والوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ خدا تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے!

قرآنِ مجید کی یہ آیت کریمہ بھی شانِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روشن کرنے کے لئے ایک زندہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یارانِ نبی علیہ السّلام کے دین و ایمان پر ایک مُہر ہے اور ان کا اسلام کی عظمت! دین کی سربلندی اور قرآن و ایمان کی آبرو کی خاطر میدانِ جہاد میں لشکرِ کفّار کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑنے کی ایک روشن دلیل ہے!

جنگِ بدر ——— توحید و شرک کی پہلی جنگ تھی اور اسلام و کُفر کی پہلی لڑائی۔ نیکی و بدی کا پہلا تصادم تھا اور حق و باطل کا پہلا معرکہ!

اور یہ وُہی جنگ ہے جس میں کفر اپنی پُوری طاقت کے ساتھ میدانِ بدر میں اسلام کو مٹانے کی خاطر پرے جمائے بیٹھا تھا اور ادھر شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ اسلام کے مجاہدوں! دین کے غازیوں اور توحید کے پرستاروں کی ایک مُٹھی بھر رُوحانی جماعت لے کر کفر و الحاد اور ضلالت و گمراہی کو مٹانے کے لئے کفارِ مکہ کی پُوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیرِ لشکر بن کر میدانِ بدر میں رونق افروز ہوئے!

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم تھا اور یہ غازیانِ اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور جن کے ہاتھوں میں ٹوٹی ہُوئی تلواریں تھیں آج ساری دُنیا کی تقاریر بنانے جا رہے تھے! اگرچہ ان کے پاس کوئی سامانِ جنگ نہیں تھا مگر پھر بھی یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا

کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

یہ دلق پوشوں کا رُوحانی ٹولہ یہ صبر کوشوں کی مقدس جماعت اور یہ فاقہ مستوں کا نُورانی گروہ گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی ہوئی کمانیں! ٹوٹے ہُوئے نیزے اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر جب تاجدارِ عرب و عجم کی قیادت میں میدانِ بدر میں آیا تو ان کا مقصد جاہ و حشمت! دولت و ثروت اور ملک گیری کی ہوس نہ تھا بلکہ حق پرستوں کی یہ جماعت اسلام کی عظمت! دین کی حفاظت! مذہب کی رکھوالی اور قرآنِ پاک کی نشر و اشاعت کی خاطر کفارِ مکہ کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی!

اور یہی وہ جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے لڑتا ہُوا دیکھا گیا اور جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں! ایک ہی قبیلہ کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹولے آپس میں دست و گریباں ہُوئے ایک کفر و شرک! ضلالت و گمراہی اور وحشت و بربریت کے دریا میں غرق تھا اور دُوسرا توحید و رسالت! رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کا محافظ!

ایک اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا اور دُوسرا بچانے کے لئے ایک ناموسِ رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس کی حفاظت کی خاطر مر مٹنے کے لئے۔

ایک طرف عتبہ و اُمیہ تھے اور دُوسری طرف صدیقؓ و عمرؓ تھے! ایک طرف ابوجہل و ولید تھے اور دُوسری طرف علبیدہؓ و علیؓ تھے، برادری بھی ایک تھی اور قبیلہ بھی ایک تھا! رشتہ دار بھی تھے اور خاندان بھی ایک لیکن بھائی کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تیغ بیٹے سے!

اور پھر امام الانبیا علیہ السّلام نے میدانِ جنگ کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر فتح و نصرت کے لئے دُعا فرمائی!

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳:۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر کے دن نبیٔ کریم علیہ السّلام نے مشرکین کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی تو پھر کملی والے آقا علیہ السّلام نے یہ دُعا کی:۔

اللھم ان تھلک ھذہٖ العصابۃ من اھل الاسلام لا تعبد فی الارض!

کہ اے میرے اللہ یہ تین سو تیرہ جان نثار مسلمانوں کی جماعت لے کر میدان میں آگیا ہوں آج اگر تُو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو گئے۔ تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا!

اگر کفار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا
تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ السلام بذاتِ خود میدانِ جنگ میں تشریف لائے!

مگر جب کملی والا آگیا اُٹھ کر مصلّے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہلّے سے
صدائے نعرۂ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی
کہ اُمّت کے ضعیفوں کی مدد کو آگیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں! نیزے اُٹھے اور چلے! تیر کمانوں سے نکلے اور برسے!

میدانِ کارزار گرم ہُوا!

کافروں کو اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے دین و ایمان پر!

ان کو زہر آلود تیروں اور فولادی تلواروں پر بھروسہ تھا اور ان کو سہ

نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر بھالے پر
سہارا تو اِک سادہ سی کالی کملی والے پر

اور یہ وُہی جنگ ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک

علیہ السلام کی دعائے نصرت و فتح کو قبول کرتے ہوئے پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج بھیج کر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جس کا ذکر قرآنِ پاک کی آیت میں کیا گیا ہے کہ وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ!

تفسیر کبیر جلد ۴۔ صفحہ ۳۵۵:۔ فَقَالَ قَوْمٌ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ خَمْسِمِائَةٍ مَلَكٍ عَلَى الْمَیْمَنَةِ وَفِیْهَا اَبُوْبَکْرٍ وَمِیْکَائِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ خَمْسِمِائَةٍ عَلَى الْمَیْسَرَةِ وَفِیْهَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ!

کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کا لشکر لے کر میمنہ کی جانب آئے اور حضرتِ ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے اور حضرتِ میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کی فوج لے کر میسرہ کی طرف آئے اور حضرتِ علیؑ بھی ساتھ تھے!

تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۲۹:۔ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ یَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ فَلَمَّا اَسْلَمَ قَالَ لِاَبِیْهِ لَقَدْ اَهْدَفْتَ لِیْ یَوْمَ بَدْرٍ فَانْصَرَفْتُ عَنْكَ وَلَمْ اَقْتُلْكَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لٰکِنَّكَ لَوْ اَهْدَفْتَ لِیْ لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ!

کہ عبدالرحمٰن حضرتِ ابوبکر کے بیٹے جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کے ساتھ تھے اور پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنے باپ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے کہنے لگے کہ آپ میری زد میں تین دفعہ آئے مگر مَیں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا بیٹا اگر تو ایک دفعہ بھی میری زد میں آجاتا تو مَیں تجھے ضرور قتل کر دیتا اس لئے کہ دین و ایمان اور ناموسِ رسالت کے مقابلے میں بیٹا کوئی چیز نہیں ہے!

اب مَیں شیعہ مجتہدین سے پُوچھتا ہُوں کہ وہ ذرا انصاف پسند نظروں سے دیکھ کر اور منصف مزاج دلوں سے سوچ کر بتائیں کہ کیا یہ آیت قرآنِ پاک کی ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کریں!

اور اگر ہے تو پھر اس آیت پاک میں حضرتِ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور دُوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم داخل ہیں کہ نہیں؟

اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کریں؟ آیت میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کا یہ خطاب کہ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ کن سے ہے؟

اور اگر اس جنگ میں اصحابۂ کرامؓ بھی پُورے دین و ایمان کے جذبے کے تحت شریک تھے تو پھر ان کی شان اور ان کے ایمان میں کسی قسم کا شک کر کے اور قرآنِ پاک کو جھٹلا کر جہنّم کی آگ کا ایندھن کیوں بن رہے ہو؟

اور پھر مَیں یہ بھی پُوچھتا ہُوں کہ میدانِ جنگ میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کی دُعا میں جو مِنْ اَھْلِ اِلْاِسْلَامِ آیا ہے۔ اس سے کون لوگ مُراد ہیں؟

اگر اس دُعائیہ جملہ میں اصحابہ کرام داخل نہیں تو استثنا کی وجہ دلائل سے ثابت کریں!

اور اگر ہیں تو پھر یہ کتنے غضب کی بات ہے کہ قُرآنِ پاک میں خداوندِ تعالےٰ اور حدیثِ مُبارکہ میں امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم جن کے دین و ایمان کی گواہی دیں اور ان کے حق میں دُعائے فتح و نصرت فرمائیں اور اسلام کی عظمت اور دین کی سربلندی کا دارو مدار اپنے انہیں جانثار صحابۂ کرامؓ پر رکھیں ان کے بارے میں طعن و تشنیع کا بازار گرم کر کے اپنے دین و ایمان کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے!

ممکن ہے کہ یہ حضرات مذکورہ بالاحقایق کا اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر انکار کر کے یارانِ نبی پر یہ الزام لگائیں کہ وہ کسی جنگ میں بھی شریک

نہیں ہوئے اس روشن حقیقت پر بھی غور کریں!

تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۲۹ :۔ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے بہادر تھے اس لئے کہ جنگِ بدر میں ہم نے نبیٔ کریم علیہ السّلام کے لئے ایک اونچی جگہ بنادی تھی۔ فَقُلْنَا مَنْ یَّکُوْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِئَلَّا یَھْوِیْ اِلَیْہِ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَوَاللّٰہِ مَادَنَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ! —— اور پھر ہم نے مشورہ کیا کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ کون رہے تاکہ مشرکین مکہ نبیٔ کریم علیہ السّلام پر حملہ نہ کرسکیں تو فیصلہ ہوا کہ حضرتِ ابوبکرؓ کو حضور علیہ السّلام کے ساتھ رکھا جائے اور پھر ابوبکرؓ سے زیادہ ہم میں سے کوئی بھی نبیٔ کریم علیہ السّلام کے قریب نہ تھا!

حملہ حیدری مُلّا باذل ایرانی ۔ یہ شیعہ مجتہد لکھتا ہے ؎

ابُوبکر نزدِ نبی داشت جائے ٭ بگفت ای بحق خلق را رہنمائے

کہ جنگِ بدر میں ابُوبکر نبیٔ کریم علیہ السّلام کے بہت قریب تھے۔

شیعہ حضرات اگر قرآن و حدیث اور ہماری کسی کتاب کو نہیں مانتے تو نہ سہی اپنے ہی اس مجتہد ملّا باذل ایرانی کے اس حقیقت افروز بیان کو تسلیم کرکے اصحابۂ کرام کے متعلق تمام شکوک وشبہات کو دُور کرکے ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال کر خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرلیں!

آخر ملّا باذل ایرانی کوئی سُنّی تو نہیں تھا کہ اس نے اپنا مسلک صحیح ثابت کرنے کے لئے حضرتِ ابوبکرؓ کے متعلق یہ شعر لکھ دیا ہے بلکہ وہ شیعہ

تھا اور بہت بڑا عالم تھا مگر چونکہ فضائل اصحابِ کرام کا انکار کرنا چمکتے ہوئے سورج کا انکار کرنا ہے اور ان کے فضائل و محاسن اتنے روشن اور وسیع ہیں کہ ان کو چھپانا ایک انصاف پسند انسان کے لئے چاہیے وہ پکا شیعہ ہی کیوں نہ ہو بے انصافی ہے اس لئے ملا باذل ایرانی نے بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کٹر شیعہ ہونے کے باوجود بھی اپنی کتاب حملہ حیدری میں لکھ کر اپنے منصف مزاج ہونے کا ثبوت دیا ہے!

شیعہ حضرات کا اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگِ اُحد میں بھاگ گئے تھے بالکل بے بنیاد اور غیر حقیقت پسندانہ الزام ہے اس لئے کہ اوّل تو کتبِ تفاسیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ جیسا کہ تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۳۱۴ :- وکان اصحاب محمد علیہ السلام تولوا عنہ یوم احد الا ثلاثۃ عشر رجلا منھم ابوبکر وعمر وعلی وطلحۃ بن عبید اللہ وعبد الرحمٰن ابن عوف والزبیر وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ کہ جنگِ اُحد سے کچھ لوگ بھاگ گئے تھے مگر تیرہ جانثار ساتھی میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ، حضرتِ علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرتِ زبیرؓ اور حضرتِ سعدؓ بن ابی وقاص شامل تھے!

مجاہدینِ اُحد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :-

پ ۴ - سورۃ آلِ عمران - آیت ۱۲۱ :- وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ اِذْ

هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ!

اَے میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب تم اپنے بال بچّوں سمیت صبح ہی نکل کھڑے ہُوئے اور ایمان والوں کو لڑائی کے مورچے پر بٹھا رہے تھے اور خدا سب کچھ سُنتا جانتا ہے! یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تم میں سے دو گروہوں نے پسپا ہونے کا ارادہ کیا لیکن وہ پھر سنبھل گئے کیونکہ خدا ان کا سرپرست تھا اور مومنین کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے!

اس آیت سے مندرجہ ذیل حقایق روشن ہوتے ہیں۔

۱۔ مجاہدینِ اُحد پکّے مسلمان و مومن تھے۔

۲۔ لشکرِ اسلام کے جانباز سپاہی تھے۔

۳۔ ان کا مددگار و سرپرست خود خدا تعالےٰ تھا۔

سوال:۔ شیعہ حضرات سوال کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان اصحابہؓ کرام کا میدانِ جنگ سے بھاگنا ثابت ہوتا ہے اور میدانِ جہاد سے بھاگنا بہت بڑا گناہ و جُرم ہے؟

جواب:۔ بیشک میدانِ جہاد سے بھاگنا بہت بڑا جُرم ہے لیکن، اگر کوئی جج کسی ملزم کو بَری کردے تو پھر بھی اس کے جُرم کا تذکرہ گلی گلی کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے!

اوّل تو اصحابہؓ کرام کا بھاگنا کسی ثقہ اور قوی روایت سے ثابت ہی نہیں ہے اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کسی ضعیف سی روایت پر کسی کے ایمان و کفر کو جانچنا اُصولِ دین کے خلاف ہے؟

جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ حضرات بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے وہ اور لوگ تھے جو میدانِ اُحد سے بھاگ گئے تھے!

اور اگر ان کی یہ لغزش صحیح تسلیم بھی کر لی جائے تو پھر بھی اصحابہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دین و ایمان اور ان کی شان و عظمت کے دامن پر کوئی داغ نہیں آتا اس لئے کہ جب خدا تعالےٰ نے ان کی اس لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف فرما دیا ہے تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس معاملہ میں قیامت تک ٹانگ اڑاتا پھرے۔

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۵۵:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۚ

کہ جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں سو ان کو ڈگمگایا شیطان نے کچھ ان کے اعمال کی شامت سے اور ان کو اللہ نے معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے!

پارہ ۴۔ سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۵۲:۔ وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤی اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىکُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَکُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَکُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْکُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

اور بیشک سچا کیا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم کاٹ رہے تھے اُن کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور تم جھگڑنے لگے اس معاملہ

ہیں اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ دکھا دی تم کو وہ چیز جس کو تم دل سے چاہتے تھے تم میں سے بعض وہ ہے جو چاہتا ہے دنیا اور بعض وہ ہے جو چاہتا ہے آخرت پھر ہٹا دیا تم کو ان سے تاکہ آزمائے تم کو اور بیشک اس نے معاف کر دیا تم کو اور اللہ بڑے فضل والا ہے مسلمانوں پر۔

قرآنِ پاک کی ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوندِ تعالیٰ نے میدانِ اُحد سے بھاگنے والے مسلمانوں کی لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف کر دینے اور فضل کرنے اور بخشنے کا اعلان فرما دیا ہے۔

اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یارانِ نبی پر بھاگنے کے الزام لگا ان پر کفر و نفاق کے فتوے لگاتے ہیں تو اس کا پھر مطلب یہ ہے یہ لوگ واقعی نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی حدیث کو اور یہ حضرات فرمانِ خداوندی کو جھٹلا کر اور کلامِ خدا میں شک کر کے اپنی دین و ایمان کی کھیتی کو خود ہی پامال کر رہے ہیں!

اب اس سے زیادہ اصحابِ رسول علیہ السّلام کی شان و عظمت اور عزّت و فضیلت اور کیا ہو گی کہ پیغمبرِ خدا ان کے حق میں دعائے فتح و نصرت کرتے ہیں اور بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر آئندہ اسلام کی عظمت کا دارومدار ہے اور انہیں کے ذریعے سے دنیا میں تیرا نام بلند ہو گا اور اگر یہ مٹ گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو گا!

ان دونوں آیتوں میں یہ الفاظ اور بھی قابلِ غور ہیں۔ تبوی المؤمنین۔ واللہ ولیھا ۔ فلیتوکل المومنون ۔ واللہ ذو فضل علی المومنین!

اگر یارانِ نبی علیہ السلام میدان سے بھاگ کر نعوذ باللہ کافر یا منا
ہو گئے ہوتے تو خدا تعالےٰ ان کو بار بار مومنین اور مومنون نہ کہتا اور
واللہ ولیہما کہہ کر ان کی مدد و نگہبانی اور سرپرستی کا اعلان نہ کرتا
حملہ حیدری ملا باذل ایرانی صفحہ ۷۲ :-

پس ازیں خبر سیدالمرسلین
یکے انجمن ساخت با اہلِ دین
بفرمود آنکہ با اصحابِ خویش
کہ اے حق پرستانِ پاکیزہ کیش

کہ جب نبیٔ کریم علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ کفارِ مکہ ایک بہت بڑا لشکر
لے کر میدان میں آگئے ہیں تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے مشورہ کے لئے اپنے
دین پرست دوستوں اور ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے حق پرست
اور پاکیزہ مذہب رکھنے والو بتاؤ کفار کا مقابلہ کس طرح کیا جائے!
تو حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا :-

بگفتند یا سیدالمرسلین
قدم پیش بگذار و مارا ببین
کہ با دشمنِ دین چہا میکنیم
چہ سال در بیت جانِ فدا میکنیم

کہ اے تمام رسولوں کے سردار! آپ لڑنے کے لئے قدم آگے
بڑھائیں اور ہم کو دیکھیں کہ ہم کس جانفشانی اور بہادری سے
لڑ کر دین کے دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور ہم اپنی جانیں قربان
کر دیں گے مگر اسلام کی عظمت کے جھنڈے کو سرنگوں نہیں ہونے دیں گے

شیعہ حضرات اپنے ملّا باذل ایرانی کے ان اشعار پر غور کریں کہ وہ کس
عقیدت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دین وایمان اور
ان کے جذبۂ جہاد کو بیان کر رہا ہے اور اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی
جانیں قُربان کر دینے کے عزم کو ظاہر کر رہا ہے!
تو بھلا وہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے ایسے وفادار غلام جانثار ساتھی
اور سرفروش مجاہد جو سب سے پہلے دین کی سربلندی اور اسلام کی عظمت
اور ناموسِ رسالت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قُربان کر دینے کا عہد
کریں ان کے متعلق یہ گمان بھی کرنا کہ وہ کسی میدانِ جہاد سے بھاگ گئے
ہوں گے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟
اصل میں بات یہ ہے کہ جنگ اُحد میں کفارِ مکّہ نے یہ مشہور کر دیا تھا
نعوذ باللہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم قتل کر دئے گئے ہیں!
اس بدترین خبر کے بعد بھلا مسلمانوں کا جم کر لڑنا کیسے ممکن تھا جبکہ
ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ان کا امیر سیّد المرسلین علیہ السّلام مارے گئے ہیں۔
اس افراتفری اور خوف وہراس کے عالم میں مجاہدین ادھر ادھر
بھاگنے لگے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ کیا ہمارے آقا ومولا واقعی مارے گئے
ہیں؟ ان کی اس بھاگ دوڑ کو میدانِ جنگ سے فرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔
یا پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گئی تو کچھ لوگوں نے مالِ
غنیمت حاصل کرنے کے لئے اپنے مقام کو چھوڑ دیا جس کو بھاگنے سے
تعبیر کیا گیا ہے۔
اور پھر نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے میدانِ بدر میں اسلام کی فتح و
نُصرت کے لئے جو دُعا فرمائی تھی اگر شیعہ حضرات اپنی آنکھوں سے

تعصب وعناد کی پٹی اُتار کر دیکھیں اور یارانِ نبی کے متعلق بدگمانی و ہٹ دھرمی کے گرد و غبار کو اپنے دل و دماغ سے جھاڑ کر سوچیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ان مسافروں کو صحیح راستہ نہ مل سکے اور ان کے تاریک دلوں میں نورِ ہدایت کی روشنی نہ پہنچ سکے۔

دُعا یہ ہے۔کہ اَے اللہ! اپنے جانثار مسلمانوں کی مُٹھی بھر جماعت لے کر میدان میں آگیا ہُوں اگر آج یہ ہلاک ہوگئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مجاہدینِ بدر کو مسلمان فرمانا کتنی بڑی سعادت ہے۔ کتنا بڑا انعام اور کتنا بڑا احسان ہے۔

اور وہ انسان کتنا بڑا احمق ہے جو ان مقدّس انسانوں کے ایمان و اسلام میں شک کرتا ہے جن کو کملی والا اپنی زبانِ پاک سے مسلمان فرماتا ہے۔

اور اس دُعا میں یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو ہو جاتی ہے کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنگِ بدر میں نہ صرف یہ کہ اسلام کی عظمت! دین کی سربلندی اور حق و ہدایت کی عزّت و آبرو کو مجاہدین بدر کی زندگی و سلامتی پر موقوف کر دیا تھا بلکہ زمین پر عبادتِ خداوندی۔توحیدِ باری تعالےٰ کی حفاظت اور رسالت و قرآن کی رکھوالی۔نیکی و شرافت کی نگہبانی اور حق و صداقت کی پاسبانی کا دارو مدار بھی انہیں مجاہدینِ بدر پر چھوڑ دیا تھا۔جو ناموسِ اسلام کی خاطر اپنے پُورے جوشِ ایمان سے کفّارِ مکّہ کے ساتھ میدانِ بدر میں لڑنے

آئے تھے۔ اس لشکرِ اسلام میں حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرتِ سیدنا عمرِ فاروقؓ اور حضرتِ سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی شامل تھے۔

پھر جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی۔ دین سربلند ہوا۔ حق کا پرچم لہرایا۔ نیکی جیت گئی اور شیطانی قوت کے مقابلہ میں رحمانی طاقت غالب آئی۔

اور پھر میدانِ بدر میں جوشِ ایمان اور غیرتِ دین کے ساتھ مشرکینِ مکہ سے لڑنے والے اسلام کے بہادر سپاہیوں۔ دین کے سچے پرستاروں اور کملی والے آقائے دو عالم کے جانثار غلاموں کو خداوندِ تعالےٰ کی طرف سے جو انعام ملا وہ یہ ہے:-

مدارج النبوت جلد ۲۔ جنگِ بدر:-

فَاعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ!

کہ اے میرے دین کو سربلند کرنے والو اور اے میرے نام کو زندہ رکھنے والو اور اے میری توحید کے پرچم کو لہرانے والو اور اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں آج کے بعد تم جو چاہو سو کرو۔ میں نے تمہیں اس جنگ میں بڑی بہادری شجاعت سے لڑنے اور تمہارے دین و ایمان کو دیکھ کر بخش دیا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۳۰۲:- مجاہدینِ بدر کی بخشش کی تصدیق فتحِ مکہ کے وقت اس مشہور واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ نبئِ کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی فتح کے لئے مدینہ منورہ کے اطراف و اکناف سے اسلام کا ایک بھاری لشکر تیار کرنے کے لئے مختلف قبائل کی طرف پیغامات

---

[1] ترجمہ مدارج النبوت مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی صفحہ ۱۴۶۔

دیکھئے تو حضرت حاطب بن ابی نے نبیٔ کریم علیہ السّلام کے فتح مکّہ کے ارادے اور لشکرِ اسلام کی تیاری کے متعلق مشرکینِ مکّہ کی اطلاع کے لئے ایک خط لکھ کر قبیلہ خزیمہ کی ایک عورت جس کا نام ظعینتہ تھا دے کر اُسے کہا کہ میرا یہ خط فوراً مشرکینِ مکّہ کو پہنچا دے۔

حضرت حاطب کا یہ خط جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی وہ عورت لے کر مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوگئی تو امام الانبیا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور ایک عورت خط لے کر مکّہ کی طرف جا رہی ہے اُسے پکڑ کر لاؤ۔

مسلمانوں کا ایک دستہ اس عورت کی تلاش میں روانہ ہوگیا اور مدینہ سے تھوڑی ہی دُور اس عورت کو پکڑ لیا اور اس پوشیدہ خط کے متعلق دریافت کیا۔

پہلے تو وہ انکار کرتی رہی مگر جب مسلمانوں نے یہ کہا کہ ساری دُنیا جھوٹی ہوسکتی ہے لیکن ہمارا آقا جھوٹا نہیں ہوسکتا اس لئے کہ اس کا ہر فرمان وحیِ الٰہی ہوتا ہے۔ تو اُس عورت نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرت حاطبؓ کو بُلا کر فرمایا اے حاطب یہ تُو نے کیا کیا اور کیوں کیا؟

حضرت حاطبؓ نے دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم چونکہ میرے بچّے ابھی تک مکّہ میں کفّارِ مکّہ کے رحم وکرم پر ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے کفّارِ مکّہ خوش ہو جائیں گے اور میرے بچّے ان کے ظلم وستم سے محفوظ رہیں گے! اور میں سچّے دل سے خدا و رسول پر

ایمان رکھتا ہُوں اور دین و اسلام کا اتنا ہی شیدائی ہُوں جتنے کہ دُوسرے مسلمان!

حضرت حاطب رضؓ کے اس معقول عذر کو سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ ہے۔ اس لیئے کہ مجاہدین بدر کے متعلق خدا یہ وعدہ کر چکا ہے
اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔
کہ اے جنگِ بدر میں شریک ہونے والو میرے محبوب کے وفادارو جانثار ساتھیو! آج کے بعد تم جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

شیعہ حضرات اگر تاریخ اسلام کے اس مشہور و معروف اور ایمان افروز واقعہ کو ذرا بھی انصاف پسند نظروں سے دیکھیں اور اپنے دل و دماغ سے بُغض و عناد کے گرد و غبار کو جھاڑ کر سوچیں تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دین و ایمان اور ان کی عظمت و توقیر میں کسی قسم کا شک کرنا کُفر ہے!

اور مجاہدین بدر کے متعلق جن میں حضرتِ ابو بکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر رضؓ فارُوق اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پُورے ایمان و خلوص اور عزم و استقلال کے ساتھ دین و اسلام کی عظمت حق و صداقت کی سربلندی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کی خاطر شریک تھے ان کی شانِ اقدس میں گستاخی اور ان کی عظمت و توقیر اور بخشش و رحمت اور ان کے جنّتی ہونے میں کسی قسم کی بدگمانی کرنا ضلالت و گمراہی ہے اس لیئے کہ ایک روایت میں ان کے متعلق خداوند کریم کی طرف سے انعام بھی ملا تھا۔ وَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ۔ کہ میں نے تم پر جنّت بھی واجب کر دی ہے۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۰۲ - میں یہ واقعہ اس طرح ہے حضرت ابُو عبیدؓ بن ابی رافع جو کہ حضرتِ علیؓ کے کاتب تھے - فرماتے ہیں کہ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے - زبیرؓ اور مقدادؓ کو فرمایا کہ روضہ خاخ کی طرف جاؤ وہاں ایک عورت ہے جس کا نام طعینتہ ہے مَعَھَا کِتَابٌ فَخُذُوْہٗ مِنْھَا اور اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے لو۔

حضرتِ علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم روانہ ہو گئے اور اس عورت کو پکڑ لیا فَقُلْنَا اَخْرِجِیْ الْکِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِیْ کِتَابٌ - پس ہم نے کہا کہ تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال دے - اس عورت نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔

حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اگر تُو نے وہ خط ہمیں نہ دیا تو ہم تیری تلاشی لینے کے لئے تمہارے کپڑے اُتار یں گے - فَاَخْرَجَتْہُ مِنْ عِقَاصِھَا - پس اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں سے نکال دیا۔

ہم وہ خط لے کر نبئ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے - فَاِذَا فِیْہِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِی بلتعتہ اِلٰی نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ - پس وہ خط حضرتِ حاطب بن ابی بلتعتہ کی طرف سے تھا جو اُنہوں نے مکّہ کے کسی مشرک کی طرف لکھا تھا اور اس میں لشکرِ اسلام کی تیاری اور نبئ کریم علیہ السلام کے بعض ارادوں سے مشرکین مکّہ کو اطلاع دی گئی تھی۔

نبئ کریم علیہ السلام نے وہ خط پڑھ کر حضرتِ حاطبؓ کو بلایا اور

فرمایا یَا حَاطِبُ مَا ھٰذَا - کہ اے حاطب! یہ کیا ہے؟

حضرتِ حاطب رضی نے عرض کی لَا تَعْجَلْ عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہ اے اللہ کے رسول میرے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا۔

اصل میں بات یہ ہے کہ میرے بال بچے مکہ میں مشرکین مکہ کے رحم و کرم پر ہیں۔ میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے وہ لوگ خوش ہو کر میرے بال بچوں کو کچھ نہ کہیں گے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو میں دین سے پھر گیا ہوں اور نہ ہی میں مسلمانوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔

فقال النبی علیہ السلام صدق - پس نبیٔ اکرم علیہ السلام نے فرمایا سچ ہے۔

فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَضْرِبُ عُنُقَ ھٰذَا الْمُنَافِقُ۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام مجھے اجازت دو تاکہ میں اس منافق کی گردن اُڑا دوں۔

فَقَالَ اِنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰہُ اَطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ

تب امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ یہ حاطب جنگِ بدر میں شریک تھا اس لئے اسے کچھ نہ کہا جائے اور اے عمر کیا تو نہیں جانتا کہ خداوندِ تعالےٰ نے مجاہدینِ بدر کے حق میں یہ اعلان کر دیا ہوا ہے کہ آج کے بعد تم جو بھی چاہو وہ کرو۔ مگر میں نے تمہیں بخش دیا ہے اور تم پر جنت واجب کر دی ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ - حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاطبؓ کا غلام نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبُ النَّارَ کہ حاطب ضرور دوزخ میں جائے گا۔ تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَّالْحُدَيْبِيَةَ ۔ کہ تو جھوٹ کہتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جنگِ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھا۔

شمعِ رسالت کے پروانوں کے حق میں ان کے دین و ایمان. عزم و استقلال اور خلوص و ایثار کو دیکھ کر مغفرت و بخشش اور جنّت و خلدِ بریں کا اعلان فرما دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل مومن ہونے کی ایک غیر فانی حقیقت اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کے جانثار غلام ہونے کی ایک روشن دلیل ہے بلکہ اس سے شیعہ حضرات کے وہ تمام اعتراضات بھی جو وہ اپنے دلوں میں اصحابِ کرامؓ کے متعلق بٹھائے ہوئے بغض و عناد کی بنا پر کرتے ہیں. بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں جو جنگِ بدر کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔

حضرتِ حاطبؓ کا یہ فعل ظاہری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی جو ایک ناقابلِ معافی جرم تھا مگر اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطبؓ کو محض اس لئے معاف کر دیا کہ وہ جنگِ بدر میں ان مجاہدینِ اسلام کے مقدّس لشکر میں شامل تھا جن کے حق میں خداوندِ کریم کی طرف بخشش و جنّت کا اعلان ہو چکا تھا! پھر ... کے اس گمراہ ٹولے کا اس روشن حقیقت کے بعد

بھی حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ اقدس میں طعن و تشنیع اور گستاخی و بے ادبی کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے جبکہ کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کے یہ دونوں جانثار ساتھی اور وفادار غلام بھی پور خلوص و ایمان سے اس جنگ میں شریک تھے جن کو اللہ کریم کی طرف سے جنت و بخشش کا پروانہ مل چکا ہے۔

یہ انتہاءِ ضلالت ہے کہ یہ لوگ اپنے بغض و عناد کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو نعوذ باللہ منافق و غیر مومن سمجھ کر دوزخی و جہنمی جانتے ہیں جن کے ایمان کی تصدیق کرتے ہوئے خداوند کریم اپنی رحمت و بخشش اور جنت و خلدِ بریں کا وعدہ کر چکا ہے۔

پارہ ۴۔ سورۃ اٰلِ عمران۔ آیت ۱۹۵:۔

فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ترجمہ:۔ وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں اور وطن سے نکالے گئے! اور جن کو میری راہ میں اذیتیں دی گئیں! اور جو لڑے اور شہید ہوئے تو البتہ میں ان کے گناہوں کو معاف فرما دوں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا! اور یہ ثواب ان کو اپنی طرف سے دوں گا!

ایک منصف مزاج اور حق پرست۔ انسان اپنے دین و ایمان کی روشنی میں اس آیت پاک میں اگر تھوڑا سا بھی غور کرے تو اس کے

لئے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ خداوندِ کریم کے نزدیک جو شان و فضیلت مہاجرین کی تھی اور وہ عظمت و عزت جو اللہ کی راہ میں لڑنے اور شہید ہونے والوں کی تھی وہ کسی دُوسرے انسان کی نہیں ہے! یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار قرآنِ پاک میں ان کے مدارج و مراتب اور محاسن و کمالات کے چراغ جلا کر نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں دین و ایمان کی روشنی پیدا کر کے اصحابِ رسول علیہ السلام کے مقدس قدموں کے نشانات کی راہ بتاتا ہے! اور ان کی شان و عظمت کی قندیلیں روشن کر کے ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے بندگانِ خدا کو یارانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوڑی ہوئی رشد و ہدایت کی منزل تک پہنچنے کا پتہ دیتا ہے! اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرما کر اپنے گنہگار بندوں کو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں کے دامنِ اقدس سے لپٹ کر بخشش و نجات پا جانے کی تلقین کرتا ہے! اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دینے اور گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اپنی طرف سے اچھا ثواب دینے کا وعدہ کر کے گستاخانِ اصحابۂ کرامؓ کے دلوں میں چھائے ہوئے بغض و عناد کے گرد و غبار کو مٹا کر ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کا سبق دیتے ہوئے جہنم کی آگ کا ایندھن بننے سے روکتا ہے۔

اب غور طلب امور یہ ہیں کہ جن مہاجرین کے متعلق خداوندِ کریم نے ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر نیکیوں میں تبدیل کر کے اپنی طرف سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ کون لوگ تھے؟

کیا وہ لوگ مہاجر نہ تھے جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضرت ابوبکر صدیقؓ۔
حضرت عمرِ فاروق اور حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے؟
کیا اپنے گھروں اپنے وطنِ مالوف اور اپنے خویش و اقارب
کو چھوڑنے والے نہ تھے جن کو یہ شیعہ حضرات گالیاں دیتے ہیں؟
کیا یہ لوگ اس آیت سے مستثنیٰ کردئے گئے تھے؟
نہیں۔نہیں! یہ وُہی نفوسِ قدسیہ ہیں جن کو اصحاب رسول
علیہ السّلام اور یارانِ مصطفےٰ کہا جاتا ہے!
اور یہ وہی شان و عظمت والے شمعِ رسالت کے پروانے اور
حسنِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے شیدائی تھے جو اپنے دوستوں سے
جُدا ہوکر خدا کے دوست کے ساتھ گئے اور اپنے خویش و اقارب کو
چھوڑ کر اللہ کے محبوبِ پاک کے ہمراہی ہُوئے۔
اب شیعہ حضرات یا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے مہاجرین
ہونے کا دلائل سے انکار کریں! اور اگر انکار نہیں کرتے تو پھر ان کے
جنّتی ہونے کا اقرار کریں!
وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اور اللہ تعالےٰ کی
سلامتی اور رحمت و بخشش ہو ان بندوں پر جن کو خداوندِ کریم
نے ان کے دین و ایمان کے پیشِ نظر چُن لیا ہے!
نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۱۔ قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ ھُمْ
اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے جن
مقبول بندوں کو خدا تعالےٰ نے چُن لیا ہُوا ہے وہ صحابہ کرام رضی اللہ

تعالےٰ عنہم ہیں اور یہ آیت پاک انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے
حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ غزوہ بدر میں اس وجہ
سے شریک نہ ہو سکے تھے کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادی
حضرتِ رقیہؓ جو کہ حضرتِ عثمانؓ کے نکاح میں تھیں ان دنوں سخت
بیمار تھیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے انہیں شرکتِ جنگ سے منع کرتے ہوئے
فرمایا:۔

"اے عثمان تم مدینہ ہی میں رہو اور میری بیٹی رقیہ کی تیمارداری
کی بدولت تمہیں اتنا ہی ثواب واجر ملے گا۔ جتنا کہ جنگ میں شریک
ہونے والوں کو"
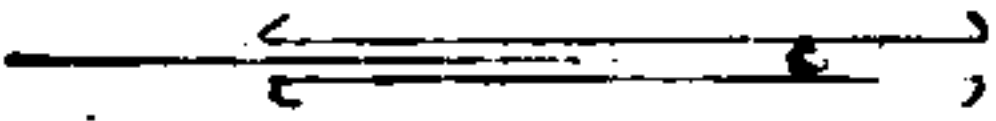
بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ اصحابہ کرام رض

احادیث نبوی میں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۲۶ -

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ -

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرامؓ کو گالیاں دے رہے ہوں تو تم کہہ دو کہ تمہاری اس شرارت اور بکواس پر اللہ کی لعنت ہو -

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیثِ پاک سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کو اپنے صحابۂ کرام اور جانثار ساتھیوں سے ان کے عشق و محبّت ! دین و ایمان - خلوص و ایثار اور ان کی وفاداری و جانثاری کے پیشِ نظر اتنی محبّت تھی کہ کملی والے آقا کو یہ منظور نہیں ہے کہ کوئی انسان میرے غلاموں کو گالیاں دے کر ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے -

پھر دُوسرے مسلمانوں کو یہ حکم فرما دیا گیا ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالیاں دے رہا ہے تو اس کو بلا خوف و خطر

کہہ دو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس حدیثِ پاک سے نہ صرف یہ کہ اصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے بلکہ رافضیوں کے لئے ایک نازیانہ عبرت بھی ہے۔

یہ گستاخانِ اصحابِ رسول تو آج اپنے بغض و عناد اور اپنی ضلالت و گمراہی کی بناء پر ان کو گالیاں دیتے ہیں جن پر خدا و رسول راضی ہیں مگر آج سے چودہ سو سال قبل نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں لعنت اللہ فرما دیا ہوا ہے۔

بے ادب شیعوں کو چاہیئے کہ فرمانِ مصطفٰے علیہ السلام کے پیش نظر اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کرکے اور اپنے آپ کو دامنِ اصحابۂ کرام رض سے وابستہ کرکے اللہ کی لعنت کی بجائے خدا کی رحمت و بخشش کے حقدار بن جائیں!

نہیں تو جھوٹوں پر خدا کی لعنت ـــــ شیطان پر خدا کی لعنت اور اصحابِ رسول علیہ السلام کو گالیاں دینے والوں پر خدا کی لعنت ہے ـــــ

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۱۵ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۳ ۔

عن عمران بن حصین و عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرُ النّاسِ قرنی!

حضرتِ عمران بن حصین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ انسانوں کے لئے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔

Click For More Books

اور ہو بھی کیوں نہ اس لئے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے زمانہ پاک میں حضرتِ ابوبکر صدیق۔ حضرتِ عُمر فارُوق۔ حضرتِ عثمان غنی اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے دین و ایمان کے آفتاب۔ حق و صداقت کے ماہتاب اور رُشد و ہدایت کے ستارے بھی موجود تھے جن کی بدولت کفر و الحاد کے اندھیروں میں دین و ایمان کا نُور چمکا اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں حق و صداقت کی روشنی پھیلی اور فسق و فجور کی ظلمتوں میں رُشد و ہدایت کے چراغ جلے!

ظلم و ستم کے سیاہ بادل چھٹ گئے اور نسلِ انسانی کے پاؤں میں مدّت سے پڑی ہوئی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں! کفر و شرک کے شراب خانوں کے دروازے بند ہو گئے اور میخانۂ توحید و رسالت کے دروازے کھُل گئے!

دُنیا کے بُت خانوں میں اللہ اکبر کی صدائیں گُونجنے لگیں اور جن کی بدولت کفر و شرک کی کالی گھٹاؤں اور ضلالت و گمراہی کے سیاہ بادلوں کے بعد نسلِ انسانی کے اُفق پر حق و اسلام کی قوسِ قزح نیکی و شرافت۔ طہارت و نفاست اور رشد و ہدایت کے ہزاروں رنگوں میں نمودار ہُوئی۔

حدیثِ پاک کے ان الفاظ یعنی قَرْنِی میں اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بڑے ہی پیارے انداز اور لطیف اشارے میں اپنے بعد ہونے والی خلافت کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے۔ وہ یُوں ——— کہ

قَرْنِی کا پہلا حرف ق ہے اور حضرتِ ابوبکر صدیق کا آخری

حرف ق ہے !

قَرنِیْ کا دُوسرا حرف ر ہے اور حضرت عُمرؓ کا آخری حرف ر ہے۔

قَرنِیْ کا تیسرا حرف ن ہے اور حضرت عثمان کا آخری حرف ن ہے۔

قَرنِیْ کا آخری حرف ی ہے اور حضرت علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

..یہاں بتانا یہ مقصود تھا کہ قَرنِیْ کے حروف کی ترتیب میں ہی خلافتِ راشدہ پوشیدہ ہے یعنی میرے بعد پہلے خلیفہ حضرت صدیقؓ ہوں گے! دُوسرے عمرؓ۔ تیسرے عثمانؓ اور چوتھے علیؓ۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۳۰۹ ۱ اس حدیث پاک کے الفاظ اس طرح ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ کہ انسانوں میں سے بہتر و افضل لوگ کون ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا قَرنِیْ کہ میرے زمانے والے۔

خَیْرُ اُمَّتِی الْقَرْنُ الَّذِیْنَ یَلُوْنِیْ۔

خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ کریم علیہ السلام نے سُنا کہ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحابہ کرامؓ کے اختلافات کے بارے میں سوال کیا تو خداوندِ کریم کی طرف سے مجھے جواب ملا:۔

اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُهَا
اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ ۔ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام تحقیق
تیرے اصحابی میرے نزدیک آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی
مانند ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ روشن ہیں۔
اور ان کے اختلاف کے باوجود جو بھی کوئی کسی کی راہ اختیار
کرے گا وہ ہدایت پر ہی ہوگا۔ اور پھر نبی کریم علیہ نے فرمایا:۔
اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ۔
میرے اصحابی آسمانِ ہدایت کے چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند
ہیں تم لوگ ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلوگے ہدایت پاؤ گے۔
سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ پاک میں اگر کوئی
حق وصداقت کا متلاشی اپنے دل و دماغ سے بُغض وعناد کے گرد و
غبار کو جھاڑ کر غور کرے تو اس کے لئے مقاماتِ صحابۂ کرامؓ کو سمجھنے
میں کوئی دقت پیش نہیں آسکتی۔
نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنے وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں
کو آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے تشبیہ دیکر ان کی شان و عظمت
کو جس انداز سے بیان فرما دیا ہے وہ ایک مسلمان کے لئے سرمایۂ حق
و ہدایت ہے۔
یہ کون نہیں جانتا کہ جب اس خطۂ ارضی پر شبِ تاریک کے گھٹا
ٹوپ اندھیرے مسلّط ہو کر دن کی روشنی کو نابود کر دیتے ہیں اور
جب رات کی زلفِ سیاہ آفتاب کے چہرے کو ڈھانپ کر کائنات
میں ایسی تاریکی پیدا کر دیتی ہے جیسے کسی محبوب کے گیسوئے تابدار

اپنے ہی حسین مکھڑے کو چھپا لیتے ہیں تو رات کے راہی آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی جھلملاتی ہوئی لو کے سہارے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں میں رات کے اندھیروں میں کشتیاں چلانے والے جب سمندری راستہ بھول جاتے ہیں تو سماء دنیا پر دمکتے ہوئے عطارد و مشتری اور شب تاریک میں صبح کا پیغام دینے والے نجم سحر کی روشنی ہی ان کو کنارے پر لے آتی ہے۔

اسی طرح جبکہ اس خطۂ ارضی پر کفر و شرک کے اندھیروں میں انسان اپنی منزل بھول چکے تھے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بندگانِ خدا صراطِ مستقیم سے بیگانہ ہو چکے تھے اور فسق و فجور اور الحاد و باطل کی ظلمتوں میں نسلِ انسانی صدیوں سے سیدھی راہ سے ہٹ چکی تھی اور جبکہ حق و صداقت کے حسین چہرہ کو کفر و الحاد کے سیاہ پردوں نے چھپا رکھا تھا اور نیکی و شرافت کی مقدس پیشانی پر عیاشی و فحاشی کے بدنما داغ لگ چکے تھے اور جبکہ عدل و انصاف کی پاک چادر ظلم و ستم کے خونیں پنجۂ سے پھٹ چکی تھی اور نوعِ انسانی کے پاؤں غلامی و محکومی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے تھے!

تو دفعتاً آفتاب نبوت طلوع ہوا اور ماہتابِ رسالت چمک اٹھا اور پھر اس ماہتابِ رسالت کو چمکتے ہوئے ستاروں نے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔

آسمان کے چاند کے اردگرد زہرہ و مشتری اور زحل و عطارد روشنی کی بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس ماہِ مدینہ کے چاروں طرف صدیق و عمر اور عثمان و علی اپنے دامن پھیلائے

ہوئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی خیرات طلب کرتے نظر آتے ہیں! اور پھر اس منبعِ جود و سخا نے حضرتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولی صدق و صفا کے موتیوں اور حق و صداقت کے گوہروں سے بھر دی اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن رشد و ہدایت کے لعل و جواہرات اور عدل و انصاف و عدالت کے دُرہائے نایاب سے بھرپُور کر دیا۔

اور اس شہنشاہِ دو عالم نے حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاسۂ گدائی کو شرم و حیا کے مہکتے ہُوئے پھولوں اور ریاضت و طہارت کے حسین گلدستوں سے معمُور کر دیا اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ سوال میں سخاوت و شجاعت کی ذوالفقار حیدری اور حوضِ کوثر کی تقسیم کے پیالے عطا کر کے فرمادیا کہ اَصْحَابِی کَالنُّجُوْم۔

اور پھر یہ ستارے اُفقِ انسانیت پر چمکے اور آسمانِ ہدایت پر جھلملائے۔

پھر ان کی بدولت ظلم و ستم کے اندھیروں میں رحم و کرم کا اُجالا ہوگیا! بدی و گناہ کی تاریکیوں میں نیکی و ثواب کی روشنی پھیل گئی۔

کفر و شرک کی ظلمتوں میں اسلام و توحید کی چمک پیدا ہوگئی۔

الحاد و باطل کے سیاہ بادلوں میں حق و صداقت کی کرنیں پھوٹ نکلیں۔

دُنیا کے تنکدوں میں صدائے توحید و رسالت بلند ہُوئی رات کے مسافروں کو اُن کی کھوئی ہُوئی منزل مل گئی۔

نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں نُورِ ایمان چمک اُٹھا کفر و شرک

کی شراب پی کر خوابِ غفلت میں سونے والے آسمانِ حق و اسلام کے تابندہ ستاروں کو دیکھ کر جاگ اُٹھے!

اور گناہ معصیت کے سمندر میں انسانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتیٔ حیات کو نیکی و ثواب کا کنارا مل گیا!

فرمانِ مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مطابق ہدایت کے ان ستاروں میں سے جس کی بھی اقتدا کی جائے گی! جس کو بھی اپنا امام تسلیم کر لیا جائیگا اور جس کے دامن کو بھی تھام لیا جائے گا۔ سینوں میں نورِ ایمان چمک اُٹھے گا۔ دلوں میں چراغِ معرفت جل جائیں گے اور آنکھوں میں حُسنِ حقیقی کے جلوے نظر آنے لگیں گے۔

وہ چاہے صدیقِ اکبرؓ کی چوکھٹ ہو یا عمرِ فاروقؓ کا دروازہ۔ چاہے عثمان غنیؓ کا دامنِ اقدس ہو یا علی المرتضٰیؓ کے قدموں کا نشان۔

حدیثِ پاک کے یہ الفاظ اپنے اندر ہزاروں معانی لیئے بیٹھے ہیں۔ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ کہ جس طرح آسمان کے ستارے اپنی چمک و دمک اور خواص و علائم کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت و مرتبہ رکھتے ہیں اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی اپنی اپنی ذاتی و انفرادی حیثیت سے ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

اگرچہ زحل و مشتری اور عطارد و زہرہ اور دوسرے ستارے اپنی اپنی چمک دمک اور خواص و علائم میں بے نظیر و بے مثال ہیں لیکن میری ذاتی رائے میں وہ مرتبہ و درجہ اور وہ شان و عظمت اور وہ دلکشی و دل فریبی جو نسلِ انسانی کو خوابِ غفلت سے جگانے اور رات کی تاریکی

میں صبح کا پیغامِ مسرت دینے والے نجمِ سحر کا ہے وہ کسی اور کا نہیں اور اسی طرح اگرچہ تمام اصحابہ کرامؓ فضائل و مراتب محاسن و کمالات اور درجات و کرامات میں لاجواب ولامثال ہیں لیکن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گوناگوں خصوصیا کے اعتبار سے ان تمام سے افضل ہیں۔

افضل البشر بعد الانبیاء۔ افضل الخلق بعد الانبیاء۔

افضل الناس بعد الانبیاء سیدنا ابوبکرؓ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آئیے ذرا قرآنِ پاک کی روشنی میں ستاروں کی خصوصیات پر غور و فکر کریں اور پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرامؓ کی شان و عظمت کو دیکھیں جنہیں حضور علیہ السلام نے ستاروں کی مثل فرمایا ہے۔

پ ۱۴۔ س النحل۔ آیت ع ۱۶۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ کہ رات کی تاریکی میں آسمان پر چمکنے والے ستارے رات کے مسافروں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

پ ۷۔ س الانعام۔ آیت ع ۹۷۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ اور وہی خدا کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستارے روشن کئے تاکہ تم ان سے خشکی و تری کے اندھیروں میں سیدھا راستہ پاسکو۔ اور یہ سب کچھ ہم نے اس لئے بتایا ہے کہ تاکہ کوئی علم و دانش سے ان سے استفادہ حاصل کرسکیں۔

قرآن پاک کی ان آیات کو دیکھو اور پھر نبیٔ کریم علیہ السلام کی اس حدیث مبارکہ پر غور کرو اور پھر اصحابہ عظام کی عزت و آبرو اور توقیر و توصیف ملاحظہ کرو۔

یارانِ نبی رشد و ہدایت کے ستارے ہیں —— اور ستاروں کی خصوصیات —— بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھانا ہے —— اس تطابق سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اصحابۂ کرام نے کفر و شرک کے اندھیروں —— الحاد و باطل کی ظلمتوں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں، ڈوبے ہوئے انسانوں کو اسلام و توحید کی راہ بتائی حق و صداقت کا راستہ دکھایا اور رشد و ہدایت کی منزل کی نشاندہی کی —— اور اگر کوئی شخص اس زندہ حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قرآنِ پاک میں ستاروں کی بیان کی ہوئی خصوصیات کا بھی منکر ہے اور یہ کفر ہے۔

پھر خداوندِ تعالیٰ نے فرمایا سخر لکم الیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے دن اور رات اور شمس و قمر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔

اصحابۂ کرامؓ ستارے ہیں۔ اور ستارے اللہ کے حکم کے تحت ہیں —— جو اللہ کے حکم کے تحت ہو گا۔ اس سے گناہ۔ بدی۔ برائی اور معصیت کا سرزد ہونا محال ہے۔ لہٰذا اصحابۂ عظام سے بھی کسی قسم کی کوئی لغزش۔ کوئی برائی۔ کوئی بدی۔ کوئی نافرمانی کوئی بے انصافی اور منافقت محال ہے ——

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۶ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - نزہت المجالس جلد ۲ - صفحہ ۱۸۱ - حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم علیہ السّلام نے تین بار فرمایا اللہ اللہ فی اصحابی کہ میرے اصحابۂ کرامؓ کے حق میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو۔

لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ اور میرے بعد ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا اور ان پر طعن وتشنیع کے تیر نہ برسانا بلکہ ان سے محبّت وعقیدت رکھنا اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنا - پس جس نے میرے صحابہ کرام سے محبّت کی اُس نے میری دوستی کا دَم بھرا اور جس نے ان سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی وَمَنْ اٰذَا اللّٰہَ فیوشک ان یاخذہ اور جس نے میرے اصحابۂ کرامؓ کو دُکھ پہنچایا اُس نے مجھے دُکھ پہنچایا اور جس نے مجھے دُکھ پہنچایا اُس نے اللہ تعالےٰ کو دُکھ پہنچایا اور جس نے اللہ کو دُکھ پہنچایا وہ دردناک عذاب میں پکڑا جائے گا۔

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیثِ پاک پر غور کرنے سے ایک معمولی سا انسان بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یارانِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری زبان سے اُن کی شان میں کوئی گستاخی کا لفظ نکل جائے تو ہماری تمام نیکیاں برباد ہو جائیں اور ان کے متعلق بیہودہ قسم کے اعتراضات اور بازاری قسم کے الزامات کے باعث اپنے دین وایمان کی کھیتی برباد نہ

ہو جائے!

اور پھر نبیٔ کریم علیہ السلام نے کیسے واضح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا ہے کہ میرے غلاموں کو دکھ پہنچانا مجھے دکھ پہنچانا ہے اور مجھے دکھ دینا اللہ کو دکھ دینا ہے اور اللہ کو دکھ دینے والا دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

گویا کہ اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دکھ دینا بالواسطہ اللہ کو دکھ دینا ہے۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا صدیق اکبرؓ۔ عمر فاروقؓ اور عثمانِ غنیؓ کو گالیاں دینے اور ان پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بارش کرنے اور ان کی شانِ اقدس میں تبرّا بازی کے پتھر برسانے اور بیہودہ قسم کے اعتراضات کرنے اور ان پر نعوذ باللہ کفر و نفاق کے فتوے لگانے نبیٔ کریم علیہ السلام کے ان وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کو دکھ پہنچتا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو۔ اور اگر ایسی مذموم حرکات سے ان کو دکھ پہنچتا ہے۔ تو پھر تم ان نفوسِ قدسیہ کی شان میں بازاری زبان استعمال کر کے اور رسول و خدا کو دکھ پہنچا کر دردناک عذاب کو دعوت کیوں دیتے رہتے ہو۔

ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱ مصنف شیخ الفقیہ والمحدیث ابی جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبری وعن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْ

أَصْحَابِی اَمَا عَلِمْتُمْ اَنَّ حُبِّیْ وَحُبَّ آلِ بَیْتِیْ وَحُبَّ اَصْحَابِیْ فَرَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیٔ کریم علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں یہ کیا دیکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں اختلاف کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خداوندِ کریم نے میری اور میری اہلِ بیت اور میرے اصحابِ کرامؓ کی محبت میری امت پر قیامت تک کے لئے فرض کر دی ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۷۴ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ مختلف الفاظ ہیں۔ عن ابنِ عباس۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ کہ این اصحاب محمدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ مصطفٰے علیہ السلام کے یار کہاں ہیں۔ پھر حضرت صدیقِ اکبرؓ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِاَبِیْ بَكْرٍ قِفْ عَلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخِلْ مَنْ شِئْتَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ ـــــ یَا اِذْهَبْ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخِلْ مَنْ شِئْتَ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا۔ کہ مصطفٰے علیہ السلام کے یار کہاں ہیں۔ پھر صدیقِ اکبرؓ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا اے ابوبکرؓ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو اللہ کی رحمت سے جنت

میں داخل کر دو اور جس کو چاہو اللہ کے علم سے روک دو۔ دوسری روایت میں برحمتہ اللہ اور بعلم اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

اور حضرتِ عمر فاروق رضی کو حکم ہوگا کہ تم میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے عمل چاہو کم کر دو اور جس کے چاہو بڑھا دو یا بھاری کر دو۔

اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی کو حکم ہوگا کہ تم پُل صراط پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور جس کو چاہو بازو سے پکڑ کر پار لگا دو اور جس کو چاہو جہنم میں پھینک دو۔ اور حضرتِ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ کو حکم ہوگا کہ تم حوضِ کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو پیالے بھر بھر کر پلا دو اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔

اصحابِ کرام رضی کی شان پہ قربان اُن کی عظمت پہ صدقے اور ان کی تعظیم پہ نثار!

جنت کے دروازے پر صدیقِ اکبر رضی۔ میزان پر عُمر فاروق رضی۔ پُل صراط پر عثمانِ غنی رضی اور حوضِ کوثر پر علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ صدیقِ اکبر رضی بھی سُنّیوں کا۔ عُمر فاروق رضی بھی سُنّیوں کا۔ عثمانِ غنی رضی بھی سُنّیوں کا اور علی المرتضٰی بھی سُنّیوں کا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چاروں راستے تو سُنّیوں نے روک لئے اور یہ شیعہ حضرات کہاں جائیں گے؟

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بھی جنت میں جانا چاہتے اور اعمال بڑھانا چاہتے ہیں اور پُل صراط سے گزرنا چاہتے ہیں۔ اور حوضِ کوثر کا پانی پینا چاہتے ہیں۔ تو صدیقِ اکبر رضی کے دامن

کو تھام لیں۔ عمر فاروق کے غلام بن جائیں۔ عثمان غنی رض کی محبت پیدا کریں۔ اور علی المرتضیٰ رض کے قدم چوم لیں۔

اس لئے کہ اپنے دشمن کو نہ تو کوئی اپنے گھر آنے دیتا ہے اور نہ ہی کوئی عزت کرتا ہے اور نہ کوئی روٹی کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۴۔ حضرت علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اَنَا مَدِيْنَةُ السَّخَاءِ وَاَبُوْبَكْرٍ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الشَّجَاعَةِ وَعُمَرُ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الْحَيَاءِ وَعُثْمَانُ بَابُهَا وَاَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا! کہ میں سخاوت کا شہر ہوں۔ اور ابوبکر رض اس شہر کا دروازہ ہے اور میں شجاعت کا شہر ہوں اور عمر رض اس شہر کا دروازہ ہے اور میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان رض اس شہر کا دروازہ ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علی رض اس شہر کا دروازہ ہے! ایک مسلمان کے لئے سخاوت و شجاعت کا خزانہ اور حیا و علم کی دولت اس کی شان و عظمت کی روشن دلیل اور تعظیم و توقیر کا بین ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔

فرمانِ مصطفےٰ علیہ السلام کے مطابق اَلسَّخِیُّ حَبِيْبُ اللهِ کہ سخی مسلمان اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے ایک غازی اور شجاع مسلمان کے لئے ذریعہ نجات ہے اور اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ کہ حیا ایمان کی نشانی ہے اور خَيْرُ النَّاسِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ کہ بہتر انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے!

یہ چاروں صفاتِ حسنہ ایک ایک کرکے نبیٔ کریم علیہ السّلام کے چاروں یاروں میں موجود تھیں۔ اور اس شان سے تھیں کہ ان چاروں صفات کی اصل کلی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام تھے اور فرع چاروں یار۔۔۔۔۔۔

وہ آفتاب تھا یہ کرنیں تھیں۔۔۔۔۔۔

وہ ماہتاب تھا یہ شعاعیں تھیں۔۔۔۔۔۔

وہ گلستان تھا یہ پھول تھے۔۔۔۔۔۔

وہ دریا تھا یہ نہریں تھیں۔۔۔۔۔۔

اور وہ شہر تھا یہ دروازے تھے۔۔۔۔۔۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۲۱۴۔ کتاب الفردوس کے حوالے سے علامہ لکھتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا:۔

اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ اَبُوْبَکْرٍ اَسَاسُھَا وَعُمَرُ حِیْطَانُھَا وَعُثْمَانُ سَقْفُھَا وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ کہ میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکرؓ اس شہر کی بنیاد ہے اور عمرؓ اس کی دیواریں ہیں اور عثمانؓ اس کی چھت ہے اور علیؓ اس کا دروازہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم!

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حدیثِ پاک میں جس پیارے انداز سے اور واضح الفاظ میں صحابۂ کرامؓ کی شان و عظمت کو بیان فرمایا ہے وہ جہاں ایک خوش عقیدہ سُنّی مسلمان کے لئے سرمایۂ دین و ایمان اور راحتِ دل و جان ہے وہاں ایک بدعقیدہ شیعہ دوست کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

اور نبیٔ کریم علیہ السّلام نے اس حدیثِ مبارکہ میں نہ صرف اپنے

چاروں وفادار غلاموں اور جانثار دوستوں کی تعریف وتوصیف اور مدح وشان بیان فرمائی ہے بلکہ لطیف اشاروں اور انوکھے انداز میں اپنے بعد کی خلافتِ اسلامیہ کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے۔

ایک معمولی سا انسان بھی یہ جانتا ہے کہ جب کوئی انسان اپنا مکان تعمیر کرتا ہے تو سب سے پہلے اس مکان کی بنیادیں تیار ہوتی ہیں پھر دیواریں بنتی ہیں پھر اس کی چھت چھائی جاتی ہے اور پھر سب سے آخر میں اس مکان کے دروازے لگائے جاتے ہیں!

یہ کبھی نہیں ہوا کہ مکان تعمیر کرنے والا سب سے پہلے ہی دروازے کھڑے کر دے!

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی مکان کی بنیادیں! دیواریں اور چھت تیار نہیں ہوگا دروازہ لگ ہی نہیں سکتا! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد خلافتِ اسلامیہ کا جو محل تیار ہوتا تھا اس کی تعمیر و ترتیب نبی کریم علیہ السلام نے ان الفاظ میں یوں بیان فرما دی کہ میرے بعد خلافتِ اسلامیہ کے محل کی بنیاد ابوبکرؓ ہے۔ یعنی خلیفۂ اول ——— اور اس کی دیواریں عمرؓ ہے یعنی خلیفۂ دوم ——— اور اس کی چھت عثمانؓ ہے یعنی خلیفۂ سوم اور اس کا دروازہ علیؓ ہے یعنی خلیفۂ چہارم رضی اللہ تعالے عنہم!

خلافت کی مفصّل بحث تو انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔ یہاں صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ اگر کوئی بیوقوف اور بے عقل انسان اپنے مکان کی نہ تو بنیاد رکھے اور نہ ہی اس کی دیواریں بنائے اور نہ ہی اس کی چھت چھائے اور اپنی ضد و ہٹ دھرمی کی بنا پر معمارِ

کو یہ کہے کہ پہلے دروازہ لگوا دو تو ایسی صورت میں بھلا کونسا ایسا انسان ہے۔ جو اس کی حماقت پر آنسو بہاتے ہوئے اسے پاگل۔ دیوانہ اور بیوقوف نہ کہے گا۔

اب شیعہ حضرات سے پوچھو کہ خلافت کے مکان کی نہ تو بنیاد ہی تسلیم کرتے ہو اور نہ ہی اس کی دیواریں مانتے ہو۔ نہ ہی اسی مکان کی چھت پر ایمان رکھتے ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے علیؓ کا دروازہ کیسے لگا سکتے ہو!

بس شیعہ حضرات کی یہی ضد اور ہٹ دھرمی اور حماقت وجہالت ہے اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ مکان کے اندر کی ہر چیز سنبھا لنے کے بعد دروازہ آخر میں ہی بند کیا جاتا ہے اور دروازے پر ایک مضبوط سا تالا لگا دیا جاتا ہے تاکہ یہ مکان چوروں اور ڈاکوؤں سے محفوظ رہے اور کوئی لٹیرا گھر کا سامان لوٹ کر نہ لے جائے۔

اسی طرح خلافت اسلامیہ کے خوبصورت محل میں جب صدیق اکبرؓ کی صداقت کے موتی۔ عمر فاروقؓ کی عدالت کے گوہر اور عثمان غنیؓ کی حیا کے لعل وجواہرات سنبھال لئے گئے تو آخر میں اس محل کا دروازہ علی المرتضیٰ کا لگا دیا گیا تاکہ کوئی چور۔ کوئی ڈاکو اور کوئی لٹیرا نہ تو صدیق کی صداقت کے موتی چرا سکے اور نہ عمرؓ کی عدالت کے گوہر لوٹ سکے اور نہ ہی عثمانؓ کی حیا کے لعل چھین سکے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فضائل صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰۔ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷۔

حضرتِ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیٹھے تھے تو رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا! اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرَ۔ کہ مجھے ذاتی طور پر تو یہ معلوم نہیں کہ میں تم میں کتنی مدت تک زندہ رہوں گا! پس میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دامن کو تھام لینا۔

ہو بھی کیوں نہ! ان کی اقتدا ذریعۂ نجات ——— ان کا دامن ——— سایۂ رحمت! ان کی محبت ——— وسیلۂ بخشش ——— ان سے عقیدت ——— باعثِ برکت ——— اور ان کا ادب وجۂ ایمان!

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم علیہ السلام ایک دن مسجد شریف میں داخل ہوئے وابوبکر وعمر احدھما عن یمینہ والاٰخر عن شمالہ وھو اخذ بایدیھما فقال ھٰکذا نبعث یوم القیامۃ۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسولِ اکرم علیہ السلام کے دائیں بائیں تھے اور نبئ کریم علیہ السلام نے ان دونوں کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے! بس سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اسی طرح قیامت کے

دان اٹھیں گے۔

اس روایت پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ میرے روضۂ انور میں میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا اور یہ دونوں حضرات مختلف مقامات پر دفن ہوئے ہوتے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیسے پورا ہو سکتا تھا۔

حضرتِ صدیق اکبر اور حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا روضۂ انور میں دفن ہونا اس لئے بھی ضروری تھا کہ انسان جس مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے اُسی مٹی میں دفن ہوتا ہے۔

جیسا کہ بیہقی و حاکم حضرت ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ ایک حبشی مدینہ منورہ میں آیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ چند آدمی اس کی قبر کھود رہے ہیں۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سِیقَ مِنْ اَرْضِہٖ اِلٰی تُرْبَتِہِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا۔ کہ یہ جس مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ آخر اسی مٹی میں دفن ہو گیا۔

شرح الصدور مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی مدینہ منورہ میں دفن ہوا تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا الطِّیْنَۃِ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا۔ کہ یہ وہی مٹی ہے جس مٹی سے یہ پیدا کیا گیا تھا۔

علل الشرائع صفحہ ۱۱۔ ابنِ بابویہ نے لکھا ہے کہ عبد قزوینی نے کہا۔ کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آدمی پیدا

کہیں ہوتا ہے اور دفن کسی اور جگہ ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا لان اللہ تعالیٰ لما خلقہ من ادیم الارض فمرجع انسان الی تربتہ۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا مرجع وہی زمین بنائی ہے جس زمین کی مٹی سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

ان روشن دلائل کے بعد یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وجود پاک بھی روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام کی خاکِ مقدس سے بنایا گیا تھا۔

اور جس روضۂ اقدس میں وہ دونوں خلفاء اسلام آرام فرما ہیں وہ لوح وقلم کرسی وجنت اور عرشِ الٰہی سے بھی افضل ہے اور اس کی خاکِ مقدس بوسہ گاہِ ملائکہ اور راحتِ جان ودلِ جن وبشر ہے اور بیماروں کے لئے شفا۔ لاعلاجوں کے لئے علاج۔ دکھیوں کے لئے پیامِ سکھ۔ بیقراروں کے لئے مژدۂ راحت ومسرت ہے۔ اور جس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مابین منبری وبیتی روضۃ من ریاض الجنۃ کہ میرا روضۂ انور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے!

شیعہ حضرات کی کتاب فروع کافی جلد اول صفحہ ۵۱۵ میں بھی یہ حدیث پاک انہیں الفاظ کے ساتھ موجود ہے مابین منبری وبیتی روضۃ من ریاض الجنۃ۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں پیشوایانِ امت جنت کے باغ میں آرام فرما ہیں۔ لیکن قرآنِ پاک کا فیصلہ یہ ہے۔ ومأواھم جھنم وبئس المصیر۔ کہ کفار ومنافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ان کے لوٹنے اور ٹھہرنے کی جگہ بدترین ہے۔

اب مَیں شیعہ حضرات سے پُوچھتا ہُوں کہ اگر نعوذ باللہ صدیقؓ و عُمرؓ تمہارے گستاخانہ عقیدے کے مطابق کافر و منافق تھے تو ان کو جہنّم میں ہونا چاہیئے تھا نہ کہ جنّت میں!

اور جنّت کے بھی اس ٹکڑے میں ہیں جس پر ہزاروں جنّتیں قُربان ۔ لاکھوں عرش بریں صدقے اور کروڑوں سدرہ نثار ۔

اور جہاں ہر روز اور ہر وقت ستّر ہزار فرشتوں کی نُورانی جماعت حاضر ہو کر دُرود و سلام کے پھُول نچھاور کرتی رہتی ہے اور اپنے مقدّس پروں سے خاکِ تُربتِ مصطفٰے علیہ السّلام کو جھاڑ کر اپنی غلامی و نیازمندی کا ثبوت دیتے ہُوئے اپنی سعادت و خوش قسمتی پر ناز کرتی ہے ۔

اور جہاں شب و روز انوار و تجلّیات کی بارش ہوتی رہتی ہے اور جہاں جنید و بایزید اپنا کاسۂ گدائی ہاتھوں میں لئے فقر و درویشی کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اور جہاں رحمتِ دو عالم علیہ السّلام کے موتی اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے عرشِ اعظم بھی جھکا رہتا ہے ۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ ۔ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸

حضرتِ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا ما من نبیٍ اِلاَّ وَلَہُ وزیران من اھل السماء و وزیراتِ من اھل الارض فاما وزیرائی من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرائی من اھل الارض فابو بکر وعمر ۔ کہ ہر نبی کے لئے چار وزیر ہوتے ہیں دو آسمانوں پر اور دو

زمین پر! پس آسمانوں پر میرے دو وزیر حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔

اس حدیثِ پاک سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اس خطۂ ارضی پر جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ کی وزارت بھی ساری زمین پر ہے! اور یہ حقیقت بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی ملک کا حاکم اپنے ملک کے تمام کاروبار اور مختلف قسم کے محکمے اپنے وزیروں کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ ملک کے تمام معاملات! حالات اور امورِ سلطنت خوش اسلوبی سے چلتے رہیں! سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت چونکہ زمین و آسمانوں پر ہے اور آسمانوں کے تمام کاروبار تو حضرت جبرائیلؑ و میکائیلؑ چلا رہے ہیں اور زمین کی سلطنت کے تمام امورِ حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلا رہے ہیں! اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ کسی وزیر کی مخالفت اس کے حاکم کی مخالفت و دشمنی بغاوت ہوتی ہے اور بغاوت ایک سنگین اور ناقابلِ معافی جرم ہوتا ہے۔

حضرتِ صدیق اکبرؓ اور حضرتِ عمرؓ فاروق شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کی بادشاہت کے وزیر ہیں! ان کی مخالفت اور ان کی عزت و آبرو پر حملہ آور اُن کی شان و عظمت میں گستاخی اصل میں شہنشاہِ دوجہاں کی مخالفت ہے! ان کی شان میں گستاخی ہے! ان کی عظمت کی توہین ہے!

اور توہینِ نبوت کفر ہے۔ گستاخیٔ رسالت بے دینی ہے اور دشمنی

مصطفےٰ علیہ السلام ضلالت ہے۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰۔

عن عبد اللّٰہ بن حنطب ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم رای ابا بکر وعمر فقال ھذان السمع والبصر۔

حضرت عبد اللہ بن حنطب رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

رسولِ اکرم علیہ السلام نے اس حدیثِ مبارکہ میں اپنے وفادار غلاموں کی جس پیارے انداز میں تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے وُہ ایک مردِ مومن کے لئے باعثِ تسکینِ دل اور وجہِ قرارِ جاں ہے انسانی جسم سینکڑوں اجزا و اعضا سے ملکر ہوتا ہے لیکن اس پیکرِ انسانی میں، وُہ مقام اور درجہ جو کانوں اور آنکھوں کا ہے۔ کسی اور کا نہیں ہے! انہیں دو اعضا سے انسان سینکڑوں میلوں کی آواز سن کر لطف اُٹھاتا ہے اور ہزاروں کوسوں کی اشیاء کو اور قدرتِ الٰہیہ کے حسین مناظر اور حُسنِ یار کے جلوے دیکھ کر دلِ افسردہ کو چین و قرار بخشتا ہے۔

صدائے حق کو سُننے اور آئینۂ حق کو دیکھنے کیلئے یہی دو اعضاء ہیں اور باطل پرست انسان جب حق کی آواز اپنے کانوں سے سن کر اپنے تاریک دل میں روشنی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس کا دل آئینۂ حق نما بن کر نہ صرف اس کی اپنی ذات کے لئے فقر و درویشی کی منزل عطا کرتا ہے بلکہ دُوسرے کروڑوں باطل پرست انسانوں کو بھی

حق و ہدایت کی سیدھی راہ دکھاتا ہے! اور اپنے گردو پیش کی ہر چیز میں محبوبِ حقیقی کے جلوے دیکھ کر کیف و مستی کے عالم میں جب اللہ ہو کی صدا بلند کرتا ہے تو کائنات کا سینہ پھٹ جاتا ہے! پہاڑ ہل جاتے ہیں! دریاؤں کی روانی تھم جاتی ہے! اجڑے ہوئے چمنستان میں بہار آ جاتی ہے اور انسانی پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔

کفر و شرک کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا انسان جب حق و ہدایت کے آفتاب کی روشنی دیکھ کر اپنی آنکھوں سے الحاد و باطل کے سیاہ پردے اٹھا لیتا ہے تو پھر اس کے سینے میں رشد و ہدایت کی ایک شمع روشن ہو جاتی ہے اور دل میں نیکی و شرافت کے سینکڑوں چراغ جل اٹھتے ہیں جن کی بدولت اس کا وجود صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دوسرے انسانوں کے لئے بھی حق و ہدایت کا مرکز اور طہارت و نفاست کا سرچشمہ بن کر لاکھوں بندگان خدا کی زندگی کی اجڑی ہوئی کھیتیوں کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ اور کروڑوں انسانوں کے تاریک دلوں کو نورِ معرفت سے منور کر دیتا ہے!

قرآنِ پاک نے حق و باطل میں تمیز۔ اسلام و کفر میں امتیاز اور توحید و شرک کی پہچان اور نیکی و بدی کو جاننے کے لئے دل۔ کان اور آنکھوں پر محمول کیا ہے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ وَعَلٰی سَمْعِہِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

کہ وہ لوگ جو حق و اسلام کو نہیں پہنچانتے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں ہیں اور ان کے کانوں اور اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ جن کی وجہ سے نہ تو وہ حق کی آواز سُن سکتے ہیں اور نہ ہی نورِ حق کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور جب وہ نہ ہی دیکھتے ہیں اور نہ ہی سُنتے ہیں تو پھر ان کے دلوں میں حق و ہدایت کی روشنی کیسے پیدا ہو سکتی ہے!

اب سیدا المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جس طرح جسمِ انسانی کے تمام اعضا میں سے کان اور آنکھیں افضل ہیں اسی طرح اس کائناتِ ارضی کے جسم کے لاکھوں اجزا و اعضا میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں!

اور اس حدیثِ پاک سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حق کی آواز سننے اور حق کو دیکھنے اور پہچاننے میں ان دونوں حضرات سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۰۔ ترمذی شریف جلد دوم۔ صفحہ ۲۰۶۔

عَنْ علی ابن اَبِی طَالِب قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اِذْ طَلَعَ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْھُمَا!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیٹھا تھا کہ اچانک حضرتِ ابوبکر

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما ظاہر ہوئے! تو رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے سوا جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں! اور اے علیؓ ان کو اس بات کی خبر نہ دینا یعنی کہ مجھ سے پہلے! مطلب یہ کہ ان کے اس مرتبے و شان اور فضیلت و عظمت کی خوشخبری میں اپنی زبانِ پاک ہی سناؤں گا۔ اس لئے اے علیؓ تو ان کو اس بات کی اطلاع نہ دینا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرتِ امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر اور حضرتِ عمر کو دیکھا اور فرمایا اِنِّیْ اُحِبُّکُمَا کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور جو تم سے محبت رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ بھی اس سے محبت رکھے گا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرتِ علی المرتضیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آنکھوں سے نبیٔ کریم علیہ السلام کو دیکھا اور پھر رسولِ اکرم علیہ السلام کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ وَلَنْ فِی الْاِسْلَامِ مَوْلُوْدٌ اَذْکیٰ وَاَطْھَرَ مِنْ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرْ! کہ اسلام میں ابو بکرؓ اور عمرؓ سے بڑھ کر کوئی پاک اوصاف پیدا نہیں ہوا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۳۔ حضرتِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فِیْ اُمَّتِیْ کَمِثْلِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ فِی الْکَوَاکِبِ۔ کہ ابو بکرؓ و عمرؓ میری امت میں ایسے ہیں جیسے ستاروں میں سورج و چاند ہیں!

اب یہ کون نہیں جانتا کہ شمس و قمر اپنی روشنی کے اعتبار اور آب و تاب کے لحاظ سے بہر صورت ستاروں سے افضل و برتر ہیں اور ان کی روشنی ستاروں کی چمک پر غالب آکر ان کی ضیا کو نابود کر دیتا ہے! یہی نہیں بلکہ آسمان پر چمکنے والے ستارے اپنی چمک دمک میں شمس و قمر کے محتاج ہیں اور انہیں کی روشنی کرنوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر اور آسمانِ دُنیا پر موتیوں کی لڑیاں بن کر زمین پر بسنے والے انسانوں کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے ہیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مثال و تشبیہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کملی والے آقا کے صحابہ کرام امت کے ستارے ہیں اور ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آفتاب و ماہتاب ہیں اور شمس و قمر اپنے مدارج و مراتب اور اوصاف و کمالات اور چمک دمک کے اعتبار اور کائنات ارضی کو فوائد و فیوضات پہنچانے میں ہر نوع افضل و بزرگتر ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۵

شانِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجۂ اوّل کہ اوّل یار بُود — ثانی اثنین اذ ھما فی الغار بُود
صدرِ دین صدیقِ اعظم قطبِ حق — در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از بارگاہِ کبریا — ریخت در صدرِ شریعت مصطفٰے
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت
لاجرم تا بُود از و تحقیق ریخت (شیخ عطار)

واقفِ اسرارِ نبوّت! رازدارِ رازِ رسالت! عمادِ دین و ملّت!
قطبِ حق و شریعت! یارِ غار۔ ساقئ مزار! افضل البشر بعد الانبیاء!
بالتحقیق، حضرتِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ!
جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں مشکل سے مشکل وقت اور کٹھن سے کٹھن گھڑیوں میں بھی پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کی رفاقت نہ چھوڑی!

جو سب سے پہلے اسلام لانے کے بعد زندگی کے آخری ایام تک حق و اسلام کی عظمت اور توحید و رسالت کی شان و شوکت کے ڈنکے بجانے میں مصروف رہے!

جو دینِ حق کی سربلندی کی خاطر جان و دل اور مال و دولت کی قربانی دینے میں سب سے آگے رہے!

جو قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم تک

دین و اسلام کی اشاعت اور کفارِ مکہ کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے!

جو حق و صداقت کے علم کو سربلند رکھنے کے لئے مشرکینِ عرب کے مقابلہ و مقاتلہ میں قدم بقدم اپنے آقا کے ساتھ رہے!

جن کو سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہجرت کی رات اپنا رفیقِ سفر بنانے کے لئے منتخب کیا!

جن کو مرضِ رسولِ اکرم علیہ السّلام کے ایام میں تین دن تک نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مصلّے پر کھڑے ہو کر امامت کا شرف حاصل ہوا!

جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دامنِ محبوب کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ پھر سفر و حضر! جنگ و امن! خوشی و غم! جلوت و خلوت اور غار و مزار تک نہیں چھوڑا!

جن کی دعوتِ اسلام پر حضرتِ عثمانِ غنیؓ! حضرتِ زبیرؓ بن العوام! حضرتِ عبدالرحمٰنؓ بن عوف! حضرتِ سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرتِ طلحہؓ بن عبداللہ حضرتِ عثمانؓ بن مظعون! حضرتِ ابو عبیدہؓ! حضرتِ ابو سلمہؓ، اور حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص مشرف باسلام ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابیٔ رسول کہلائے اور ان میں سے کچھ عشرۂ مبشرین کی مقدس جماعت میں شامل ہو گئے!

اگرچہ یہ تمام اکابر صحابہ ہیں جو آسمانِ اسلام کے تابندہ ستارے ہیں۔ لیکن ان ستاروں کا مرکزِ شمسی حضرتِ ابو صدیق ہی کی ذات ہے!

جنہوں نے حضرتِ بلالؓ! حضرتِ عامرؓ بن فہیرہ! حضرتِ نذیرہ! حضرتِ نہدیہؓ اور حضرتِ جاریہؓ کو اپنے مال و دولت اور لطف و کرم

کی بدولت کفّارِ مکّہ کی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کراکے مشرکینِ عرب کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صدیق کا دوسرا نام اسلام ہے اور اسلام کا دوسرا نام صدیق! صدیق کو اگر اسلام سے جُدا کر دیا جائے تو اسلام تو ہوگا لیکن رُوحِ اسلام نہیں ہوگی!

اور اگر اسلام کو صدیق سے علیحدہ کر دیا جائے تو اسلام کی صداقت نہیں رہ جاتی!

اسلام کے ابتدائی دَور اور وصالِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے بعد اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے کیسے کیسے خطرناک فتنوں نے اُبھر کر دینِ حق کے خلاف باقاعدہ شورش و بغاوت کی صُورت اختیار کرلی تھی لیکن اگر حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت و فراست اور دیانت و صداقت اور اُن کے حسنِ اخلاق اور دینی بصیرت کے ساتھ ناموسِ اسلام اور عظمتِ دین کی حفاظت کا مجاہدانہ جذبہ سے ان خلافِ اسلام سازشوں کا قلع قمع نہ کیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ ابتدا ہی میں آفتابِ اسلام کے حسین چہرے پر کفر و ارتداد منکرینِ زکوٰۃ اور جھوٹے مدّعیانِ نبوّت کے مکر و فریب کے سیاہ بادل چھا کر اس کی آب و تاب کو چھپا دیتے! اور نسلِ انسانی پھر کُفر و شرک کے انہیں تاریک گڑھوں میں جا گرتی جہاں سے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلّم نے کفّارِ مکّہ کے ظلم و ستم برداشت کرکے! کانٹوں کے بستر پر سوکر! گلیوں میں پتّھر کھا کر! بازاروں میں گالیاں سُن کر اور میدانِ اُحد میں اپنے دانت تڑوا کر اس کو نکالا تھا!

بعض مدّعیانِ نبوّت تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کی حیاتِ طیّبہ میں ہی پیدا ہو چلے تھے۔ چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے سنلہ ھ میں ہی نبوّت کا دعویٰ کرکے خاتم النبیّین علیہ السّلام کو لکھ دیا تھا کہ چونکہ میں آپ کی نبوّت میں شریک ہُوں اس لیئے نصف دُنیا میری ہے اور نصف آپ کی ہے!

لیکن وصالِ مصطفٰے علیہ السّلام کے بعد اور بھی بہت سے مدّعیانِ نبوّت پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ طلیحہ بن خویلد! اسود عنسی اور مسیلمہ کذّاب کے علاوہ سجاع نامی ایک عورت نے بھی بڑے زور و شور سے اپنی نبوّت کا اعلان کر دیا تھا اور پھر ان کذّابوں نے عرب کے مشہور قبیلوں کی امداد و اعانت کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف ایک باقاعدہ بغاوت پھیلا دی تھی!

مکہ میں کفر و ارتداد کا فتنہ۔ مدینہ کے گرد و نواح میں منکرینِ زکوٰۃ کی شورش! یمن میں اسودِ عنسی کی جھوٹی نبوّت کا طوفان۔ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کی بیہودہ رسالت کا خطرہ اور قطقان میں سجاع کے اعلانِ نبوّت کی سازش یہ تمام خطرناک سازشیں اور خوفناک بغاوتیں اسلام کی عظمت کو مٹانے اور دین کے جاہ و جلال کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک ایک کرکے پُوری قوّت کے ساتھ میدان میں اُتر چکی تھیں جن سے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سرِ اقدس پر رکھنے کے فوراً بعد ہی حضرتِ صدیقِ اکبر کو نمٹنا پڑا!

اور پھر اس وقت تک آرام نہیں کیا۔ جب تک کہ حق و اسلام کے خلاف کفر و باطل کی تمام بغاوتوں کو کچل نہیں دیا!

اِن تمام حقائق کے ہوتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ عینِ اسلام ہے اور اسلام عینِ صدیق رضی اللہ عنہ ہے!

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اوّل کا انکار یا خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو باغِ فدک نہ دینے کا بیہودہ الزام اور اسامہ بن زید کی لشکر کشی سے انحراف کے من گھڑت افسانے یا جتراش کرنا نہ صرف یہ کہ اس ذاتِ اقدس اور عالمِ علوم نبوت اور واقفِ اسرارِ رسالت اور یارِ غار کی شان میں گستاخی کرتا ہے بلکہ آج بھی اسلام کے خلاف ایک سازش اور دینِ حق کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے — اس مقدس انسان کی شان و عظمت کو گھٹانے اور اس کی عزت و آبرو کی سفید چادر پر سیاہ داغ لگانے کی ناکام کوشش میں بازاری زبان استعمال کرتے! جلوس نکالتے! اور ایسی حماقت و جہالت پر ماتم کرنے سے نہ تو اس کی خلافتِ اوّل کو چھپایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے مدارج و مراتب کے سورج کو بے نور کیا جا سکتا ہے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی عبداللہ ہے اور کنیت ابوبکر ہے! صدیق اور عتیق القاب ہیں اور والد کا نام عثمان ہے اور کنیت ابو قحافہ۔ والدہ کا نام سلمٰی ہے اور کنیت اُمّ الخیر ہے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے ایک متمول تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور دیانت و امانت! سچائی اور راست بازی

اور حسنِ اخلاق و نیک سیرت اور شرافت و بھلائی میں سارے مکہ میں مشہور تھے!

آپ کا مکان بھی اسی محلہ میں تھا جس محلہ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رہتی تھیں۔ سیدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد پھر انہیں کے گھر کو اپنی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔

محلہ بھی ایک تھا اور برادری بھی ایک —— ذہن بھی ایک تھا، اور مزاج بھی ایک!

عمر میں کوئی ڈیڑھ دو ڈھائی سال کا فرق تھا!

روز روز کی ملاقات، اور گھڑی گھڑی کے میل ملاپ سے دوستی بڑھتی گئی —— اور محبّت فزوں تر ہوتی گئی۔

دونوں کی اُلفت کے موتی چمکتے گئے اور محبّت کے پھول کھلتے گئے! وہ شمع تھا اور یہ پروانہ —— وہ پھول تھا اور یہ عندلیب!

وہ مختار تھا —— اور یہ عبداللہ ——

پھر وہ نبی تھا —— اور یہ صدیق!

کملی والے آقائے دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جب تاجِ نبوّت عطا ہُوا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بچپن کے یار حضرتِ ابُو بکرؓ کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو اس شناسائے مزاجِ مصطفےٰ نے بغیر کسی تامّل کے آمنہؓ کے لال کی نبوّت کو تسلیم کرکے اوّل المسلمین کا اعزاز حاصل کر لیا!

اگرچہ آپ کے ایمان لانے کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ ابُوبکر کا آئینۂ دل پہلے ہی سے پاک صاف تھا جو محض خورشیدِ رسالت کا عکس آنے سے چمک اُٹھا!

پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کی دعوت پر جس شخص نے سب سے پہلے حق کی آواز کو قبول کیا اور پھر ہجرت کے نازک ترین اور خطرناک سفر میں کفّارِ مکّہ کے چنگل سے نکل کر غارِ ثور تک، اور پھر غارِ ثور سے لے کر مدینہ منوّرہ تک پوری جانثاری سے رسولِ خدا علیہ السّلام کی رفاقت کی وہ حضرت ابُوبکر صدیق رضی ہی کی ذات تھی!

سب سے پہلے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سر پر رکھنے کے فوراً ہی بعد حضرتِ ابُوبکر کو جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُن کے باعث تو اسلام کا وجُود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا۔

نبئ کریم علیہ السّلام کے وصالِ پاک کے ساتھ ہی اسلامی اتحاد اور وحدتِ عربیہ میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ قبائل بگڑ چکے تھے! منکرینِ زکوٰۃ نے شورش برپا کر دی تھی اور جھوٹے مدّعیانِ نبوت نے اسلام کی جڑوں پر کلہاڑے چلانے شروع کر دئے تھے اور ملّہ میں عوام النّاس دینِ حق سے انحراف کر کے پھر کفر و شرک میں مبتلا ہونے کے لئے تیار کھڑے تھے!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مشکلات پر کیسے قابُو پا لیا جبکہ آغازِ اسلام میں مسلمان بالکل بے دست و پا اور بے سرو سامان تھے تو اس کا جواب آسانی سے یہ ہی دیا جا سکتا ہے کہ حضرتِ ابُوبکر رضی کی ہر موقع پر کامیابی کا راز نبئ کریم علیہ السّلام کی پاک صحبت [illegible]

جو متواتر بیس سال تک ان کو حاصل رہی۔

بعض لوگ اپنی کم علمی اور تنگ نظری کی بنا پر منکرین زکوٰۃ اور دوسرے ارتداد کے فتنوں کو ختم کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ تاریخ اسلام میں انہیں جنگہائے ارتداد کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔

اس لئے کہ اگر وہ راز دارانِ نبوت مدینہ منورہ کے چند مسلمانوں کی رائے قبول کرکے اسلام کے ان باغیوں سے جنگ نہ کرتے اور ہزاروں حفاظ قرآن شہید کرا کے اپنے محبوب حقیقی کی ختم نبوت کی عظمت کو نہ بچاتے تو فتنہ و فساد کم ہونے کی بجائے ان میں اور بھی شدت پیدا ہو جاتی اور پھر ایسی صورت میں نہ تو دین حق کی کوئی قدر و منزلت رہ جاتی اور نہ ہی کبھی اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا۔

اگر خدا نخواستہ ان لڑائیوں میں حضرت صدیق اکبر رضی کی مٹھی بھر فوج کو کامیابی حاصل نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا۔ کہ آج ہماری گردنوں میں بھی محمد مصطفٰے علیہ السلام کی بجائے مسیلمہ کذاب کی غلامی کا پٹہ ہوتا اور اصلی و حقیقی نبوت کے خدوخال ہمیشہ کے لئے نقلی و جھوٹی نبوت کے سیاہ پردے ہماری آنکھوں پر پڑ جاتے جہاں سے پھر کسی کو بھی دین و ایمان کی روشنی نظر نہ آسکتی ——— جیسے کہ قادیانی نبوت ——— اور پھر اس کا نتیجہ مسلمانوں اور اسلام دونوں کے لئے تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ خلیفہ

نوں نے مرتدین سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر کے اور پھر ان پر پوری طرح تسلط پا کر نہ صرف اسلام کی عظمت اور دین حق کی شان و شوکت بچا لیا بلکہ تاریخ عالم کا رخ موڑ کر نئے سرے سے انسانی تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھ دی۔

اگرچہ مدینہ منورہ کے چند احباب کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس بے سروسامانی اور نازک ن مانی میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین اسلام کے خلاف جنگ کرنی نقصان دہ ہے لیکن چونکہ آپ عزم و استقلال کے کوہ گراں تھے اور آپ نے اپنے محبوب حقیقی کی صحبت و رفاقت سے انہوں نے جو سبق سیکھا تھا وہ یہ تھا کہ جنگ میں فتح و شکست فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی نہیں بلکہ لڑنے والوں کی جوانمردی۔ حوصلے۔ شجاعت اور جذبہ شہادت پر موقوف ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی میں ایسے کئی معرکے دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اہل مدینہ کی رائے کو قبول نہ کرتے ہوئے اور کسی مصلحت وقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے علم اسلام کو سربلند رکھنے کے لئے اسلام کے خلاف تمام سازشوں کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا۔

عہد نبوت میں تو مسلمانوں کو اپنی فتح و نصرت پر ہر وقت یقین ہوتا تھا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام سے فتح و کامیابی کا وعدہ کر رکھا تھا اور ہر جنگ میں مسلمان اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو میدان جنگ میں لڑتا دیکھتے تھے۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں ایسی کوئی بات نہ تھی!

رسول اکرم علیہ السلام کے بعد وحی کا نزول منقطع ہو چکا تھا اب

صرف جذبۂ ایمانی اور شوقِ شہادت اور نبیٔ کریم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ہی باقی تھا جن کی بدولت مسلمان کامیابی اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہو سکتے تھے اور پھر انہیں ہتھیاروں اور خدائی تلواروں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر میدان میں بروئے کار لا کر تمام مخالفینِ اسلام کو کچل دیا۔

اور اگر خلیفۂ اوّل ایسا نہ کرتے تو پھر ایرانی و رومی سلطنتوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کامیابی و فتح ہوتی تو درکنار عراق و شام کی طرف منہ کرنا بھی دشوار ہو جاتا!

کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج بدعقیدہ لوگ ان کے ایمان و اسلام میں بحث کرتے ہیں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرکے جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کی تیاری کرتے ہیں جنہوں نے قبولِ اسلام سے لے کر آخری ایام تک، اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت و اعانت میں کسی وقت بھی اپنی عزت و آبرو اور اپنے مال و جان کی پرواہ نہیں کی تھی۔

اور جنہوں نے اسلام کی سربلندی - دین کی عظمت اور حق و صداقت کے علم کو اونچا رکھنے کی خاطر اسلام کے خلاف تمام قوتوں کو پامال کرکے دینِ حق کا بول بالا کر دیا۔

اور جنہوں نے توحید و رسالت کے گرانقدر خزانے کی حفاظت کے لئے رات کی تاریکیوں میں اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ وطنِ مالوف، گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک پیدل سفر کیا اور راستے میں کئی بار اس مرکزِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اُٹھایا جس کو کعبہ سے بت توڑنے کے وقت شیرِ خدا بھی نہ اُٹھا سکے تھے!

اور پھر جنہوں نے غارِ ثور کی اندھیری کوٹھڑی میں عشقِ رسول میں اژدھا کے کئی ڈنگ اپنے پاؤں میں کھائے لیکن اس لئے جنبش نہ کی کہ کہیں محبوبِ خدا کے آرام میں خلل نہ آجائے!

اور جن کو خدا کی طرف سے ثانی اثنین اور صاحبِ رسولؐ کا کا خطاب عطا ہُوا اور نبی کی طرف سے صدیق و عتیق کے القاب ملے۔

اور جو آج بھی روضۂ مصطفٰے علیہ السلام میں اپنے محبوبِ حقیقی کے پہلو میں آرام فرما ہے۔

اس کے دین و ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے!

صدیق و عتیق کی وجہ تسمیہ

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرتِ ابوبکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے تو رسولِ معظّم علیہ السلام نے ان کو دیکھ کر فرمایا اَنْتَ عَتِيْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ پھر اسی دن سے وہ عتیق کے نام سے پکارے جانے لگے!

ریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۶۶ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۴۔ ابُو یعلی فی مسندہ وابن سعد والحاکم کے حوالے سے نقل ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے حضرتِ ابُوبکر کو دیکھا اور فرمایا مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ۔ کہ جو کسی ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو کہ جو جہنّم کی آگ سے آزاد ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ حضرتِ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔

ریاض النظرۃ جلد ا صفحہ ۶۶ ۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب معراج سے واپس آ کر بیان فرمایا تو جاء المشرکون الیٰ ابی بکر فقالوا ھل لک الیٰ صاحبک مشرکین مکہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا یار کیا کہتا ہے۔

کہتا ہے کہ میں آج رات کے تھوڑے سے حصے میں بیت المقدس اور عرش و لامکاں تک کی سیر کر کے آیا ہوں۔ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا وَقَالَ ذَالِکَ ۔ کہ کیا میرے یار نے واقعی یہ کہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ——

فَقَالَ لَقَدْ صَدَقَ وَاِنِّیْ لَاُصَدِّقُہٗ ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے محبوب نے سچ فرمایا ہے۔ اور اگر وہ اس سے بھی کوئی بعید بات کہتا تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا۔ فلذالک سُمِّیَ الصدیق۔ پس اس وجہ سے وہ صدیق کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۴۷۔ تاریخ الخلفا صفحہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنَّ قَوْمِیْ لَا یُصَدِّقُوْنِیْ ۔ کہ میری قوم اس معراج کے معجزہ کو نہیں مانے گی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یُصَدِّقُکَ اَبُوْبَکْرٍ وَھُوَ صِدِّیْقٌ ۔ کہ ابوبکر تصدیق کرے گا۔ اور وہ صدیق ہے۔

تاریخ الخلفا صفحہ ۲۵۔ لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ہمیں ابوبکر کے متعلق کچھ فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا :-

ذَالِكَ اَمْرٌ سَمَّاہُ اللّٰہُ الصِّدِّیْقَ عَلٰی لِسَانِ جِبْرِیْلَ وَعَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کا نام جبرائیل و مصطفےٰ علیہ السلام کی زبان پر صدیق رکھا ہے ۔ حضرت حکیم بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اس بات کی قسم کھاتے تھے ۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ اِسْمَ اَبَا بَکْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّیْقَ ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام آسمان سے صدیق نازل کیا ہے ۔

کتب شیعہ سے آپ کے صدیق رضی اللہ عنہ ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ ایران سُئِلَ الامام جعفر علیہ السلام عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ ھَلْ یَجُوْزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ فَقَالَ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَقَامِہٖ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہٗ صِدِّیْقٌ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔

ترجمہ :۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تلوار کو چاندی سے مرصع کرنا جائز ہے ؟

آپ نے فرمایا ——ہاں——

اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی تلوار کو چاندی سے مرصع کیا ہوا تھا ۔

سوال کرنے والے نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیا آپ بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہتے ہیں ؟

حضرتِ امام نے فرمایا۔ ــــ ہاں ــــ اور تین بار اپنی جگہ سے اُٹھ کر فرمایا :۔

نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ ۔ نَعَمْ الصِّدِّیْقُ

اور جو اسے صدیق نہ کہے۔ خدا تعالیٰ اسے دُنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔ یعنی اُس کے دین و ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

رجال کشی۔ مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر عبد العزیز صفحہ

۲۰۔ حضرت بُریدہ اسلمی فرماتے ہیں :۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلیٰ ثَلٰثَۃٍ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ اَنْتَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ فَلَوْ سُئِلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَنْ ھٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَۃِ ۔

ترجمہ :۔ کہ مَیں نے رسولِ اکرم علیہ السّلام سے سُنا۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق جنّت تین آدمیوں کی ہر وقت مشتاق رہتی ہے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آگئے۔ تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ تو صدّیق ہے۔ اَور تو غار میں بھی دُوسرا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ کاش مَیں نبیٔ کریم علیہ السّلام سے تیسرے کے متعلق بھی پُوچھ لیتا۔

تفسیر قمی۔ ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی صفحہ ۲۶۶۔ ابی عبداللہ

لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِیْ بَکْرٍ۔ کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام غارِ ثور میں تھے تو آپ نے حضرتِ ابو بکرؓ سے فرمایا۔ کہ مَیں اس وقت جعفر اور اُس کے ساتھیوں کا سفینہ دیکھ رہا ہوں۔

حضرتِ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی دکھا دو۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا ہاں دکھاتا ہوں۔

فَمَسَحَ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَرَاٰھُمْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَنْتَ الصِّدِّیْق۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے ابوبکر کی آنکھوں پر دستِ رحمت پھیرا۔ تب اُس نے بھی دیکھ لیا۔ پھر رسولِ پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔

شیعہ حضرات کی مستند اور معتبر کتابوں سے جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت کے ساتھ ساتھ آپ کا صدیق ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ مگر افسوس کہ موجودہ دور کے غالی متعصب اور تبرائی رافضی شیعہ اپنے آئمہ مجتہدین کی راہ سے بھی ہٹ چکے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ اپنے دلوں سے عداوتِ صحابہ کرام کی سیاہی کو دھو کر اور اپنی آنکھوں سے عناد کی پٹی اُتار کر ان روشن ستاروں کی چمک دمک کو دیکھیں تو پھر نہ انہیں ابوبکر کی صدیقیت میں کوئی شک نظر آئے اور نہ ہی عمر فاروق کی عدالت میں کوئی شبہ دکھائی دے نہ ہی عثمانِ غنیؓ کے صاحبِ ذوالنورین ہونے میں کوئی تاویل حائل ہو اور نہ ہی اُمّ المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ کی عزت آبرو اور عفت و عصمت کی پاک چادر داغدار نظر آئے۔

صدیقؓ اور صادقؓ

دُنیا کا ہر انسان جب بھی کبھی حضرتِ امام جعفر علیہ السلام کا اسمِ گرامی لیتا ہے تو صادق ضرور کہتا ہے۔ حالانکہ گیارہ امام اور بھی

ہیں۔ مگر کسی کے نام کے ساتھ لفظِ صادق نہیں بولا جاتا۔ نہ امام باقر کو کوئی صادق کہتا ہے اور نہ ہی امام نقی و تقی کو نہ ہی امام موسیٰ کاظم کے ساتھ صادق کہا جاتا ہے اور نہ ہی موسیٰ رضا کے ساتھ۔ پھر امام جعفرؓ کے نام کے ساتھ لفظِ صادق کیوں ہے؟

آؤ — ذرا حضرتِ امام جعفر علیہ السلام ہی سے پوچھ لیں۔ کہ آپ صادق کیوں ہیں۔

جواب ملتا ہے۔ ولدنی الصدیق مرتین۔ کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ نے دو دفعہ جنا ہے یعنی میں دو نسبتوں سے صادق ہوں۔

پہلی وجہ — ابوبکر کا بیٹا محمد۔ محمد کا بیٹا قاسم۔ قاسم کی بیٹی امِ فروہ۔ ام فروہ کا نکاح ہوا۔ حضرتِ امام باقر سے اور اس کے بطن سے حضرتِ امامِ جعفرؓ پیدا ہوئے اور حضرتِ صدیق کی نسبت سے صادق ہوئے۔

گویا کہ حضرتِ امام جعفرؓ کی والدہ حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کی پڑپوتی تھی۔

اور آپ کی نانی حضرتِ اسماء تھیں جو حضرتِ ابو بکرؓ کی پوتی تھی۔ ابوبکر کا بیٹا عبدالرحمٰن۔ عبدالرحمٰن کی بیٹی حضرت اسماء۔ کشف الغمہ۔ علی بن سعید اربلی شیعہ کی کتاب۔ صفحہ ۲۲۰۔

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امہ ام عبداللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولدہ جعفر و عبداللہ وامہما ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ یعنی محمد بن علی کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ

بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ ہے جن کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

جلاء العیون صفحہ ۲۵۱ و پدر آنحضرت امام باقر و مادر آنحضرت ام فروہ دختر قاسم پسر محمد بن ابو بکر۔ کہ حضرت امام جعفر کے باپ کا نام امام باقر ہے اور ان کی والدہ کا نام ام فروہ ہے جو لڑکی ہے قاسم کی اور قاسم بیٹا ہے محمد کا اور وہ بیٹا ہے ابو بکر کا۔

اس حسب و نسب اور خاندانی محبت و الفت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات حضرتِ ابو بکر صدیق کی شان و عظمت سے انکار کرتے ہیں اور انہیں صدیق ماننے۔ یارِ غار جاننے اور امام اول پہچاننے کی بجائے اُن کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرنے سے باز نہیں آتے تو پھر میں ایسے بے ادب و گستاخ شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ سب سے پہلے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ پاک کی تصدیق کس نے کی۔ اور حضرتِ امام جعفر صادق صادق کیوں ہیں؟

جواب یہی ہے کہ حضرتِ صدیقِ اکبر رض۔

پھر اگر تم نبیٔ کریم علیہ السلام کے معراج کو اور امام جعفر کو صادق مانتے ہو۔ تو ابو بکر کو بھی صدیق مانو۔ اور اگر اسے صدیق نہیں مانتے تو پھر نبی کے معراج کا بھی انکار کرو اور امام جعفر رض کو صادق کہنا بھی چھوڑ دو۔

Click For More Books

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنِ پاک اور صدیق معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآنِ پاک نے جہاں جا بجا تمام اصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت کو بیان کرکے گستاخان اصحابِ رسول کے لئے درسِ عبرت کا سامان مہیا کر دیا ہے وہاں اس نے کچھ ایسی آیات کو بھی روشن کر دیا ہے جو صرف حضرتِ صدیق اکبرؓ کی تعریف و توصیف پر مبنی ہیں۔ اگرچہ صدیقِ اکبرؓ ان تمام اصحابۂ کرام میں بھی شامل ہیں۔ جن کے متعلق قرآنِ پاک نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اور التائبون العابدون کے اعزازات کے علاوہ اور بھی مراتب و مدارج بیان فرمائے ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں خاص طور پر بیان کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرتِ ابوبکر صدیق دوسرے اصحابۂ کرامؓ میں سے کچھ ایسی خصوصیات بھی رکھتے تھے جو دوسروں میں نہیں تھیں۔

پارہ ۲۴۔ سورۂ زمر۔ آیت نمبر ۳۳۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ! اور وہ جو آیا حق و سچ کے ساتھ اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ ہیں متقی و پرہیز گار۔

تفسیر کبیر جلد ۷، صفحہ ۲۵۲۔ ان المراد شخص واحد فالذی جاء بالصدق محمد علیہ السلام والذی صدق بہ ھو ابوبکر وھذا القول مروی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ وجماعت من المفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
کہ اس سے مراد ایک ہی واحد شخص حضرتِ ابوبکر صدیق ہے! جو حق و سچ لے کر آیا وہ محمد صلی علیہ وسلّم ہیں اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ ابوبکر ہے۔

اور یہ قول حضرتِ علیؓ اور دوسرے مفسّرین کا ہے!

اور اگر کوئی سوال کرے کہ چونکہ آیت میں ! وُلٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ جمع ہے اس لیئے کسی شخصِ واحد کو اس کا مصداق ٹھہرانا ٹھیک نہیں تو امام رازیؒ جواب دیتے ہیں!

ان الرسالۃ لا تتم الا بارکان اربعۃ المرسِلُ وَالمرسل والرسالۃ والمرسل الیہ۔ کہ رسالت چار ارکان سے مکمل ہوتی ہے۔ مُرسِلُ۔ مُرسَلُ۔ رسالت اور مُرسل الیہ اور رسالت کا آخری مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو قبول کرے اور اس کی تصدیق کرے۔ پس وہ شخص جو سب سے پہلے تصدیق کرے ھو الذی یتم بہ الارسال۔ تو وہی ہے جس نے ارسالِ نبوّت کو تمام کر دیا۔

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال دعوا ابابکر فانہ من تتمۃ النبوۃ۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ ابوبکر کو بلاؤ۔ اُس نے میری نبوّت کی سب سے پہلے تصدیق کر کے منصبِ نبوّت کو تمام کر دیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پھر آخری فیصلہ دیتے ہیں اگر یہ آیت کسی شخص واحد کے لیئے ہو یا تمام انبیاء علیہم السّلام اور

اور ان کے تمام ماننے والوں کے حق میں فان ابوبکر داخل فیہ
پس حضرت ابوبکر دونوں صورتوں میں اس آیت میں شامل ہیں۔
اور آگے قرآنِ پاک نے ان کا انعام و اعزاز بیان کیا ہے۔
لھم مایشاؤن عند ربھم
کہ اللہ کی طرف سے ان کو ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔
شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر مجمع البیان جلد ۸ صفحہ ۴۹۸ میں
علامہ طبرسی نے بھی اس آیت پاک کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی شانِ پاک میں نازل ہونا لکھا ہے۔ اَلَّذِیْ جَآءَ
بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔
ترجمہ:۔ کہ جو شخص آیا حق اور سچ کے ساتھ وہ رسولِ خدا
علیہ السلام ہیں اور جس نے تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر ہے۔
پارہ ۳۰۔ سورۃ واللیل۔ وَسَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی ۙ الَّذِیْ یُؤْتِیْ
مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی ۙ اِلَّا
ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی ۚ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۚ
ترجمہ:۔ اور الگ رہے گا اس سے بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا
مال تاکہ وہ پاک ہو جائے اور نہیں کسی کا اس کے ہاں کوئی احسان کہ اس
کا بدلہ دیا جائے۔ مگر رضا جوئی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے اور بس اور
وہ راضی بھی ہو جائے گا۔
تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۷۱۔ اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ مِنَّا عَلٰی اَنَّ
الْمُرَادَ اَبُوْبَکْرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ ہمارے تمام مفسرین
کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت قرآنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ ہمارے تمام مفسّرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیاتِ قرآنی حضرت ابُوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔
اس لئے کہ اُنہوں نے اپنا مال کسی جزا کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور کئی غلاموں کو کفّارِ مکّہ کے ظلم و ستم سے رہائی دلائی مثلاً حضرتِ بلال اور عامر بن فہیرہ۔

صفحہ ۷۱۹۔ اما قوله ولسوف یرضی۔ فالمعنی انه وعد ابا بکر ان یرضیه فی الاخرۃ۔ پھر خدا وندِ کریم کا یہ فرمانا۔ کہ عنقریب یعنی قیامت کے دن اسے راضی کرے گا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ ابُوبکرؓ کو راضی کرنے کا وعدہ کیا ہے جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو راضی کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی لان رضا اللہ عن عبدہٖ اکمل للعبد من رضاء عن ربه۔ اور اللہ کا کسی بندے سے راضی ہونا افضل و اکمل ہے۔ اس سے کہ کوئی بندہ اپنے ربّ سے راضی ہو۔

تفسیر روح البیان جلد ۴۔ صفحہ ۶۶۱۔ نَزَلَتْ فِی حق ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنه حِیْنَ اِشْتَرٰی بِلَالًا و عامر بن فھیرۃ وعبید۔ کہ یہ آیات حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں جبکہ انہوں نے حضرت بلالؓ حضرتِ عامر بن فہیرہ اور حضرتِ عبید کو کفّارِ مکّہ سے خرید کر آزاد کروایا۔
تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰۔ صفحہ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ علّامہ طبرسی۔ شیعہ

حضرات کی معتبر تفسیر۔ عن ابن زبیر قال اِنَّ الاٰیةَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ لِاَنَّه اشْتَرٰی الممالِیْكَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وعَامر بن فهیرة و غیرهما واَعتقهُمْ۔

ترجمہ :۔ ابن زبیر سے روایت ہے کہ یہ آیتِ پاک حضرتِ ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لیئے کہ اُنہوں نے اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ جیسا کہ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ اور دیگران کے علاوہ۔

پارہ ۱۰۔ سُورۃ التوبہ۔ آیت ۴۰۔ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ۔

دوجان۔ جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب نبی نے کہا اپنے ساتھی سے تو غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے! پھر اللہ نے اتاری اپنی تسکین اس پر۔

اس آیت کی تفسیر اور واقعہ ہجرت تو انشاء اللہ مفصّل طور پر آگے آئے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی بتا دینا مقصود ہے کہ قرآنِ پاک نے جس انداز سے نبیؐ کے اس یارِ غار کی مدح و شان اور تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے وہ قرآنِ پاک پر ایمان اور اپنے دلوں میں شمعِ اسلام کی معمولی سی روشنی رکھنے والے مسلمانوں کے لئے باعثِ نازگیٔ ایمان ہے اور اس رفیقِ مصطفٰے علیہ السّلام سے بغض و عناد رکھنے والے شیعہ حضرات کے لیئے درسِ عبرت ہے! ہجرت کی اندھیری رات میں اس تاریک غار کے اندر وہ دو کون تھے؟

نبیؐ کا ساتھی کون تھا؟
نبیؐ نے صاحبہ کس سے کہا؟
اللہ کن کے ساتھ تھا؟
اور اللہ نے کس پر اپنی تسکین نازل کی؟
ان تمام سوالوں کے جوابات کے لئے تفسیر کبیر دیکھو۔
بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۵ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۳۷،
۴۳۸۔ مَکَثَ فِیہِ رَسُوْلُ اللہِ ثَلاَثاً وَّ اَبُوْبَکرٍ مَعَہٗ۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام اس غارِ ثور میں تین دن تک رہے۔ اور ابوبکرؓ اُن کے ساتھ تھا۔
یخرج ھو و ابوبکر اول اللیل۔ نبی اور ابوبکر رات کے پہلے حصّے میں مکہ سے نکل گئے! فَلَمَّا وَصَلاَ اِلیٰ الْغَارِ دَخَلَ اَبُوْبَکرٍ الْغَارَ وَّلاَ یَلْتَمِسُ مَا فِی الْغَارِ۔ پس جب دونوں غار پر پہنچے تو ابوبکرؓ پہلے غار میں داخل ہوئے اور جو کچھ بھی غار میں تھا، برداشت کرتے رہے۔
فَلَمَّا طَلَبَ الْمُشْرِکُوْنَ الاَثَرَ وَقَرَّبُوْا بَکیٰ اَبُوْبَکرٍ خَوْفاً عَلیٰ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَال علیہ السّلام لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا۔ جب مشرکینِ مکّہ تلاش کرتے کرتے قریب آ گئے تو حضرتِ ابوبکر رسولِ اکرم علیہ السّلام کے لئے رونے لگے۔
پس نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ السکینۃ نازلۃ علیٰ قلب ابوبکر۔
اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین حضرتِ ابوبکر کے دل پر نازل

فرمائی!

شیعہ حضرات چونکہ اس موجودہ قرآن کو نہیں مانتے اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ سوال کریں کہ ہماری کسی کتاب سے یہ ثابت کریں تو ملاحظہ ہو۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور دیگر مشرکین مکہ نے آپ کے قتل کا پروگرام بنایا ہے اس لئے وَاٰمُرُكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ آپ کو حکم دیتا ہے کہ ابوبکر کو ساتھ لے کر مکہ سے نکل جاؤ۔

اور اس لئے کہ اگر ابوبکر نے آج کی رات تمہارا ساتھ دیا اور مدد کی اور ثابت قدم رہا۔ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ۔ تو پھر وہ جنت میں تمہارا رفیق ہوگا! قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ کیا تو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ کفار مکہ جس طرح میرے قتل کے درپے ہیں اسی طرح تیرے بھی قتل کے درپے ہوں۔

قال ابوبکر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا لو عشت عمر الدنیا فی جمیعها اشد العذاب و کان فی محبتک لکان ذالک احب الی انا و مالی وولدی فداك۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔ اے میرے آقا اگر میں تمام عمر

زندہ رہوں اور ساری زندگی آپ کی محبت میں سخت عذاب میں بلا سار رہوں۔ تو پھر بھی مجھے آپ کی محبت ہی منظور ہے! میری جان! میرا مال اور میری اولاد آپ پر قربان! پس نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو میرے کان اور آنکھوں کے بمنزلہ ہے اور تجھ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہو گی جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے جیسے کہ علیؓ ہے!

حملہ حیدری ملا باذل ایرانی - جلد اوّل صفحہ ۴۸ و ۴۹ - کہ جب نبیؐ کریم علیہ السلام ہجرت کی رات مکہ مکرمہ سے نکلے -

ز نزدیک آں قوم پر مکر رفت
بسوئے سرائے ابو بکرؓ رفت

تو کفار مکہ سے دور ہونے سے پہلے نبیؐ کریم علیہ السلام ابو بکرؓ کے گھر گئے۔

ان کو ساتھ لیا -

کہ در کس چناں قوت آمد پدید
کہ بار نبوت تو اند کشید

پھر اس ابو بکرؓ میں اتنی قوت پیدا ہو گئی - کہ اس نے نبوت کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا -

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید
قبا را بدرید و آں رخنہ چید

غار کے تمام سوراخ ابو بکرؓ نے اپنا لباس پھاڑ کر بند کر دیئے -

بدیں گونہ تا شد تمام آں قبا ؛ یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا -

اس طرح کی چادر ختم ہو گئی۔ مگر ایک سوراخ تقدیرِ الٰہی سے بند نہ ہو سکا۔

بر آں رخنہ ماندۂ آں یارِ غار
کفِ پائے خود را نمود استوار

اس سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

در آمد رسولِ خدا ہم بغار
نشستند یک جا بہم ہر دو یار

پھر رسولِ اکرم علیہ السّلام اس غار میں تشریف لے آئے اور پھر دونوں یارِ غار میں اکٹھے بیٹھ گئے۔

اور پھر ابو بکرؓ کے پاؤں میں اژدھے نے ڈنگ مارا تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا غم نہ کر۔ سانپ تجھے کوئی دکھ نہیں دے سکتا!

شدے پسرِ بو بکر ہنگام شام
بہ بردے دراں غار آب و طعام

اور حضرتِ ابو بکرؓ کا لڑکا ہر رات کو کھانا اس غار میں پہنچاتا تھا۔

تفسیر قمی۔ صفحہ ۲۶۵۔ عن عبد اللہ لما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار قال لابی بکر کانّی انظر الی سفینۃ جعفر فی اصحابہ یقوم فی البحر الی قومہم فقال ابو بکر وتراھم یا رسول اللہ قال نعم فمسح علی عینیہ فراھم فقال لہ رسول اللہ انت الصدیق! حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام غار میں تھے۔ تو

آپ نے حضرتِ ابو بکرؓ سے کہا کہ میں جعفرؓ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ دریا میں ایک کشتی پر دیکھ رہا ہوں۔

ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی دکھاؤ۔ نبی کریم علیہ السلام نے ابو بکرؓ کی آنکھوں پر دستِ رحمت پھیرا۔ تو اس نے بھی دیکھ لیا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تو صدیق ہے۔

حیات القلوب جلد دوم۔ صفحہ ۱۲۲۔ مذکور است کہ حق تعالیٰ بسوئے حضرت رسولِ خدا وحی فرستاد کہ خداوندِ اعلیٰ ترا سلام می رساند وحی فرمائد کہ ابو جہل واکابرین قریش تدبیر کردہ اند کہ ترا بقتل رسانند و خدا ترا امر میکند کہ علی را در جائے خود بخوابانی الی قولہ و ترا امر میکند کہ ابو بکر را ہمراہ خود بغار ببری کہ جحت برا و تمام کنی کہ اگر مساعدت و معاونت تو بکند و برعہد و پیمان تو باقی بماند در بہشت رفیقِ تو باشد و دیگراں روایت کردہ اند کہ ابو بکر در غار اضطراب بسیار میکرد از بیم قریش و حضرت اور اتسلی داد۔ چنانچہ حق تعالیٰ در قرآن اشارہ بایں نمودہ اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا!

یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ خداوندِ کریم تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے تمہارے قتل کا مشورہ

کر ایا ہے اور خدا تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حضرت علیؓ کو آج اپنے بستر پر سلا دو اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں چلے جاؤ۔ تاکہ اس پر حجت تمام ہو جائے اور اگر ابو بکرؓ نے آج تمہاری رفاقت کی اور تمہاری مدد کی اور اپنے عہد و پیمان میں مضبوط رہا۔ تو پھر بہشت میں بھی تمہارا ساتھی ہوگا۔

اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ قریشِ مکہ کے خوف سے غار میں بڑے مضطرب ہوئے تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے ان کو تسلی دی۔ جیسا کہ قرآن میں خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ کہ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب نبی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

تفسیر خلاصۃ المنہج۔ علامہ کاشانی۔ امیر المومنین را بر جائے خود بجا باند و خود از خانۂ ابو بکر برفاقت او در ہماں شب بیروں آمدہ بایں غار متوجہ شدند۔

کہ شبِ ہجرت نبیٔ کریم علیہ السلام نے امیر المومنین حضرت علی المرتضےٰؓ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے اسی رات غار کی طرف چل دیئے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۴۔ حضرت حرام بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جدِّ امجد جو کہ ام معبد کے بھائی تھے روایت کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اخرج من مکۃ خرج مہاجرا الی المدینۃ ھو وابو بکر۔

کہ جب نبیٔ کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ

کی طرف گئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ذکر کیا گیا۔ تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا کہ میری تمام عمر کی نیکیاں ابوبکرؓ کی ہجرت کی رات کی ایک نیکی سے بھی کم ہیں۔ جبکہ وہ غار کے پاس گئے تو ابوبکرؓ نے نبئ کریم علیہ السلام سے کہا:۔

لا تدخله حتى ادخل قبلك فان كان فيه شئ اصابني دونك!

کہ میں آپ سے پہلے غار میں داخل ہوتا ہوں اس لئے کہ اگر اس پرانی غار میں کوئی چیز ہے تو اس کا دکھ مجھے پہنچے!

پھر انہوں نے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بند کیا اور ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔

پھر نبئ کریم علیہ السلام سے کہا اندر آ جاؤ۔ اور آپ غار کے اندر چلے گئے۔

ووضع راسه فى حجره -

اور اپنا سر اقدس ابوبکرؓ کی گود میں رکھ کر لیٹ گئے!

فلدغ ابوبكر فى رجله من الجحر ولم يتحرك!

پس ایک پتھر کے نیچے سے ایک اژدھے نے ابوبکرؓ کے پاؤں میں ڈنگ چلایا۔ اور ابوبکرؓ نے حرکت کی۔

نبئ کریم علیہ السلام نے پوچھا اے ابوبکرؓ کیا ہوا ہے؟

عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا سانپ

نے ڈنگ مارا ہے۔ فتنقل رسول اللہ علیہ السلام مذھب ما یجدہ۔ پس نبیٔ کریم علیہ السلام نے اس جگہ پر اپنا لعابِ دہن لگا دیا۔ جس سے ابوبکرؓ کا درد جاتا رہا۔
مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۲۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۳۔
حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

رحم اللہ ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الیٰ دار الھجرۃ واعتق بلال من مالہ۔

کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے اُس نے مجھے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دی اور مجھے ہجرت کی رات اُٹھا کرلے گیا، اور بلالؓ کو اپنے مال سے غلامی سے آزاد کرایا۔
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔
حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے ابوبکرؓ سے فرمایا:۔

اَنت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض۔

کہ تو غار میں بھی میرا ساتھی تھا اور حوضِ کوثر پر بھی میرا ساتھی ہوگا۔

قرآن واحادیث، تفاسیر و تواریخ اور شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتابوں سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔ کہ شبِ ہجرت کے خطرناک سفر اور نازک ترین لمحات میں جس مقدس انسان نے پیش آنے والے تمام خوفناک حادثات اور خطرناک مصائب

سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوبِ حقیقی کا ساتھ دیا وہ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی تھے!

لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی ضد۔ ہٹ دھرمی اور بددیانتی ہے کہ قرآن واحادیث اور تفاسیر اور اپنی بھی کتابوں کو ٹھکرا کر اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان متواتر واقعات کو اپنے بُغض و عناد کی بنا پر پس پُشت ڈال کر اور طرح طرح کی من گھڑت کہانیاں پیدا کر کے صدیق اکبر کی عظمت کے چراغ کو اپنی دُشمنی کی پھُونکوں سے بُجھانے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں!

کفر و شرک جب توحید و اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا! ضلالت و گمُراہی کے اندھیرے جب رُشد و ہدایت کی روشنی میں گمُ ہو گئے! فسق و فجُور کی تاریکیاں جب حق و صداقت کے چراغوں سے مات کھا گئیں! گنُاہ و معصیت کے سیاہ بادل جب نیکی و شرافت کے مطلع پر نہ چھا سکے! ظلم و ستم کی کالی گھٹائیں جب لُطف و کرم کے دامن پر نہ برس سکیں! بُتوں کو پُوجنے والے جب کعبہ کے پرستاروں پر غالب نہ آ سکے اور مشرکین مکہ جب فرزندانِ توحید کے مقابلہ میں زندگی کے ہر موڑ پر شکست کھا چکے تو آخر اُنہوں نے تنگ آ کر رسولِ خُدا علیہ السّلام کو قتل کر کے حق و اسلام کا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ کرلیا!

اور پھر ایک رات ایسی بھی آئی کہ تلواریں میانوں سے نکل کر حجرۂ رسول پر چھا گئیں!

رات اندھیری تھی اور عالم پر سکوتِ مرگ طاری تھا!

دُنیا خوابِ غفلت میں محو تھی اور دُشمنانِ رسول بپھرے ہوئے تھے!

دروازہ بند تھا اور درو بہاں کا والی بسترِ نبوت پر آرام فرما تھا

جبریل علیہ السّلام نے دستک دی!

نبیؐ نے پُوچھا ——— کون ہے؟

جواب ملا ——— جبریلؑ!

دروازہ کھُلا ——— فرستادۂ خدا اندر آیا!

پیغمبر نے پُوچھا ——— کیوں آئے ہو؟

عرض کی آقا میرا اور خدا کا سلام قبول ہو!

خدا کا حکم ہے کہ حاضر ہوا ہُوں ———

کیا حکم ہے؟

کفارِ مکّہ نے آپ کے قتل کا ارادہ کرکے مکان کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ اُٹھو اور اپنے بستر پر علی المرتضیٰؓ کو سلا کر اور اپنے بچپن کے ساتھی ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف نکل جاؤ!

فرشتہ ہجرت کا پیغام دے کر چلا گیا!

مرکزِ کائنات نے حرکت کی ———

عرش نے جھک کر دیکھا ——— فرش تھرّا اُٹھا!

فرشتوں نے درود پڑھا ——— شجر و حجر نے سلامی دی!

نبیؐ نے باہر دیکھا ——— ننگی تلواریں چمک رہی تھیں ———

نیزے تانے ہوئے تھے اور تیر کمانوں سے نکلنے ہی والے تھے!

عرض کی یا اللہ ——— مکان گھیرے میں ہے اور تلواریں چمک،

رہی ہیں۔ کیسے نکلوں؟
فرمایا —— سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہُوئے دشمنوں کے
قریب سے نکل جاؤ۔ تم نظر نہیں آؤ گے!
نبیؐ نے دروازہ کھولا اور سورۂ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے کفارِ
مکّہ کے پاس سے نکل گئے!
وہ قدموں کی آہٹ تو سنتے تھے۔ مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا!
وہ درّاتا ہُوا وحدت کا دم بھرتا ہُوا نکلا
تلاوت سُورۂ یٰسین کی کرتا ہُوا نکلا
کھنچی ہی رہ گئیں خونریز خُوں آشام شمشیریں
کسی نے کھینچ دیں ہوں جس طرح کا غذ کی تصویریں
والئِ دوجہاں حضرتِ علی المرتضیٰ کے پاس گئے اور فرمایا!
اے علیؓ میں اللہ کے حکم سے مکّہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہُوں!
مشرکینِ مکّہ میرے قتل کے ارادے سے مکان کا محاصرہ کئے
کھڑے ہیں!
آج رات تم میرے بستر پر سو جاؤ!
علی المرتضیٰ سمجھ گئے کہ امتحان شدید ہے —— اس لئے کہ
آج نبیؐ کے بستر پر سونا گویا تلواروں کے سایہ میں سونا تھا!
یہ موت اور ہلاکت سے دست بدست جنگ تھی!
عشق و محبّت کی آزمائش اور جاں نثاری کا امتحان تھا!
مکّے کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں کا
مقابلہ تھا!

ہر لمحہ جان جانے کا خطرہ اور ہر گھڑی موت کا انتظار کرنا تھا
کافر آج اٹل ارادے سے آئے ہوئے تھے! آج وہ نبی کو قتل کر کے
حق و اسلام کا خاتمہ کرنے آئے تھے اور شمع توحید کو بجھا کر اپنے
بتوں کی آبرو بچانے کی نیت سے کھڑے تھے۔
یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی علی المرتضیٰؓ نے بغیر کسی تامل
کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا ہے۔
اس لئے کہ نبیؐ کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے!
علیؓ اپنے محبوبِ حقیقی کے بدلے اپنی جان قربان کرنے کی
نیت سے اس کے بستر پر جا لیٹے!
مشرکینِ مکہ کو نہ نبیؐ کے جانے کا پتہ چلا اور نہ علیؓ کے آنے کا!
سیدالانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے گھر گئے اور فرمایا:۔
ابوبکرؓ میں خدا کے حکم سے مکہ کی بستی کو چھوڑ کر مدینہ جا رہا
ہوں۔ اور خدا کا یہ بھی حکم ہے کہ تجھے ساتھ لے جاؤں!
آج اگر تو نے میرا ساتھ دیا تو کل جنت میں بھی تو میرا ساتھی ہوگا۔
صدیقِ اکبرؓ بھی یہ جانتے تھے کہ آج نبیؐ کے ساتھ جانا گویا موت
کو دعوت دینا ہے اور مصائب و مشکلات کے سمندر میں کودنا ہے!
اس لئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہیں تھا۔ بلکہ زندگی
اور موت کا سودا تھا۔ حیات و ممات کی جنگ تھی اور کفارِ مکہ کی
فولادی تلواروں سے کھیلنا تھا! آقا کی حفاظت میں پہلے اپنی جان
فدا کرنے کا فیصلہ تھا۔
یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی صدیق اکبرؓ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے

اپنے آقا و مولا کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی۔

اس لئے کہ محبوب کی رضا سے منہ پھیرنا محبت کی شکست ہے!

حضرتِ عائشہؓ اور حضرتِ اسماءؓ نے کھانا تیار کیا اور رختِ سفر باندھا۔ حضرتِ اسماءؓ کو کھانا باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی، تو اپنا دوپٹہ پھاڑ کر باندھا اور دربارِ نبوتؐ سے ذات النطاقین کا خطاب پایا!

سواری کے لئے دو اونٹنیاں پہلے ہی سے تیار تھیں۔ ایک پر دونوں عالم کا شہنشاہ اور دوسری پر وفادار غلام سوار ہو گیا۔

چاند چھپ چکا تھا اور رات کی تاریکیوں کے سائے عرب کی پہاڑیوں پر چھا چکے تھے!

پہاڑی راستے کے نشیب و فراز اور نوکدار پتھروں کی پگڈنڈیوں پر نبیؐ و صدیقؓ کا یہ مقدس قافلہ رات کے سکوت میں خاموشی سے جا رہا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے شناسا تھے! ایک محب تھا تو دوسرا محبوب۔ ایک آقا تھا دوسرا غلام۔ ایک رحمت کا دریا تھا دوسرا پیاسا! ایک دو جہان کا شہنشاہ تھا دوسرا گداگر!

ایک کے سر پر نبوت کا تاج تھا دوسرے کے سر پر صداقت کا سہرا!

نبی نے اس کو اپنا وفادار ساتھی اور جانثار غلام سمجھ کر ساتھ لیا تھا اور صدیق اس نشے میں جا رہا تھا کہ اپنے محبوبِ حقیقی کی ایک گھڑی کی رفاقت کی نعمت پر دونوں جہان کی نعمتوں کے

خزانے قربان!

اور اگر اس کی رفاقت میں موت آبھی گئی، تو یہ وہ شہادت ہوگی۔ جس پر آسمان کے فرشتے تحسین و آفرین کے پھول برسائیں گے اور جنّت کی حُوریں میری سچّی دوستی کے قصیدے پڑھیں گی!

آقا نے غلام سے فرمایا۔ میں اُونٹنی پر بیٹھے تھک گیا ہُوں غلام نے اپنی اُونٹنی سے نیچے اُتر کر آقا کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا۔

آسمان کے دروازے کھُل گئے اور عرش والوں نے رشک کی نگاہوں سے دیکھا! قدرت نے ایوانِ قدرت سے جھانک کر شانِ قدرت کا نظارہ کیا۔

اور ہوتا بھی کیوں نہ!؟

عرشِ الٰہی پر قدم رکھنے والا آج ابُوبکر صدیقؓ کے کندھوں پر سوار رہے!

بارِ نبوّت کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کے دل میں خوشی و مسّرت کے ہزاروں گلستاں مہک اُٹھے اور کفّارِ مکّہ کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اپنے وطنِ مالوف کی حسین بہاروں کو چھوڑ کر کانٹے دار جھاڑیوں میں چلنا اس کے لئے جنّت کا راستہ بن گیا اس لئے ــــــ کہ لُطف و کرم کا مرکز اس کے کندھوں پر سوار تھا اور رحم و شفقت کا منبع اور جنّت کا مختار اس کے شانوں پر بیٹھا تھا رات کے سنّاٹے! تاروں کی چھاؤں اور خدا کی نگہبانی میں ماہ کے دونوں مسافر خوف و خطر سے بے پرواہ ہو کر چلے جا رہے تھے

اس مقدس قافلہ کی پہلی منزل غارِ ثور تھی! زمین سمٹتی گئی۔ اور منزل قریب آتی گئی! رات آدھی سے ڈھل چکی تھی اور یہ دونوں مسافر اللہ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے پر آپہنچے!

آقا نے فرمایا میں اندر جاتا ہوں۔ غلام نے دست بستہ عرض کیا، نہیں حضور خدا کی قسم میں آپ کو پہلے نہیں جانے دوں گا!

والی دوجہاں نے پوچھا کیوں؟

خدمتگزار نے کہا۔ آقا غار بہت پرانی ہے اور اس کے طول و عرض اور اس کی پہنائی و گہرائی کا بھی کچھ پتہ نہیں اور پھر خدا جانے اس کے اندر کون کونسی بلائیں ہیں۔ آپ تشریف رکھیں پہلے میں اندر جاکر اس کے اندرونی حصّہ کا معائنہ کرلوں اور آپ کے بیٹھنے کے قابل بنالوں۔

صدیق اکبرؓ اندر گئے ——— غار کیا تھی؟

خاردار جھاڑیوں کا مرکز۔ نوکدار پتھروں کی کالی کالی چٹانیں اور اور سنگریزوں کے بے ترتیب ڈھیروں کا مجموعہ

وفادار غلام کو غارِ ثور میں کئی سوراخ نظر آئے! یار غار نے کپڑے پھاڑ کر غار کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کرکے آواز دی یارسول اللہ اندر تشریف لے آئیے۔

محبوب خدا علیہ السلام بھی غار کے اندر چلے گئے۔ جانثار ساتھی نے دیکھا ایک سوراخ ابھی کھلا ہے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔

آقا اپنے غلام کے زانو پر سرِ اقدس رکھ کر لیٹ گیا۔ گویا کہ صدیق اکبرؓ کی جھولی میں دونوں جہاں کی دولت رحمت آگئی! مرکز نبوت

آغوش میں چھپ گیا اور ساری کائنات دامن میں سمٹ گئی!

خُدا جانے وہ اژدھا کملی والے کی زیارت کے لئے کب سے اسی سُوراخ میں رہ رہا تھا۔ اس کی آرزو بر آنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ حسنِ محبُوب کا نظارہ کرنے کی حسرت پُوری ہونے کی گھڑیاں سر پر کھڑی تھیں اور ہجر و فراق کی خزاں سے مُرجھائے ہُوئے اُس کی زندگی کے چمنستان میں وصل و دیدار کی بہارِ جانفزا آ چکی تھی۔

وجُودِ مصطفٰے علیہ السّلام کی خوشبُو نے سانپ کو کیف و مستی عطا کی وُہ اُٹھا اور بَل کھاتا ہُوا رُخِ مصطفٰے علیہ السّلام کا نظارہ کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔

تمام راستے بند تھے۔ وہ بیقراری میں اِدھر اُدھر چکّر لگانے لگا۔ آخر اس سُوراخ پر آیا جس پر نبیؐ کے جانثار غلام نے اپنا پاؤں رکھا ہُوا تھا۔

اژدھا حیران تھا کہ کیا کرُوں۔ ڈنگ مارتا ہُوں تو گستاخی ہے اور نہیں مارتا تو محبُوبِ خدا علیہ السّلام کی زیارت سے محرُوم رہ جاتا ہُوں۔ آخر اُس نے یہ سوچ کر ڈنگ چلا دیا کہ جس کے حُسنِ تاباں کو دیکھنے کی آرزو میں ایک مُدّت سے یہاں بیٹھا ہُوا ہوں اگر آج بھی وُہ حسرتِ دیدار پُوری نہ ہُوئی تو پھر خدا جانے کبھی ایسا موقعہ ہاتھ آئے یا نہ!

سانپ نے اس خیال سے ڈنگ چلایا تھا کہ ایک معمُولی انسان ہے ڈنگ کھا کر پاؤں اُٹھا لے گا لیکن اس عاشقِ صادق نے سمجھا کہ دُشمن ہے پاؤں اور دبا دیا۔

زہر رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا مگر اس جانثار غلام نے اس خیال سے جنبش نہ کی کہیں محبوب کے آرام میں فرق نہ آجائے صدیق اکبرؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ رُخِ مصطفٰے علیہ السلام پر گرا ——— والئی دو جہاں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا "صدیق روتے کیوں ہو؟"

عرض کی آقا سانپ نے ڈنگ مارا ہے! رحمتِ دو عالم نے حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کا پاؤں پکڑ کر اپنا لُعابِ دہن لگا دیا جس سے وفادار ساتھی کا درد جاتا رہا۔ ساری تکلیف دُور ہو گئی اور بیمار کو شفا مل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنا بڑا اور پُرانا اژدھا تھا۔ اور سوراخوں میں کپڑے کے معمولی سے ٹکڑے تھے وہ اگر چاہتا تو اپنی زہریلی پھنکار سے ان کپڑوں کو جلا کر اپنا راستہ بنا سکتا تھا لیکن نہیں وہ کسی اور سوراخ کی طرف نہیں گیا بلکہ صدیقِ اکبر کے پاؤں والے سوراخ پر ہی بار بار ڈنگ چلاتا ہے۔

کیوں؟

اس لئے کہ ایک تو وہ صدیقِ اکبرؓ کی محبت اور اس عاشقِ صادق کی وفاداری و جانثاری کا امتحان لینا چاہتا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ سانپ یہ جانتا تھا کہ نبیؐ کو ملنے کے لئے راستہ صدیقؓ کے پاؤں میں ہے۔

جب تک یہ راستہ نہیں دے گا۔ مَیں نبیؐ کو نہیں دیکھ سکتا۔

کفارِ مکہ ساری رات اس انتظار میں کھڑے رہے ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی باہر نکلے گا اس پر تیروں کی بارش کرکے حق و اسلام کا خاتمہ کر دیں گے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ رُوحِ مکّہ نکل کر مدینہ والوں کو حیاتِ نَو بخشنے کے لئے جا چکی ہے۔

آخر رات کی تاریکیوں میں صُبح کا ستارہ نمودار ہو گیا۔ لیکن حجرۂ مصطفٰے علیہ السّلام سے کوئی بھی باہر نہ نکلا!

وُہ دیوار پھاند کر اندر گئے! دیکھا تو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مقدّس بستر پر سبز چادر اوڑھے کوئی سو رہا ہے!

ابُو جہل نے تلوار کھینچ لی ــــــ وار کرنے ہی والا تھا۔ کہ علی المرتضٰے رضؓ نے دامنِ ردا کو سرکا اور پھر بستر نبّوت سے مرکزِ ولایت نے چادر سے مُنہ باہر نکالا! ابُو جہل نے یہ خلافِ توقع نظّارہ دیکھ کر کہ یہ تو محمّدؐ کی جگہ علیؓ ہے۔ گرج کر پُوچھا۔ محمّدؐ کہاں ہے؟

علی المرتضٰی رضؓ نے مُسکرا کر جواب دیا۔ ساری رات اُن کے لئے جاگتے تم رہے ہو اور پُوچھتے مجھ سے ہو۔

مشرکینِ مکّہ وہاں سے مایُوس و ناکام ہو کر حضرتِ ابُو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھر پہنچے اور حضرتِ ابُو بکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے پُوچھا ــــــ تمہارا باپ کہاں ہے؟

حضرتِ اسماءؓ نے بڑی متانت سے جواب دیا۔ پتہ نہیں!

ابُو جہل نے غضبناک ہو کر اسمأؓ کے چہرے پر طمانچہ مار دیا!

کفّارِ مکّہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ محمّدؐ و ابو بکرؓ اکٹھے مکّہ سے جا چکے ہیں تو انہوں نے ان کی تلاش شروع کر دی!

قریشی بہادروں نے جنگلوں اور میدانوں میں ڈھونڈھا۔

آبادیوں اور ویرانوں میں تلاش کیا مگر ان کا کہیں نام و نشان تک نہ مل سکا۔

چند جوان غارِ ثور کے قریب بھی پہنچ گئے۔ مگر قدرتِ خداوندی نے شانِ قدرت دکھائی۔ کہ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے دہانے پر فوراً جالا تن دو۔ اور کبوتری کو ارشاد ہوا کہ اس جالے میں انڈے دے دو۔

ایک آنِ واحد میں مکڑی نے جالا بھی تن دیا اور کبوتری نے انڈے بھی دے دیئے۔

بخاری شریف جلد ۱۔ صفحہ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ قریشی نوجوان جب غار کے قریب آ گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوف و ہراس کے عالم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن غار کے منہ پر آ گئے ہیں اگر انہوں نے ذرہ بھی جھک کر دیکھا تو ہم دونوں نظر آ جائیں گے!

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا! پیارے صدیق غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس نے ہماری حفاظت کا سامان پیدا کر دیا ہے۔

قریشی جوان غار کے دہانے پر مکڑی کے جالے اور کبوتری کے انڈے دیکھ کر اور یہ سمجھ کر واپس چلے گئے کہ اگر وہ غار کے اندر گئے ہوتے تو مکڑی کا جال ٹوٹ گیا ہوتا!

جہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے گلستانِ نبوت کی حفاظت میں اپنی وفاداری و جانثاری کا حق ادا کیا وہاں ہجرت کی رات آپ کی

صاحبزادی حضرت اسماؓ اور آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ اور آپ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ نے بھی اپنی غلامی و خدمتگذاری میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ حضرت ابوبکرؓ کی ہدایت پر حضرت عبداللہ دن بھر مکہ مکرمہ کے بازاروں میں پھر کر حالات کا جائزہ لیتے اور غروب آفتاب کے بعد دونوں بہن بھائی کھانا لے کر غار ثور میں چلے جاتے اور حضرت عامرؓ سارا دن مکہ کے گرد و نواح میں بکریاں چراتے اور شام کو بکریوں کا ریوڑ لے کر اس غار میں پہنچ جاتے۔ جہاں ساری کائنات کا گوہر مقصود پنہاں تھا! اور راستہ میں بکریوں کو عبداللہ کے قدموں کے نشانات پر چلاتے جاتے تاکہ مشرکین مکہ کو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہو سکے! یہ ہیں قرآن و حدیث، تاریخ و تفسیر اور کتب شیعہ سے پیش کردہ براہین و دلائل اور حقائق و بصائر جن کو شیعہ حضرات آج تک نہیں سمجھ سکے اور شاید اپنے دلوں میں بغض صحابہ کرامؓ رکھنے کی بنا پر وہ ان حقایق کو قیامت نہ سمجھ سکیں!

افسوس تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات کو چاہیئے تو یہ تھا کہ علم و عقل کے چراغوں کی روشنی میں سیدھی راہ تلاش کرتے مگر انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے اُلٹا قرآن پاک کی ہر اس آیت اور نبی کریم علیہ السلام کی ہر اس حدیث پر جس سے کہ شان صحابہ روشن ہوتی ہے طرح طرح کے اعتراضات اور بیہودہ قسم کی تاویلات پیدا کر کے عظمت صحابہ کے چمکتے ہوئے چاند پر تھوکنے کی ناکام کوشش میں اپنا منہ ہی پلید کر لیتے ہیں۔

شب ہجرت کے ایمان افروز واقعات اور صدیق اکبرؓ کی شان

(عظ)مت کے بے پایاں دلائل کو ہی دیکھو۔ کہ شیعہ حضرات قرآن وحدیث۔
(ت)فسیر وتاریخ اور اپنی مستند کتابوں کو بھی ٹھکرا کر کیسے کیسے لغو اور
(بے معن)ی اعتراضات کرکے اپنی دین وایمان کی کھیتی کو ویران کر رہے ہیں۔
حالانکہ ان کے اپنے عالی علماء مجتہدین اور پاک آئمہ عظام نے
(بھ)ی ان حقائق کا بڑی شدّومدّ سے اقرار کیا ہے کہ حضرتِ ابوبکر
(ص)دیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا ورسول کے حکم سے شبِ ہجرت نبی
(کر)یم علیہ السلام کے رفیقِ سفر بنے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پوری فاداری
(و جا)نثاری کی نیت اور پورے ایثار وخلوص کے پیشِ نظر اپنے آقا
(و مو)لا کے ساتھ گئے تھے۔ اور واذ قال لصاحبہٖ نبیٔ کریم علیہ
(ال)سلام نے اپنے وفادار غلام ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا تھا۔ ا(و)ر غار
(می)ں صدیق اکبرؓ کا رونا اپنے لئے نہیں تھا۔ بلکہ اپنے آقائے دو عالم
(ص)لی اللہ علیہ وسلّم کے لئے تھا۔ اور سانپ کا زہریلا ڈنگ کھانے
(کے) باوجود بھی انہوں نے اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں محبوب
(خ)دا کے آرام میں خلل نہ آجائے۔

محدّث الحاکم المستدرک جزء ۹۔ صفحہ ۱۰۔ ابو نعیم جزء ۲۔ صفحہ ۱۱۲۔
العینی جزء ۸۔ صفحہ ۱۰۱ میں حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(کے) ارادۂ ہجرت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف یہ حقیقت
(ہ)ی واضح نہیں ہوتی کہ مرکزِ نبوّت اور مجسمۂ صداقت کا اکٹھے سفر
ہجرت کرنا منشاءِ الٰہی کے عین مطابق تھا۔ بلکہ اس یارِ غار کی شان
عظمت اور محبت وعقیدت بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے!
روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ

لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِکَ فَاِنِّیْ اَرْ
اَنْ یُّؤْذَنَ لِیْ۔ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَتَرْجُوْذَالِکَ بِاَبِیْ اَنْتَ
اُمِّیْ۔ فَحَبَسَ اَبُوْبَکْرٍ نَفْسَہٗ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَا
لِصَاحِبَتِہٖ وَعَلَفَ رَاحِلَتَیْنِ عِنْدَہٗ وَوَرِقَ السَّمَرِ ا
اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ۔

کہ جب حضرتِ ابوبکرؓ ہجرت کے لئے تیار ہوئے تو نبئ کریم صلی
اللہ علیہ وسلّم نے اِن سے فرمایا۔ رُک جاؤ۔ اُمید ہے کہ مجھے بھی ہجر
کی اجازت مِل جائے گی۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے اپنے آپ کو اس شوق
روک لیا کہ حضور علیہ السّلام کے ہمراہ جاؤں گا۔ اُنہوں نے اسی
دن سے دو سواریاں خریدلیں اور چار ماہ تک انہیں ببول کے
پتّے کھلاتے رہے۔

حضرتِ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما
ہیں کہ ایک دن محبُوبِ خدا علیہ السّلام اچانک ہمارے گھر تشریف
لائے اور تنہائی چاہی۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ علیہ السّلام میر
ان دو بیٹیوں یعنی عائشہؓ اور اسماءؓ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں
حضرتِ ابُوبکرؓ نے اس رازداری کا سبب پُوچھا تو رحمتِ د
عالم علیہ السّلام نے فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل گئی ہے
عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا یہ سفر ایک ساتھ
ہوگا؟

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اَلصُّحْبَۃُ۔
فرمایا۔ ہاں۔ اَلصُّحْبَۃُ۔

حضرتِ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اُس وقت پتہ چلا کہ کوئی شخص خُوشی کی زیادتی سے بھی رو پڑتا ہے۔
حَتّٰی رَاَیْتُ اَبَا بَکْرٍ یَبْکِیْ یَوْمَئِذٍ۔ جب میں نے اپنے باپ کو روتا دیکھا۔
بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۵۔ قالت عائشۃ و ابوسعید و ابنِ عباسٍ رضی اللہ عنھم کَانَ اَبُوْ بَکْرٍ مَعَ النَّبِیِّ فِی الْغَارِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اشْتَرٰی اَبُوْ بَکْرٍ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا بِثَلٰثَۃَ عَشَرَ دِرْھَمًا۔ کہ ابُو بکرؓ غار میں نبیٔ کریم علیہ السّلام کے ساتھ تھے اور اُنہوں نے حضرتِ برا بن عازب سے تیرہ دراہم سے سواری خرید لی تھی۔ ایک سواری نبیٔ کریم علیہ السّلام نے ہجرت کے وقت قیمت لی تھی۔
احادیث وتوارِیخ کی ان معتبر روایات کے بعد بھی اگر کوئی شخص حضرتِ ابُوبکرؓ صدیق معظّم اور یارِ غار کی شان وعظمت اور رفاقت وصداقت کا انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے اپنے ایمان کی کمزوری اور اسلام سے بغاوت ہے۔
اب شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ابوبکرؓ اچھی نیّت سے ساتھ نہیں گئے تھے اور لصاحبہ سے اُبوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ قرآن میں
سوال نمبر ا۔ حضرتِ یُوسف علیہ السّلام کے ساتھیوں کو بھی صاحبی کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھے۔ اور ابوبکرؓ غار پر اس لئے روئے تھے کہ کفّارِ مکّہ کو پتہ چل جائے اور اَنْزَلَ اللہُ سَکِیْنَۃً

سوال ۲ :۔ کے مصداق رسول خدا ہیں ابوبکر نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر اپنی طرف سے تسلّی نازل کی ہے تو پہلے رسول کا ذکر آتا ہے اور پھر کسی اور کا مطلب یہ کہ نبی کی شرکت کے بغیر خدا کسی پر تسلّی نازل نہیں کرتا۔ جیسا کہ یومِ حنین کے موقعہ پر خداوندِ تعالےٰ نے فرمایا ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المومنین) کہ پھر اللہ نے تسلّی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر ——— اس آیت میں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے بعد میں۔ ——— اور ابوبکرؓ کا حزن و ملال معصیت تھا اس لئے کہ اگر وہ اطاعت ہوتا تو رسولِ خدا لاتحزن کہہ کر اس کو منع نہ کرتے۔

سوال ۳ :۔ اور ابوبکر کا نبی کو کندھوں پر اُٹھانا غلط ہے اس لئے کہ کعبہ سے بُت توڑنے کے وقت جس رسول کو شیرِ خدا نہ اُٹھا سکے اس کو ابوبکرؓ نے کیسے اُٹھا لیا۔

سوال اوّل کا جواب :۔ اگر شیعہ حضرات کی یہ بات صحیح مان لی جائے کہ حضرتِ ابوبکر کی نیت اچھی نہیں تھی تو پھر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کے علیم بالذات الصدور ہونے اور نبی کریم کے عالم ما کان و ما یکون ہونے کا انکار لازم آئے گا حالانکہ شیعہ حضرات بھی اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ کہ خدا علیم بالذات الصدور اور مصطفےٰ عالم ما کان و ما یکون ہے۔

تعجّب کی بات تو یہ ہے کہ خدا و مصطفےٰ کو تو حضرتِ ابوبکرؓ کی بُری نیّت کا علم نہ ہو سکا اور ایسے خطرناک وقت میں جبکہ کفّار

مکہ نبیؐ کی جان لینے کے درپے تھے۔ ابوبکرؓ کو رسول کا رفیقِ سفر منتخب کر لیا۔ مگر چودہ سو سال کے بعد شیعہ حضرات کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ ابوبکرؓ کی نیت اچھی نہیں تھی۔

نہیں بلکہ خدا نے حضرت ابوبکرؓ کے عشق و محبت اور وفاداری و جانثاری کو جانتے ہوئے اور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایثار و خلوص اور اس کی الفت و عقیدت کو دیکھتے ہوئے اپنی حفاظت کے لئے چنا تھا اور اگر خدا و رسول کو ابوبکرؓ کی نیت پر ذرہ بھر بھی یہ شبہ ہوتا کہ یہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے یا یہ کہ یہ مشرکینِ مکہ سے ملا ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ دونوں حضرتِ ابوبکرؓ کو اس نازک ترین موقعہ اور خوفناک سفر کے لئے منتخب نہ کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور نبئ کریم علیہ السلام کو حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و دوستی! وفا و اطاعت اور رفاقت و اعانت پر پورا پورا اعتماد تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرتِ ابوبکر صدیقؓ رسولِ اکرم علیہ السلام کے دوست تھے یا دشمن!

اگر دوست تھے تو پھر ان کے ایمان میں شبہ کیوں؟

اور اگر دشمن تھے تو پھر وہ ان دشمنوں کے ساتھ کیوں نہ گئے۔

جو نبیؐ کے قتل کرنے کے ارادے سے ساری رات مکان کا محاصرہ کرکے بیٹھے رہے!

یہ عجیب بات ہے کہ شیعہ حضرات کے عقیدے کے مطابق جو لوگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کم دشمن تھے وہ تو ننگی تلواریں لے کر رسول خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے مکان کو گھیرے میں لے کر بیٹھے رہیں اور جو رسولِ خدا کا سب سے بڑا دشمن تھا وہ اپنے گھر آرام سے لیٹا رہے اور پھر رفیقِ سفر بن کر مدینہ منورہ تک لے جائے!

کسی انسان کی قلبی کیفیات ۔ اس کے دلی ارادوں اور اس کے اندرونی جذبات کا پتہ اس کے بیرونی اعمال و افعال اور خارجی حرکات و سکنات سے چل جاتا ہے ۔ آئیے اب ذرہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بیرونی اعمال و افعال اور اُن کی خارجی حرکات و سکنات کا پتہ کریں تو اس کے لئے شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتاب تفسیرِ امام حسن عسکری کے حوالے سے یہ لکھا جاچکا ہے کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کو یہ فرمایا تھا کہ اے ابوبکرؓ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ جن مشکلات و مصائب میں میں مبتلا ہونے والا ہوں ان میں تو بھی مبتلا ہو اور کیا تو اس پر راضی ہے کہ کفارِ مکہ جس طرح مجھے قتل کرنا چاہتے اسی طرح تجھے بھی قتل کیا جائے تو اس عاشقِ صادقؓ نے جو جواب دیا یہ تھا ۔

کہ اے میرے آقا و مولا آپ کی محبت میں اگر میں تمام عمر کسی سخت عذاب میں بھی مبتلا رہوں تو مجھے یہ تو منظور ہے لیکن یہ منظور نہیں کہ آپ کے دامن کو چھوڑ دوں ۔

اور صاحب منتہی الکلام ریاض النظرہ کے حوالے سے یہ بھی نقل کرتے ہیں!

ریاض النظرہ جلد اوّل۔ صفحہ ۹۰ و ۹۱۔ ابی جعفر احمد الشہیر

اَمَّا اللَّیْلَۃَ فَلَمَّا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَارِبًا مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ خَرَجَ لَیْلًا فَتَبِعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ فَجَعَلَ یَمْشِیْ مَرَّۃً اَمَامَہٗ وَمَرَّۃً خَلْفَہٗ وَمَرَّۃً عَنْ یَمِیْنِہٖ وَمَرَّۃً عَنْ شِمَالِہٖ!

کہ وہ رات جب نبیٔ کریم علیہ السّلام کفّارِ مکّہ سے بچ کر رات کو مکّہ سے نکلے تو حضرت ابو بکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے! اور حضرت ابوبکر کبھی نبیٔ کریم علیہ السّلام کے آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے۔ کبھی دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں۔ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے پوچھا اے ابو بکرؓ یہ کیا کر رہے ہو؟

توحضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اس لئے چلتا جا رہا ہوں تاکہ کفّارِ مکّہ اگر کسی طرف سے بھی نکل آئیں تو میں آپ کی حفاظت کر سکوں!

اور نبیٔ کریم علیہ السّلام پاؤں کی انگلیوں پر چل رہے تھے حَتّٰی حُفِیَتْ رِجْلَاہُ۔ یہاں تک کہ پاؤں مبارک سوج گئے وَحَمَلَہٗ عَلٰی کَاھِلِہٖ۔ اور پھر اس رفیقِ باوفا! عاشقِ صادق اور جانثار ساتھی نے اپنے آقا و مولا کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبیؐ کی محبّت میں شدید عذاب میں مبتلا رہنے کا اقرار کرنا۔ شبِ ہجرت کے اس خوفناک سفر میں کملی والے آقائے دو عالم کے ہمراہ جانا۔ راستے میں کفّارِ مکّہ کے خوف میں اپنے آقا و مولا کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے اور دائیں بائیں،

چلنا۔ بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر غارِ ثور تک لے جانا۔ غار کو صاف کر کے اپنے کپڑے پھاڑ کر سوراخوں کو بند کرنا۔ اژدھا کا زہر آلود ڈنگ کھا کر جنبش نہ کرنا اور خدا و مصطفےٰ کا اس خطرناک سفر کے لئے اس رفیقِ باوفا کو منتخب کرنا یہ سب کچھ اس عاشق صادق کی نیک نیتی۔ محبتِ رسول۔ وفا و صفا اور اطاعت و فرمانبرداری کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ایسے ایمان افروز حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اگر حضرتِ ابوبکرؓ کی نیک نیتی اور محبتِ رسول میں شبہ رکھتے ہیں تو پھر یہ ان کے اپنے دین و ایمان کی موت ہے!

سوال:۔ شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ اذ قال لصاحبہٖ سے حضرتِ ابوبکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں مصاحبِ یوسف کا ذکر بھی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں کافر تھے!

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآنِ پاک میں صاحبی یوسف نہیں ہے بلکہ صاحبیَ السِّجْنِ ہے یعنی جیل کے ساتھی۔ صاحبی مضاعف اور السِّجْنَ مضاف الیہ سے صاحبی کی ی ضمیر متکلّم کی نہیں ہے بلکہ اصل میں صَاحِبینِ تثنیہ تھا۔ اضافت کے سبب نون ساقط ہو گیا۔ تو وہ صاحبِ زنداں تھے اور یہاں لِصَاحِبِہٖ میں صاحب کی اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسولِ خدا کی طرف راجع ہے!

پھر جیل میں رہنے والے حضرتِ یوسف علیہ السّلام کے ساتھی ان کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے سبب قید ہوئے تھے اور یہاں لِصَاحِبِہٖ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسول خدا

کی مرضی سے ساتھ گیا تھا۔

سوال ۔حضرتِ ابُوبکرؓ غار میں اس لئے روئے تھے کہ کفار کو نبیؐ کریم علیہ السّلام پتہ چل جائے۔

جواب :۔کیا خدا تعالےٰ علیم بالذات الصدور اور عالم الغیب والشہادۃ اور وھو بکل شیئٍ علیم اور رسولِ خدا علیہ السّلام عالم ما کان وما یکون اور علمك ما لم تکن تعلم اور وما ھو علی الغیب بضنین ہے کہ نہیں ؟

اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو!

اور اگر ہیں اور یقیناً ہیں اور شیعہ حضرات بھی مانتے ہیں تو پھر ایسی صُورت میں خُدا ورسول پر الزام آئے گا۔ کہ اُنہوں نے صابوبکر رضؓ کے متعلق سب کچھ جانتے ہُوئے بھی ساتھ بھیج دیا!

اور یہ کُفر ہے۔

دُوسرے یہ کہ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ غیر کے لئے ہوتا ہے جیسے کہ حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کے متعلق قُرآنِ پاک فرماتا ہے وابیضت عیناہ من الحزن ۔ کہ حضرتِ یعقوب علیہ السّلام کی آنکھیں حضرت یُوسف علیہ السّلام کے فراق وغم میں سفید ہو گئیں! یا جیسا کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی موت پر فرمایا تھا۔ اِنّا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون ۔ اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمناک ہیں۔ تیسرے یہ کہ خوف کو گُناہ میں شامل کرنا ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے انبیاء علیہم السّلام پر الزام آتا ہے۔ حالانکہ خوف اُن اُمورِ بشریت سے

ہے کہ جس سے کسی بھی بشر کو چارہ نہیں چاہے وہ نبیؑ یا امام ہی کیوں نہ ہو اور اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں اس لئے کہ یہ گناہ معصیت ہی نہیں!

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خدا کی طرف سے جب حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو اور اس کو حق و صداقت کی راہ دکھاؤ تو ان دونوں نے عرض کی:۔

رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی۔

کہ اے ہمارے رب ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں ہم پر غالب نہ آ جائے یا ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے!

تو خداوندِ کریم علیہ السلام نے ان کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا۔

لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا۔ کہ خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

غور کا مقام ہے کہ حضرتِ موسیٰ و ہارون علیہما السلام جب خوف کریں تو ان پر خدا کی طرف سے کوئی عتاب نہ آئے اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہ پڑے تو اگر حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نبی بھی نہیں تھے خوف کیا تو کونسا گناہ ہے بلکہ اگر غور سے سمجھا جائے۔

تو یہاں اس عاشقِ صادق کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ جس طرح خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہہ کر مطمئن کر دیا تھا۔ اسی طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رفیقِ غار کو اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہہ کر تسلی دے دی۔

اور اگر شیعہ حضرات اپنے بغض و عناد کی بناء پر حضرتِ صدیق اکبرؓ پر گناہ و معصیت کا الزام لگائیں گے تو پھر یہ الزام انبیاء علیہم السلام

پر بھی آئے گا اور یہ کفر ہے۔

چہارم یہ کہ حزن کے معنی نالہ وفریاد اور آہ و بکا خدا جانے اس لغت میں ہیں! حزن کا معنی غم ہے اور غم کا تعلق دل سے ہوتا ہے یا اس کے اظہار کے لئے چہرہ پر آثار!

سوال کہ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ کے مصداق رسولِ خدا ہیں ابوبکرؓ نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر تسلی نازل فرمائی پہلے رسول پر اور پھر دوسرے مسلمانوں پر جیسے کہ جنگِ حنین کے موقع پر خدا تعالےٰ فرماتا ہے ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلیٰ المومنین۔ یہاں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے بعد میں۔

جواب:۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور لطف وعنایت سے رسول کی شرکت کے بغیر بھی اور پہلے مسلمانوں پر بھی اپنی تسلی نازل فرما دیتا ہے۔

جیسے کہ پارہ ۲۶۔ سورۃ فتح میں ہے:۔

فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْھِمْ۔ کہ اللہ نے اپنی تسلی ان ایمان والوں پر نازل فرما دی جنہوں بیعت کی۔

یہاں تسلی کا نزول رسولِ خدا کی شرکت کے بغیر بھی مسلمانوں پر ہے۔ یا

پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح۔

ھوالذی انزل السکنیۃ فی قلوب المومنین!

کہ اس نے اپنی تسلی ایمان والوں کے دلوں پر نازل فرما دی۔

سوال: ۔ اگر ابو بکرؓ کی یہ اطاعت ہوتی تو لاتحزن کہہ کر ان کو منع نہ کیا جاتا اور نہی کا صیغہ نہ لایا جاتا اور جس چیز سے خدا منع کرے وہ معصیت وگناہ میں شامل ہوتی ہے!

جواب: ۔ خدا جانے شیعہ حضرات نے یہ کلیہ کہاں سے پیدا کر لیا ہے کہ جس چیز سے خدا منع کرے وہ گناہ و معصیت میں داخل ہوتی ہے اس لئے کہ اگر یہ بات صحیح تسلیم کر لی جائے تو سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کا بھی گنہگار رہونا ثابت ہوگا! نعوذ باللہ مثلاً جب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام بتقاضائے بشریت اژدھا کو دیکھ کر ڈر گئے تو خداوندِ کریم فرمایا:۔

لا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولی

کہ اے موسیٰ علیہ السلام خوف نہ کھا!

لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون

لا تخف انک انت الاعلی ۔

سیّد الانبیا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

لا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون ۔

اور مومنین سے خطاب ہے ۔

الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ

یہ تمام نہی کے صیغے ہیں جو انبیاء علیہم السلام ۔ مومنین اور سیّد المرسلین علیہ السلام کے لئے نازل ہوئے!

اب شیعہ حضرات بتائیں کہ انبیاء کرام سے جو بتقاضائے بشریت حزن و خوف ثابت ہے کیا ان کا یہ حزن و خوف اطاعت.

یا معصیت؟

اگر اطاعت تھا تو خدا کا اطاعت سے منع کرنا ثابت ہُوا!

اصل میں یہ شیعہ حضرات اپنی کم علمی و کم ظرفی اور دشمنیٔ صحابۂ کرامؓ میں ایسے گمراہ ہو چکے ہیں کہ بغضِ صحابہ میں عصمتِ انبیاء کا بھی لحاظ نہیں کرتے ورنہ کون نہیں جانتا کہ نہی کے صیغے صرف زجر و توبیخ کے لئے ہی استعمال نہیں ہُوا کرتے بلکہ دوستوں کو تسلّی و تشفّی اور حوصلہ و اطمینان دلانے کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے کہ قرآنِ پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہو چکا ہے!

لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی بد دیانتی اور خیانتِ مُجرمانہ ہے کہ یک لفظ جو قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ پر تسلّی و تشفّی کیلئے استعمال ہو وُہی لفظ ایک جگہ پر زجر و توبیخ کے لئے استعمال کر کے حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی شانِ اقدس کی صدق و صفا کی سفید چادر کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش میں ہیں!

حالانکہ لفظاً ہر وہاں اور یہاں کوئی فرق نہیں پایا جاتا اس لئے اگر ان آیتوں میں لا تحزنوا اور الا تخافوا تسلّی و تشفّی کے لئے ہیں تو غارِ ثور والی آیت بھی تسلّی و تشفّی کے لئے ہے اور اگر وہاں زجر و توبیخ کے لئے ہے تو یہاں بھی!

لیکن اتحادِ الفاظ کے باوجود وہاں تسلّی و تشفّی پر محمول کرنا اور یہاں زجر و عتاب پر محمول کرنا حیرت و تعجّب کا باعث بنے۔

سوال: ۔ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں علیہ کی ضمیر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف راجع ہے ابُو بکرؓ کی طرف نہیں اور

معنٰی یہ ہے کہ پس نازل کی خدا نے اپنی تسلّی اپنے رسول علیہ السّلام

جواب: - یہ ہے کہ حزن وملال اور خوف وخطرہ تو حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھا اور تسلّی اس پر نازل کی گئی جو بالکل مطمئن بیٹھا تھا ایسی صورت میں ایک تو قرآنِ پاک کی آیت بے ربط اور اس کا مفہوم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور دُوسرے یہ بات خلافِ عقل ونقل ہو گی کہ حزن وملال اور خوف وڈر تو کسی اور کو ہو اور تسلّی وتشفّی کسی اور کو دی جائے۔

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تسلّی نبیٔ کریم علیہ السّلام پر نازل ہُوئی تھی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حزن وملال بھی نبیٔ کریم علیہ السّلام کو تھا حالانکہ فریقین کی مستند کتابوں اور قرآن کی تفاسیر سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حزن وملال حضرت ابُوبکرؓ ہی کو تھا! اور وُہ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس تھی۔

فیصلہ کُن بات تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات ناموسِ صحابہ کرامؓ کی مقدّس چادر کو داغدار کرنے کے لئے قرآنِ پاک کی ایسی آیتیں پیش کرتے ہیں جن کا تعلّق اس موضوع سے دُور کا بھی نہیں ہوتا! اور اگر بفرضِ محال یہ مان لیا جائے کہ وہ آیتیں شانِ صحابہ کرامؓ کو دوبالا نہیں کرتیں تو پھر بھی شیعہ حضرات کو ایسی آیات پیش کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ جب شیعہ حضرات کا اس موجُودہ قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے تو پھر کسی کے ایمان وکفر میں امتیاز اور حق وباطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اسی قرآن کی آیات پیش کرنے کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اسی قرآن کو اپنے عقائد باطلہ کے ثبوت میں دلائل کے طور پر پیش کرنا شیعہ حضرات کی ایک سازش ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیا۔ آل عمران۔ پارہ ۳۔

اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

روی انہ علیہ السلام کتب مع ابی بکر الی یہود بنی قینقاع یدعوھم الی الاسلام و الی اقامۃ الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و ان یقرضوا اللہ قرضاً حسنا۔

کہ نبئ کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنی قینقاع کے یہودیوں کی طرف تبلیغِ اسلام اور نماز و زکوٰۃ کی تلقین کرنے اور قرضِ حسنہ لینے کی خاطر بھیجا!

حضرتِ ابوبکر صدیقؓ نے جب ان کو یہ پیغام دیا تو فنحاص یہودی نے کہا۔ ان اللہ فقیر و نحن اغنیا حتّٰی سالنا القرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جو ہم سے قرضہ مانگتا ہے فلطمہٗ ابوبکرٍ فی وجھہ۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا اور کہا کہ اگر ہمارے اور تمہارے درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اُڑا دیتا!

اس یہودی نے نبئ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کی اس جسارت کی شکایت کی اور جو اس نے

خود کہا تھا اس کا انکار کر دیا۔ فنزلت ھٰذہٖ الاٰیت تصدیق لابی بکر۔ تو حضرتِ ابوبکرؓ کی تصدیق کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

رہا شیعہ حضرات کا یہ سوال کہ شبِ ہجرت حضرتِ ابوبکرؓ کا نبی کریم علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا غلط ہے اس لئے کہ فتح مکہ میں کعبہ سے بُت توڑنے کے وقت جب رسولِ اکرم علیہ السلام کو شیرِ خُدا حضرتِ علیؓ نہ اُٹھا سکے تھے۔ تو حضرتِ ابوبکرؓ نے کیسے اُٹھا لیا۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ تو خدا تعالےٰ کی دین ہے۔ جس کو جب چاہے عطا کر دے۔ اللہ کریم نے اپنی خلافت ونیابت کو زمین و آسمانوں اور پہاڑوں پر نازل فرمایا کہ میری خلافت ونیابت کے اس بوجھ کو اُٹھا لو۔ مگر انہوں نے اس بوجھ کو اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ لیکن ایک انسان نے اس بوجھ کو اُٹھا لیا۔ انا عرضنا الامٰنۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال الیٰ قولہ وحملھا الانسان۔

یہ تو اس خالق کائنات کی مرضی ہے۔ جب کسی سے چاہے اور جو چاہے اور جس وقت چاہے کوئی کام لے لے۔ بُت توڑتے کے وقت حضرتِ علی نبیٔ کریم علیہ السّلام کو نہ اُٹھا سکے اور شبِ ہجرت خدا تعالےٰ نے حضرتِ ابوبکر صدیقؓ میں اتنی قوّت پیدا کر دی۔ کہ انہوں نے بارِ نبوّت کو اُٹھا لیا۔

حملہ حیدری میں ملا باذل ایرانی کا یہ شعر ملاحظہ ہو:۔

دراں کس چناں قوت آمد پدید
کہ بارِ نبوّت تواند کشید!

کہ اس وقت حضرتِ ابُوبکر صدیقؓ میں اتنی قوت پیدا کر دی گئی۔ کہ اُنہوں نے بارِ نبوّت کو اُٹھا لیا۔

اَور پھر خداوندِ کریم اگر چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے ابرہہ کے ہاتھیوں کو مروا دئے تو کونسے اعتراض کی بات ہے۔ اور اس میں کونسا تعجب ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ کی مشیّتِ ایزدی پر کوئی اعتراض کرے!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شانِ صدیق اکبرؓ

احادیث نبویؐ میں!

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۶۔ مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۲۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴۔ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِی صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا

حضرتِ ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ انسانوں میں سے یعنی میرے اُمتیوں میں سے جس شخص نے دوستی و صحبت اور مال و دولت سے میری اعانت و خدمت کی وہ ابو بکرؓ ہے۔ اور اگر میرے لئے کوئی خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا!

وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُہٗ۔ لیکن وہ برادری اور وہ بھائی چارہ جو مسلمانی کا حق ہے اور وہ محبّت و اُلفت جو مومن کی شان ہے وُہ میرے دل میں پُوری طرح موجُود ہے۔

لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبَا بَکْرٍ۔ اور مسجد کے طرف کھلنے والے تمام روشندان اور کھلنے والی کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ مگر ابُو بکر کا روشندان بند نہ کیا جائے۔

سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس حدیثِ پاک میں تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کے نزدیک حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کتنی قدر و منزلت تھی اور وہ ان سے کتنی محبّت رکھتے تھے۔

اس لئے کہ خلیل اس انسان کو کہا جاتا ہے۔ جس میں صداقت و محبّت کی آخری منزل پائی جاتی ہو اور محب کے دل میں اس کے سوا کسی اور کی محبّت کی گنجائش ہی باقی نہ ہو۔ اور حاجات و مہمّات میں اس پر کلّی طور پر اعتماد و اعتبار کیا جائے لیکن چونکہ میرا تعلق اس نسبت کے لحاظ سے خدا تعالےٰ سے ہے اس لئے مَیں نے حضرتِ ابُوبکرؓ کو اپنا خلیل نہیں بنایا ورنہ اگر مَیں نے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرتِ ابوبکرؓ میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک خلیل میں ہوتی ہیں۔

مسجدِ نبوی سے ملحقہ مکانات میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھڑکیاں! دریچے اور روشندان رکھے ہُوئے تھے تاکہ ہم نبیٔ کریم علیہ السّلام کو مسجد میں آتا دیکھا کریں! مگر امام الانبیاء علیہ السّلام نے آخری خطبہ شریف میں ان تمام دریچوں اور روشندانوں کو بند کروا دیا تھا لیکن حضرتِ ابوبکرؓ کے دریچہ کو کھلا رکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ مَیں ابُوبکرؓ کو مسجد میں آتا دیکھا کروں۔

اور جب دُوسرے اصحابہ کرامؓ نے اس کا سبب پُوچھا تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ مَیں نے ایسی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ مجھے خدا تعالےٰ نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ و ۵۵۶۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۸۔ حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میں کسی طریقہ سے حضرت ابوبکرؓ پر کسی معاملہ میں سبقت لے جاؤں!

ایک دن نبیٔ کریم علیہ السّلام نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میرے پاس بہت سا مال تھا اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج میں حضرتِ ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔

چنانچہ میں گھر گیا اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آدھا مال نبیٔ کریم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں اور آدھا پیشِ خدمت ہے!

تھوڑی دیر کے بعد حضرتِ ابوبکرؓ بھی گھر کا سارا مال لے کر حاضرِ خدمت ہو گئے۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے پوچھا مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَھُمْ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ کہ اے ابوبکرؓ گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑ آئے ہو تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول علیہ السّلام کو چھوڑ آیا ہوں۔ یعنی فصلِ خدا اور مددِ مصطفےٰ!

اور ہو بھی کیوں نہ اس واقفِ اسرارِ نبوت۔ اور یارِ غار کے دل میں عشقِ مصطفےٰ علیہ السّلام کی جو بے پایاں دولت

پوشیدہ تھی اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور چیز کو اپنے پاس کیونکر رکھ سکتے تھے!

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ الخ۔ کہ حشر کے دن سب سے پہلے میں مزارِ اقدس سے اٹھوں گا۔ پھر حضرتِ ابو بکرؓ اور پھر عمر فاروق۔ اور پھر جنت البقیع میں دفن ہونے والے الخ۔ قانونِ قدرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس ترتیب سے یہ نفوسِ قدسیہ روضۂ انور میں داخل ہوئے۔ اسی ترتیب سے اٹھیں۔

پہلے نبئ کریم علیہ السلام تشریف لے گئے تھے۔ پھر حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور پھر عمر فاروق اور قیامت کے دن بھی اسی ترتیب سے اٹھیں گے! پہلے امام الانبیا علیہ السلام پھر صدیقِ اکبرؓ اور پھر عمر فاروقؓ۔

ایسی دوستی و رفاقت پر قربان کہ دونوں حضرات نے دامن مصطفےٰ علیہ السلام کو ایسی محبت و عقیدت اور مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، کہ نہ زندگی میں چھوڑا ہے اور نہ ہی قبر شریف میں، اور نہ ہی قیامت کے دن چھوڑیں گے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶۔ حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبئ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج

کی رات کو یا کسی اور وقت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنّت کا وہ دروازہ دکھایا جس دروازہ سے میری اُمّت نے جنّت میں داخل ہونا ہے۔ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اِنِّيْ كُنْتُ مَعَكَ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اَنَّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِيْ!

پس حضرت ابُو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میں پسند کرتا ہُوں کہ تمہارے ساتھ ہی ہُوں اور میں بھی وہ دروازہ دیکھوں تو نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تو میری اُمّت میں سے سب سے پہلے جنّت میں داخل ہو گا!

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۴۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اتَّبَعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِءٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دِن نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا؟ حضرت ابُوبکرؓ نے عرض کی مَیں نے! نبیٔ کریم علیہ السلام نے پُوچھا تم میں سے آج کس نے کسی کا جنازہ پڑھا؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی مَیں نے! نبیٔ کریم علیہ السلام نے پھر فرمایا۔

تم میں سے آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرتِ ابُو بکرؓ نے عرض کی میں نے!

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے پھر سوال کیا تم میں سے آج کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرتِ ابُو بکرؓ نے عرض کی میں نے!

پس نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تمام چیزیں موجُود ہوں وہ جنّتی ہے!

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۷ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ - کہ جس نے دُنیا میں نماز پڑھی وہ قیامت کو نماز کے دروازے سے بہشت میں جائیگا! جس نے دُنیا میں روزے رکھے وہ قیامت میں ریان کے دروازہ سے جنّت میں جائے گا۔

دانائے اسرارِ رسالت حضرتِ ابُو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میرے ماں باپ کے سر آپ پر قربان - کیا آپ کی اُمّت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کے لئے یہ تمام دروازے کھُلے ہوں؟

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا —— ہاں —

وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ - کہ تیرے لئے تمام دروازے کھُلے ہیں -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ ۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیری اُمت کے چار صد ہزار بغیر حساب کے جنّت میں داخل کردوں گا!

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ زِدْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اور زیادہ کردو ۔ تب نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر اُلٹا دئے جیسے کسی کو کوئی چیز عطا کرنے کے وقت ہاتھوں کو کیا جاتا ہے ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ لو میں نے زیادہ کر دئے ہیں ۔ حضرتِ ابُو بکرؓ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اور زیادہ کردو ۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے پھر ویسے ہی کیا ۔

فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ ۔ پس حضرتِ عمرؓ نے کہا اَے اُبوبکر ہم کو چھوڑ دو تاکہ ہم لوگ خوفِ الٰہی سے بے پرواہ نہ ہو جائیں اور لوگ اعمال و افعال سے کنارہ کش نہ ہو جائیں ۔ پس حضرتِ اُبوبکرؓ نے کہا کہ اَے عمرؓ اگر خدا تعالےٰ کملی والے کے صدقے ہم تمام کو جنّت میں داخل کر دے تو تجھے کیا عُذر ہے ۔ تب حضرتِ عمرؓ نے کہا کہ خُداوندِ کریم اگر چاہے گا تو اپنی ایک ہی مُٹھی یعنی رحمت کے ایک ہی اشارے سے ہم سب کو جنّت میں داخل کردے گا!

نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرتِ عُمرؓ نے سچ کہا ہے!

حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گنہگاروں سے ہمدردی! شفقت! غمخواری اور ان کی دستگیری و اعانت پر غور کرو ۔ کہ نبیٔ

کریم علیہ السلام کی زبانِ پاک سے خدا کی رحمت و بخشش کی خوشخبری سُن کر فوراً گنہ گاروں کا خیال کرکے چاہتے ہیں کہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے! اور پھر نبیٔ کریم علیہ السلام بھی اپنے اختیارِ نبوت سے زیادہ کرنے جاتے ہیں۔

اگر حضرتِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ روکتے تو خدا کا دریائے رحمت جوش میں تھا۔ کملی والے آقا علیہ السلام کا دامنِ شفاعت وسیع تھا اور حضرتِ ابُوبکرؓ کا سایۂ شفقت پھیل چکا تھا!

حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مقامِ فقر و غنا پر تھے اور حضرتِ عُمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ تسلیم و رضا پر!

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۳۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔ حضرتِ جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئی اُس نے چند مسئلے پُوچھے۔ حضور علیہ السلام نے بتا دئیے۔ اس عورت نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اِنْ لَّمْ اَجِدْكَ کہ اگر میں کسی وقت تجھے نہ پاؤں۔ قَالَ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَكْرٍ۔ کہ اگر تُو مجھے نہ پائے تو حضرتِ ابوبکر صدیقؓ کے پاس آجانا۔

نبیٔ کریم علیہ السلام نے جہاں کئی بار حضرتِ ابُوبکر صدیقؓ کا نام لے کر اپنے بعد خلیفۂ اوّل ہونے کا اعلان فرمایا ہے وہاں کئی مقامات پر اشارہ بھی خلافتِ اوّل کے لئے ان کا حق بتلایا ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابا بکرؓ کی خلافت کا اشارہ فرمایا ہے کہ اگر میں تجھے نہ ملوں تو میرے بعد حضرتِ ابو بکرؓ کے پاس آجانا! اور یہ اس لئے بھی تھا کہ وہ تمام رموزِ قدرت۔ اسرارِ الٰہیہ۔ نکاتِ فطرت اور رازہائے نبوت و رسالت اور علومِ ظاہری و باطنی جو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ سے حاصل کئے تھے وہ تمام کے تمام نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ ابو بکر صدیقؓ کے سینۂ انور میں ڈال دئے تھے!

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۲۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا مَا صَبَّ اللّٰهُ فِيْ صَدْرِيْ شَيْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِيْ صَدْرِ اَبُوْ بَكْرٍ! کہ اللہ تعالےٰ نے جو کچھ میرے سینے پاک میں ڈالا ہے وہ سب کچھ میں نے حضرت ابو بکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۸۷۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دن انگوٹھی دے کر فرمایا۔ کہ اس میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ لکھوا لاؤ۔ حضرتِ صدیقِ اکبرؓ نے وہ انگوٹھی ایک صراف کو دی اور فرمایا اُكْتُبْ فِيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ اس میں کلمہ شریف لکھ دو۔ اس نقاش نے لکھ دیا۔ لیکن جب وہ انگوٹھی نبیٔ کریم علیہ السّلام کے پاس واپس آئی تو اس میں لکھا تھا لا الٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ و ابو بکرن الصدیق سیّد المرسلین علیہ السّلام نے فرمایا اے ابو بکرؓ میں نے تو صرف خدا کا اسم ہی لکھواتے کو کہا تھا مگر تو نے میرا بھی اور اپنا نام بھی

لکھوا لیا ہے۔

عرض کی آقا۔ آپ کا تو میں نے لکھوایا ہے۔ مگر میرے کا پتہ نہیں اس لئے کہ میں نے مناسب نہ سمجھا اور میرے ایمان و میری محبت نے یہ برداشت نہ کیا کہ آپ کو اللہ کے نام سے جدا کروں!

فَجَاءَ جِبْرِیْلُ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا اِسْمُ اَبِیْ بَکْرٍ فَکَتَبْتُہٗ۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کا نام تو ابوبکرؓ نے لکھوایا ہے اور ابوبکرؓ کا نام میں نے لکھا ہے۔ اس لئے کہ صدیق کے ایمان نے یہ قبول نہ کیا کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کرے۔ اور خدا نے یہ پسند نہیں کیا کہ صدیق کو آپ سے علیحدہ رکھے!

عمدۃ التحقیق صفحہ ۳۵ ۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۳ ۔ علامہ سیوطیؒ

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ هَبَطَ عَلَیَّ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَعَلَیْہِ طِنْفِسَۃٌ کہ میرے پاس حضرتِ جبرائیل علیہ السلام آئے اور اس نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ اے جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَ الْمَلٰٓئِکَۃَ اَنْ تَتَخَلَّلَ کَتَخَلُّلِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْاَرْضِ۔ کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں کے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ زمین پر ابوبکر صدیقؓ نے ٹاٹ کا لباس پہن رکھا ہے۔ تم آسمان پر ٹاٹ کا لباس پہن کر صدیق کی سنت کو ادا کرو۔

تاریخ الخلفاء۔ صفحہ ۴۳ ۔ ریاض النظرہ جلد ا۔ صفحہ ۱۴۷ :

اَبُوجعفر احمد الشہید عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَ
فِیْھَا اِسْمِیْ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رسول اللّٰہ ابوبکر صدیق من خلفی ۔
حضرتِ ابُوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات
میں جس آسمان پر سے گزرا ۔ مَیں نے اس پر یہ لکھا ہُوا دیکھا محمّ
رسول اللہ اور میرے بعد ابُوبکر صدیق ہے ۔
نزہت المجالس جلد ۲ ۔ صفحہ ۱۸۴ ۔ امام نسفیؒ کے حوالہ سے
علّامہ صفوریؒ لکھتے ہیں ۔ کہ مدینہ منوّرہ میں ایک آدمی فوت ہوگیا
نبیٔ کریم علیہ السّلام نے اُس کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا فَنَزَلَ
جِبْرِیْل وَقَالَ یَا مُحَمَّد لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ ۔ کہ حضرتِ جبریل علیہ السّلام
نازل ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام اس کا جنازہ نہ
پڑھائیں ۔ حضور علیہ السّلام رُک گئے فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ یَا نَبِیَّ
اللّٰہ صَلِّ عَلَیْہِ فَمَا عَلِمْتُ عَنْہُ اِلَّا خَیْرَ ۔ فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ
وَقَالَ یَا مُحَمَّد صَلِّ عَلَیْہِ فَاِنَّ شَھَادَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ مُقَدَّمَۃٌ
عَلٰی شَھَادَتِیْ ۔ پس حضرتِ ابُوبکرؓ حاضر ہُوئے اور عرض کی یا نبی
اللہ علیہ السّلام اس کا جنازہ پڑھاؤ ۔ پھر حضرتِ جبریل علیہ السّلام
بھی حاضر ہوگئے ۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام جنازہ پڑھا
دو ۔ اس لئے کہ میری گواہی سے ابُوبکرؓ کی گواہی افضل ہے !
نزہت المجالس جلد ۲ ۔ صفحہ ۱۸۴ ۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے
حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ۔ اِنَّ اِسْمَ
اَبِیْکِ مَکْتُوْبٌ عَلٰی قَلْبِ الشَّمْسِ ۔ کہ تحقیق تیرے باپ ابُوبکرؓ کا نام

ب کے دل پر لکھا ہُوا ہے اور جب وُہ خانہ کعبہ کے بالمقابل آتا
تو رُک جاتا ہے اور پھر فرشتے سُورج کو یہ کہتے ہیں۔ بِحَقِّ
مَنْ اِسْمُہٗ۔ کہ اس نام کے طفیل چل جو تیرے دل پر
ہُوا ہے۔ حضرتِ ابُوبکرؓ کا نام سُن کر آگے کو چل پڑتا ہے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۔ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
صاحبزادہ حضرتِ عبدالرحمٰنؓ جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف سے
رہے تھے مسلمان ہونے کے بعد اُنہوں نے اپنے باپ حضرت صدیق
سے کہا۔ لَقَدْ اَهْدَفْتَ لِيْ يَوْمَ بَدْرٍ فَانْصَرَفْتُ عَنْكَ وَ
لَمْ اَقْتُلْكَ۔ کہ اے اباجان میدانِ بدر میں آپ کئی بار میری
زد میں آئے۔ مگر مَیں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا۔
توحضرت صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا۔ لٰكِنَّكَ لَوْ اَهْدَفْتَ لِيْ لَمْ
اَنْصَرِفْ کہ اگر تُم میری زد میں آجاتے۔ تو مَیں کبھی تجھے نہ چھوڑتا
قتل کردیتا۔ اس لئے کہ اسلام اور مصطفےٰ کے مقابلے میں مال و
دولت اور جان و اولاد کوئی چیز نہیں ہیں۔

ریاض النظرہ جلد ا۔ صفحہ ۱۶۵۔ حضرتِ زید بن ارقم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبیؐ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ
صدیق اکبرؓ سے پُوچھا۔ اَنَا اَكْبَرُ اَوْ اَنْتَ۔ کہ مَیں بڑا ہُوں یا تم۔
ابابکرؓ نے عرض کی۔ بَلْ اَنْتَ اَكْبَرُ مِنِّيْ وَ اَكْرَمُ وَخَيْرٌ
مِنِّيْ وَ اَنَا اَسَنُّ مِنْكَ۔ کہ عُمر تو میری زیادہ ہے لیکن بڑے آپ
ہیں! اس اَدب کے قُربان جاؤں۔

مثنوی شریف میں مولانا رُومیؒ لکھتے ہیں کہ ایک دن ابُو جہل

نے نبیٔ کریم علیہ السّلام کو دیکھا اور گستاخی کی کہ نعوذ باللہ میں
سا کوئی بدصورت نہیں دیکھا ۔ حضور علیہ السّلام فرمایا ۔ تُو نے
کہا ہے ! پھر راستے میں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اس عاشقِ صادق نے حسنِ یار کو دیکھا اور بول اُٹھے ۔

دید صدیقش بگفت اَے ماہتاب
نے زشرقی نے زغربی خوش بتاب

کہ مَیں نے ساری کائنات میں تجھ سا حسین و خوبصورت کو
نہیں دیکھا ۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا ۔ تُو نے سچ کہا ہے
غلاموں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السّلام سمجھ نہیں
ابُو جہل بھی سچّا اور ابُو بکر رضؓ بھی سچّا ۔
نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا :۔

گفت من آئینہ ام مصقول دست
ترک و ہندو دیداں درمن کہ ہست

کہ مَیں ایک پاک و صاف شیشہ ہُوں ۔ جو مجھے دیکھے گا
اپنی صُورت نظر آئے گی ۔
ابُو جہل نے دیکھا اسے اپنی شکل نظر آئی ۔ اُس نے کہا
سا بدصورت کوئی نہیں ۔
صدیق رضؓ نے دیکھا تو اسے اپنی صورت نظر آئی ۔ اُس نے
کہا کہ دونوں جہان میں آپ جیسا حسین کوئی نہیں ہے !
ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ صـ
حضرتِ قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک د

ت ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنہ کو ملے اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علیؓ نے
مسکرانے کا سبب پُوچھا۔ تو حضرت، ابوبکرؓ نے فرمایا۔ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ
الصِّرَاطِ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَہٗ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبِ الْجَوَازَ۔
میں نے نبیٔ کریم علیہ السّلام سے سُنا ہے۔ کہ پُل صراط سے وُہی
شخص سہولت سے گزرے گا۔ جس کو علیؓ پرچی دے گا۔
یہ سُن کر حضرت علیؓ بھی مسکرائے اور فرمایا۔ اے ابُوبکرؓ میں
آپ کو مُبارک نہ دُوں؟
فرمایا۔ کیسی۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ
علیؓ اس کو پرچی دے گا۔ جو ابُوبکرؓ سے محبّت رکھے گا!
لَا یَکْتُبُ الْجَوَازَ اِلَّا لِمَنْ اَحَبَّ اَبَا بَکْرٍ۔
گستاخانِ حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کریں گے!
(عمدۃ التحقیق صفحہ ۱۳۷۔ شیخ ابراھیم العبیدی المالکی رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب روض الریاحین
کا حاشیہ۔ عرب شریف کی ایک بستی کے ایک جوان کو کوڑھ ہوگیا۔
کئی سال تک اس موذی مرض میں مبتلا رہا۔ فَاَلْھَمَہُ اللّٰہُ
تَعَالٰی ذِکْرَہُ الصِّدِّیْق کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات
ڈال دی کہ صدیق کا ذکر کر! وہ جوان صُبح و شام یَا صِدِّیْقُ
یَا صِدِّیْقُ کا ذکر کرتا۔ یہاں تک کہ اس کا کوڑھ دُور ہوگیا۔

بِاِسْمِ اَبِیْ بَکْرٍ عَافَاہُ اللّٰہُ مِنَ الْجُذَامِ!

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۰ میں درج ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی ا
وَسَلَّمَ لَمَّا کَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اَخَذَتْہُ وَحْ
فَسَمِعَ فِیْ حَضْرَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِصَوْتِ اَبِیْ بَکْرٍ۔ کہ جب
علیہ السلام معراج کی رات کو قاب قوسین او ادنٰی کے مق
پہنچے تو آپ کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ کہ فوراً آپ نے
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سُنی اپنے ساتھی و
کی آواز سُن کر آپ کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔

عمدۃ التحقیق صفحہ ۲۲۶۔ شیخ عبدالغفار القوصی ر
تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَسُبُّ اَبَا بَکْرٍ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ ایک آدمی حضرتِ ابوبکرؓ و حضرت
کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اُس کی بیوی اور لڑکوں نے اُس کو منع
وہ باز نہ آیا۔ فَمَسَخَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خِنْزِیْرًا فِیْ عُنُقِہٖ سَلْ
عَظِیْمَۃٌ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُس کی شکل خنزیر کی کر دی او
کی گردن میں زنجیریں پڑ گئیں۔ اس کا لڑکا لوگوں کو دکھاتا
تھا۔ حضرتِ شیخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خود اپنی آنکھوں
اس کو دیکھا ہے۔ وَھُوَ یَصْرَخُ صَرَاخَ الْخَنَازِیْرِ۔ کہ وہ
کی طرح چیختا تھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آپکے صدیق ہونیکے ثبوت

اور

وجہ تسمیہ

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۸۲ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ - بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۹ - حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوۡ بَکۡرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثۡمَانُ - کہ ایک دن نبیؐ کریم علیہ السلام حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ احد پہاڑ پر چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ پس رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔ اُثۡبُتۡ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیۡکَ نَبِیٌّ وَ صِدِّیۡقٌ وَ شَهِيۡدَانِ - کہ اے احد پہاڑ ٹھہر جا کہ تجھ پر نبیؐ۔ صدیقؓ اور شہید ہے ! جبلِ حرا پر بھی ایسا ہی ہوا اور فَتَحَرَّكَ وہ ہلنے لگا۔ تو نبیؐ کریم علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا۔ فَمَا عَلَیۡکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَّ صِدِّیۡقٌ وَ شَهِيۡدَانِ !

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۶۶ - کفارِ مکہ نے رسولِ معظم علیہ السلام کے واقعہ معراج کا انکار کیا تو حضرتِ صدیقِ اکبرؓ نے بغیر کسی تامل کے معراجِ مصطفےٰ علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہوئے تصدیق کر دی۔

فَلِذَا لِكَ سُمِّيَ الصِّدِّيْقُ ۔ پس اس وجہ سے وہ صدیق ہوئے
پھر حضرت ابوبکر نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے
اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام بیت المقدس کی صفات
بیان فرماؤ۔ رسولِ اکرم علیہ السلام نے تمام بیان کر دیا۔ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ
صَدَّقْتَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ عرض کی آپ نے سچ فرمایا
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّكُنْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ
الصِّدِّيْقُ ۔ نبیٔ اکرم علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔ کہ اے
ابوبکرؓ تو بھی صدیق ہے۔

سیدالمرسلین علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا
کہ میری قوم میرے معراج کو نہیں مانے گی۔ قَالَ جِبْرِيْلُ يُصَدِّقُكَ
اَبُوْ بَكْرٍ وَّهُوَ الصِّدِّيْقُ ۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ابوبکر تصدیق کرے گا۔ اور
وہ صدیق ہے!

اسی کتاب میں صفحہ ۷۸ پر لکھا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے منبر
پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سَمّٰى اَبَا بَكْرٍ عَلٰى لِسَانِ
نَبِيِّهٖ صِدِّيْقًا ۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ اکرم علیہ السلام
کی زبان پر ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَنَّهٗ كَانَ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ اللّٰهَ
تَعَالٰى اَنْزَلَ اِسْمَ اَبِيْ بَكْرٍ مِّنَ السَّمَاءِ الصِّدِّيْقُ ۔
حضرت علیؓ خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کریم نے ابوبکر کا

نام آسمان سے صدیق نازل فرمایا ہے۔

ریاض النظرہ جلد ا۔ صفحہ ۱۴۸۔ حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبئ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات کو عرشِ اعظم پر ایک سبز رنگ کی تختی پر یہ لکھا ہُوا دیکھا لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر الصدیق۔

مکتوب احول العرش

ریاض النظرہ جلد ا۔ صفحہ ۱۴۲۔ نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۴۔ مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک انصاری عورت رسولِ اکرم علیہ السّلام کے پاس آئی اور عرض کی یَا رَسُوْلَ اللہ علیہ السَّلَام رَأَیْتُ الْمَنَامِ کَانَ النَّخْلَۃِ فِیْ دَارِیْ وَقَعَتْ وَزَوْجِیْ فِی السَّفَرِ۔ کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے۔ کہ میرے گھر کا درخت اکھڑ کر گر پڑا ہے اور میرا خاوند سفر میں ہے۔ نبئ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ اب تجھے صبر کرنا چاہیئے کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے۔

وہ عورت روتی ہُوئی واپس جا رہی تھی۔ کہ راستے میں حضرت ابُوبکرؓ مل گئے۔ اس عورت نے ان سے بھی اِن والی خواب بیان کی۔ لیکن نبئ کریم علیہ السّلام کا فرمان نہ سُنایا۔ فَقَالَ اذْھَبِیْ فَاِنَّکَ تُجْتَمِعِیْنَ بِہٖ فِیْ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃِ حضرت ابُوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ گھر چلی جاؤ۔ آج رات کو تمہارا خاوند گھر آجائے گا۔ وہ عورت حیران ہو کر اور نبئ کریم علیہ السّلام

کے فرمان پر غور کرتے چلی گئی۔

جب رات ہوئی تو اُس کا خاوند گھر آ گیا۔

صبح اُٹھ کر وہ عورت رسولِ معظم علیہ السلام کے پاس گئی اور سارا ماجرا سُنایا۔ حضور علیہ السّلام اس کی طرف دیر تک دیکھتے رہے۔ فَجَاءَ جِبْرِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَّذِیْ قُلْتَہٗ ھُوَ الْحَقُّ وَلٰکِنْ لَمَّا قَالَ الصِّدِّیْقُ!

پس حضرتِ جبریل علیہ السّلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام جو کچھ آپ نے اس عورت کو فرمایا تھا وُہی سچ تھا۔ لیکن جب ابوبکر صدیق رضؓ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ تیرا خاوند زندہ ہے تو خدا تعالیٰ نے صدیق کی صداقت کو قائم رکھنے کی خاطر اس کو پھر زندہ کر دیا ہے۔

عمدۃ التحقیق صفحہ ۳۰۹۔ شیخ ابراہیم العبید المالکی رحمتہ اللہ علیہ حاشیہ روض الرّیاض امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ۔ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ کہ سُورج کی پیشانی پر ایک آدمی کا نام لکھا ہُوا ہے۔ اور ساٹھ ہزار فرشتے نُور کی لگاموں سے سُورج کو کھینچ کر مشرق سے مغرب کی طرف لاتے ہیں۔ جب سُورج کعبۃ اللہ کے اُوپر آتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ والملائیکۃ تجرّ الشمس۔ اور فرشتے سُورج کو کھینچتے ہیں۔ تاکہ آگے چلے۔ لیکن سُورج نہیں چلتا یہاں تک کہ فرشتے عاجز آ جاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ یوحی الی الملائیکۃ وحی الہام۔ ایتھا الشمس بحرمۃ الرجل الذی اسمہ

منفذ فی علی وجھك المنیر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی الہام فرماتا ہے۔ اور پھر فرشتے سورج سے کہتے ہیں۔ کہ اے سورج اس نام کی طفیل آگے چل جو نام کہ تیری روشن پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ تو سورج آگے چل پڑتا ہے۔

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام وہ کون آدمی ہے جس کا نام سورج کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے؟ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ھو ابوبکر الص[دیق] کہ وہ حضرتِ ابوبکر صدیقؓ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمدۃ التحقیق صفحہ ۳۸۔ شیخ ابراہیم العبیاری المالکی۔ حضر[ت] ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن انصار و مہاجرین رسولِ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول لم اسجد لصنم قط۔ کہ میں نے کبھی بھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوشِ غصّے میں آگئے اور کہنے لگے کہ آپ فلاں یہ وہ کرتے رہے ہیں!

حضرتِ ابوبکرؓ نے فرمایا ان ابا قحافہ اخذ بیدی فانطلق بی الی مخدع فیہ الاصنام۔ کہ ایک دن میرے باپ ابو قحافہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گئے۔ جہاں بت تھے اور مجھے کہا کہ یہ ہیں تیرے خدا ان کو سجدہ کرو۔ میں نے ان بتوں سے کہا۔ اِنّی جَائِعٌ فَاَطْعِمْنِیْ۔ فَلَمْ یُجِبْنِیْ۔ فَقُلْتُ اِنِّیْ عَارٍ فَاکْسِنِیْ۔

فلَحْ یَجِبْنِیْ۔ کہ مَیں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو۔ پس کوئی جواب نہ آیا۔ مَیں نے کہا۔ مَیں ننگا ہوں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ پھر مَیں نے ایک پتھر اُٹھایا اور کہا کہ اگر تم خدا ہو تو اپنے آپ کو بچاؤ پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ پھر مَیں نے پتھر مار کر ان کو توڑ دیا۔

پھر میرے والد مجھے ماں کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا سُنایا۔ تو میری ماں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے پیدا ہونے کے وقت مَیں نے ایک غیبی آواز سنی تھی۔

یَا اَمَةَ اللّٰہِ عَلَی التَّحْقِیْقِ۔ اَبْشِرِیْ بِالْوَلَدِ الْعَتِیْقِ۔ اِسْمُہٗ فِی السَّمَاءِ الصِّدِّیْقُ۔ کہ اے اللہ کی بندی بالتحقیق اپنے بچے عتیق کی مبارک ہو۔ اس کا نام آسمان پر صدیق ہے لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَّ رَفِیْقٌ۔ اور یہ مصطفٰے علیہ السلام کا دوست و رساتھی ہے۔

حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابُو بکر نے جب کلام ختم کی۔ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ وَقَالَ۔ صَدَّقَ اَبِیْ بَکْرٍ۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ابو بکر سچ کہتے ہیں۔ اور یہ تین بار فرمایا۔

کُتبِ شیعہ سے آپ کے صدیق ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰۔ حضرتِ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کسی نے مسئلہ پُوچھا کہ کیا "تلوار کو زیور لگانا جائز ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ قد حلی ابوبکر صدیق سیفہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو لگایا ہُوا تھا۔

سائل نے پُوچھا۔ فَتَقُوْلُ الصِّدِّیق۔ کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ تو حضرتِ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُچھل پڑے اور قبلہ کی طرف مُنہ کر کے تین بار فرمایا :-

نَعَمْ اَلصِّدِّیق۔ نَعَمْ اَلصِّدِّیق۔ نَعَمْ الصِّدِّیق۔

ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے لَمْ یَقُلْ اَلصِّدِّیْقُ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلًا فِی الدُّنیا وَالاٰخِرَۃ اور جو ان کو صدیق نہیں کہتا دُنیا و آخرت میں خدا اس کی کسی بات کو سچا نہ کرے۔ یعنی اس کے ایمان پر ہی اعتبار نہیں ہے!

تفسیر قمی صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶۔ لَمَّا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْغَارِ قَالَ لِاَبِی بَکْرٍ اَنْتَ الصِّدِّیْق۔ کہ جب نبی کریم علیہ السّلام شبِ ہجرت غارِ ثور میں تھے تو آپ نے حضرت ابُوبکر سے فرمایا۔ کہ تو صدیق ہے۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْت کے قانون قدرت کے پیشِ نظر اس جہانِ فانی میں کسی کو دوام نہیں۔ ہر شئے مسافر ہے اور ہر چیز راہی!

زمین و آسمان بھی فانی ہیں اور فرش و عرش بھی۔ لوح و قلم بھی حادث ہیں اور چاند و سُورج بھی۔ دریا و پہاڑ بھی مٹنے

والے ہیں اور کہکشاں و ستارے بھی۔ جن و انس کو بھی موت ہے
اور درند و پرند کو بھی!

غرضیکہ اس کارخانۂ ہست و بود کا ہر پرزہ نابود ہونے
والا ہے اور زندگی کے ہر مسافر کا راستہ ختم ہونے والا ہے۔
اسی قانونِ قدرت کے تحت رازدارِ اسرارِ نبوّت! واقفِ رموزِ
رسالت۔ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی۔ غلامِ جاں نثار۔ صاحبِ وفادار۔
یارِ غار اور عاشقِ صادق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پر بھی وہ وقت آ ہی گیا۔ جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

آپ نے اپنے دوستوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ میرے مرنے کے
بعد مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر میرا جنازہ روضۂ مصطفےٰ
علیہ السّلام پر لے جانا پھر میں جانوں اور میرا محبوب!

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۵۔ اَمَّا اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ
لَمَّا حُمِلَتْ اَلْجَنَازَۃُ اِلٰی بَابِ قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ
السَّلَامَ قَالُوْا وَنُوْدِیَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ
صَلَّ اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ ھٰذَا اَبُوْ بَکْرٍ بِالْبَابِ اِفَاِذَا الْبَابُ
قَدِ انْفَتَحَ وَاِذَا بِھَاتِفٍ یَھْتِفُ مِنَ الْقَبْرِ اُدْخُلُوا
الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ۔

اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا کر جب نبیؐ کریم
علیہ السّلام کے روضۂ اقدس پر لے جایا گیا۔ تو غلاموں نے
عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ کا غلام اور یار
آپ کے دروازۂ رحمت و شفقت پر حاضر ہے۔

بس پھر کیا تھا یہ کہنے کی دیر تھی کہ روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام کا
دروازہ خود بخود کھل گیا اور اندر سے آواز آئی۔ کہ
یار کو یار کے پاس جلدی لے آؤ!

اس جانثار غلام کی محبت و عقیدت اور ایمان و یقین کو دیکھو
کہ مرنے کے بعد بھی آغوشِ محبوب میں جانے کی تمنا ہے اور اس محبوب
حقیقی کی رحمت و شفقت اور لطف و کرم کو دیکھو کہ اپنے عاشق
صادق کو اپنے پہلو میں سلانے کے لئے روضۂ اقدس کا دروازہ کھول
کر اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا۔ اور اس طرح یارِ غار کو زندگی بھر
کی خدمت گزاری کا عوض۔ جانثاری کا بدلہ اور وفاداری کا
صلہ مل گیا!

گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ انسان جس مٹی
سے پیدا ہوتا ہے اس مٹی میں دفن ہوتا ہے۔
یہ غار میں پہلے گیا اور وہ مزار میں پہلے گئے۔ اس نے غار کو
صاف کیا اور انہوں نے مزار کو ضیا بخشی۔ اس نے غار میں میں
تین دن تک ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مزار میں اس کی حفاظت
قیامت تک کرتے رہیں گے۔

سچ پوچھو تو یہ ثانی اثنین کی عملی تفسیر ہے۔ ہر مقام! ہر جگہ!
ہر حالت اور ہر موقعہ پر یہ اُن کا ثانی یعنی دُوسرا ہے۔
ایمان بھی اوّل وہ ہیں اور دوسرے یہ۔ شبِ ہجرت کے پُرخطر
سفر میں بھی اوّل وہ ہیں۔ اور دُوسرے یہ۔ غارِ ثور میں بھی اوّل
وہ ہیں۔ اور دُوسرے یہ۔ خلافت و امامت میں بھی اوّل وہ ہیں اور

دُوسرے یہ۔ اور مزار میں بھی اوّل وہ ہیں اور دُوسرے یہ!
اب ستّر ہزار فرشتوں کی وہ جماعت جو دُرود و سلام کے پھول نچھاور کرنے اور اپنے نورانی پروں سے مزارِ پُرانوار کو جھاڑنے کے لئے ہر روز آتی ہے۔ ان فرشتوں کے نُورانی پروں کے جھرمٹ میں جہاں مصطفٰے علیہ السّلام کا جسمِ اطہر زندہ و تابندہ ہے وہاں حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجُودِ مسعود بھی آغوشِ رحمت میں جلوہ نما ہے!

اس ایمان افروز حقیقت سے شیعہ حضرات کے اس عقیدۂ بد کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ نعوذ باللہ اصحابِ ثلاثہ منافق تھے! اس لئے کہ قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق تو خُدا تعالیٰ نے نبیٔ کریم علیہ السّلام کو کفّار و منافقین سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ کافروں اور منافقوں کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔
پارہ ۱۰۔ سُورۃ توبہ۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ط وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ط وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۵ کہ اے میرے نبیؐ علیہ السّلام کُفّار و منافقین سے جنگ کرو۔ اور ان پر غصّہ کرا اور ان کفّار و منافقین کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔ اور بُری جگہ رہنے کی۔

اب اس آیت پر غور کرنے سے یہ پُوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو کفّار و منافقین سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تو نبیؐ کریم علیہ السّلام کو کفار و منافقین

سے جنگ کرنے کا حکم دے اور یہ خدا کے حکم کی نافرمانی!
بحکم عدولی اور روگردانی کرتے ہوئے ایک کے نکاح میں
اپنی دو صاحبزادیاں دے کر اسے ذوالنورین کے لقب سے
سرفراز فرماتا ہے اور دو کی صاحبزادیاں اپنے نکاح میں لے
کر اسے رحمتِ خداوندی کا مستحق بنا دیتا ہے۔
اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے عقیدہ
کے مطابق اصحاب ثلاثہ نعوذ باللہ منافق تھے۔ تو نبیٔ کریم
علیہ السلام نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے ان سے کبھی
جنگ و جدال کیا تھا یا نہیں؟
اگر کیا ہے تو دلائل سے ثابت کرو!
اگر نہیں کیا۔ اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اپنے اس عقیدۂ
بد سے توبہ کر کے ان نفوسِ قدسیہ کا دامن تھام کر اپنے لئے
نجاتِ اُخروی کا سامان پیدا کرو۔
اور اگر تم نے اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آنا تو پھر یہ
ماننا پڑے گا کہ رسولِ معظم علیہ السلام نے ان سے جنگ نہ کر کے
خدا کی نافرمانی اور حکم عدولی کی۔ اور یہ کفر ہے۔
دوسری بات یہ کہ قرآنِ پاک کے فیصلہ کے مطابق تو کفار و
منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور ان کے لئے بری جگہ رہنے
کی ہے۔
ان المنافقین فی الدرک الاسفلین۔
کہ منافق جہنم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے!

مگر یہ عجیب قسم کے منافق ہیں کہ حضرت ابُوبکرؓ و عمرؓ تو روضۂ مصطفٰے علیہ السّلام میں دفن ہوں اور حضرتِ عثمانؓ جنّت البقیع میں آرام فرما۔

اب مَیں شیعہ حضرات سے پُوچھتا ہُوں کہ اگر اصحابہ ثلاثہ تمہارے باطل عقیدہ کے مطابق نعُوذ باللہ منافق تھے تو پھر ابُوبکرؓ و عمرؓ روضۂ مصطفٰے علیہ السّلام میں مدفُون کیوں ہیں؟ جب کہ منافقوں ٹھکانہ قرآنِ مجید کے فیصلہ کے مطابق جہنّم ہے!

اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہو تو پھر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ اقدس کو بھی نعوذ باللہ جہنّم سمجھو!

اور اگر ایسا سمجھوگے تو یہ کفر ہے!

ایمان والوں کے لئے جنّت ہے اور روضۂ مصطفٰے علیہ السّلام جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۱۔ عن ابی ھریرۃ عن النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم قَالَ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ۔ حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ میرے حجرۂ مقدّس اور منبرِ پاک کا درمیان جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے!

فروعِ کافی جلد ا صفحہ ۵۸۵ کتاب شیعہ۔ عن عبد اللہ السَّلَام قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللہ علیہ وسلّم مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ عَلٰی تُرْعَۃٍ مِّنَ الْجَنَّۃِ وَمِنْبَرِیْ تُرْعَۃٌ من تُرَعِ الْجَنَّۃِ

وَقَوَائِمُ مِنْبَرِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

حضرتِ عبداللہ علیہ السّلام فرماتے ہیں۔کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔کہ میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصّہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر شریف جنّت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور میرے منبر پاک کے پائے جنّت میں ہیں۔

اور حضرت عثمان غنیؓ بھی مدینہ منوّرہ کی اس زمینِ مقدّس کے پاک ٹکڑے میں مدفون ہیں۔جس کا نام بھی جنّت البقیع ہے۔

جس روضۂ انور کی زیارت کے لئے خطّۂ ارضی کے امیر و غریب تڑپتے ہیں۔ شاہ و گدا روتے ہیں۔غنی و مفلس التجائیں کرتے ہیں! رومیؒ و سعدیؒ آہیں بھرتے ہیں۔حافظؒ و جامیؒ اشک بہاتے ہیں۔جنیدؒ و بایزیدؒ دُعائیں کرتے ہیں۔فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔اور عرشِ الٰہی جُھک کر نظارہ کرتا ہے اس روضۂ اقدس کے گنبدِ خضریٰ میں ابُو بکرؓ و عمرؓ اپنے آقا و مولا کے پہلو میں آرام فرما کر دُنیا والوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ دوستی ہو تو ایسی ہو کہ مرنے کے بعد بھی دامنِ محبُوب نہ چھوٹے!

اور اگر نجفِ اشرف کی خاکِ مقدّس اور مقبرۂ حضرتِ امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب دفن ہونے والا شیعہ حضرات کے نزدیک جنّتی ہو سکتا ہے۔تو پھر اس روضۂ انور میں دفن ہونے والے بھی یقینی جنّتی ہیں۔جو زمین پہ ہی جنّت

کا ایک باغ ہے!

غرضیکہ حضرتِ صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نعوذ باللہ اگر منافق ہوتے۔ تو محبوبِ خدا علیہ السلام کے ساتھ گنبدِ خضریٰ میں دفن نہ ہوتے! روضۂ مصطفےٰ علیہ السلام میں ان کا دفن ہونا اور جنت البقیع میں حضرتِ عثمان غنیؓ کا آرام فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ تینوں حضرات پکے و سچے مومن اور رسولِ اکرم علیہ السلام کے وفادار ساتھی۔ جانثار غلام اور عاشق صادق تھے۔

شہزادئ کونین کا نکاح؟

موجودہ دَور کے متعصّب اور غالی شیعہ عظمتِ صحابہ کرامؓ کی مقدّس چادر کو اپنے بُغض و عناد کی سیاہی سے داغدار کرنے کی ہزار کوشش کریں۔ مگر پھر بھی وہ پاک وصاف ہی رہے گی۔ اس لئے کہ جس چادر میں صدیق کی حق و صداقت کے موتی۔ عمرؓ کی جلالت و عدالت کی دولت اور عثمانؓ کی حیا و سخاوت کا خزانہ چھپا ہوا اور جن کی مدح و ثنا خود خدا و رسول فرمائے اس چادر کی ایک تار بھی داغدار نہیں ہو سکتی۔

اور آجکل کے شیعہ حضرات ان رُشد و ہدایت کے ستاروں اور حق و صداقت کے چراغوں کو اپنی گستاخ پھونکوں سے بُجھانے کے لئے لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں۔ اور کروڑوں کروٹیں بدلیں۔ مگر جن کو خدا روشن کرے اور جنہیں نبی ضیاء بخشے ان کی چمک دمک

میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اسلئے کہ پہلے شیعہ مجتہدین و مفسرین حقائق کی روشنی میں انصاف کی قلم سے شانِ صحابہ میں جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ وہ اس دور کے تبرائی شیعوں سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

جیسا کہ پہلے شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتابوں سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اب حضرتِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح مبارک کو دیکھیئے کہ اس کی تحریک بھی حضرتِ ابوبکر اور حضرتِ عمر فاروق نے شروع کی۔ اور خاتونِ جنت کا جہیز بھی حضرتِ صادق اکبرؓ نے تیار کیا۔

جلاء العیون صفحہ ۵۵-۵۶-۵۸۔ ملا باقر مجلسی حضرتِ ابوبکرؓ حضرتِ عمرؓ اور حضرتِ معاذؓ مسجدِ نبوی میں بیٹھے خاتونِ جنت کے نکاح کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ حضرتِ ابوبکرؓ نے فرمایا کہ بڑے بڑے قریشی سرداروں نے حضور علیہ السلام سے حضرتِ فاطمہؓ کا رشتہ طلب کیا ہے۔ مگر نبئ کریم علیہ السلام فرما دیتے ہیں۔ امر او بسوئے پروردگار است۔ کہ یہ معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

میدانم آنست کہ خدا و رسول، فاطمہ را نگاہ نداشتہ اند مگر از برائے او۔ اور جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ و رسول نے حضرتِ فاطمہؓ کو حضرتِ علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ مگر حضرتِ علیؓ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کی۔ شاید اس لئے کہ اسے اپنی تنگدستی کا خیال ہو۔ اگر تنگدستی اورا مانع باشد ما او را درین باب مدد کنیم۔ اگر حضرتِ علیؓ کو اپنی تنگدستی مانع ہے۔ تو ہم اس کی مدد کریں گے۔

پھر یہ حضرات حضرتِ علیؓ کے پاس گئے۔ اور ان کے کہنے پر

حضرت علی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

شیخ طوسی بسندِ معتبر از حضرت امیر المومنین روایت کرد است کہ نزدِ من آمدند ابوبکرؓ و عمرؓ و گفتند کہ چرا نزد حضرت رسولِ خدا علیہ السلام نمی روی کہ فاطمہ را خواستگاری نمائی پس رفتم بخدمت آنحضرت علیہ السلام۔

شیخ طوسی معتبر سند سے حضرتِ علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس ابوبکرؓ و عمرؓ آئے اور کہا کہ تم حضور علیہ السلام کے پاس جا کر حضرتِ فاطمہؓ کا رشتہ کیوں طلب نہیں کرتے۔

پس میں نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مدعا عرض کیا۔ کملی والے نے منظور فرما لیا۔ فرماتے بھی کیوں نہ —— جبکہ حضورؐ جانتے تھے کہ علیؓ خود نہیں آیا۔ بلکہ اِسے ابُوبکرؓ و عمرؓ نے بھیجا ہے۔

امیر المومنین ایں سخنہا را از ابوبکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فرو ریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی۔

حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السلام نے جب حضرتِ ابُوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات سُنی تو اُن کے آنکھوں مُبارک سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا کہ تُو نے میرے غم و اندوہ کو تازہ کر دیا ہے اور میرے دل کی خواہش کو پھر زندہ کر دیا ہے جو ابھی تک پوشیدہ تھی —— حضرت علی فرماتے ہیں۔

پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ علی اٹھو اور اپنی زرہ فروخت کردو۔ پس میں نے اپنی زرہ فروخت کردی رقم نبی کریم علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دی۔

پس یک کف ازاں زر گرفت بلال را طلبید و باو گفت از برائے فاطمہؓ بوئے خوش بگیر۔ پس دو کف ازاں دراہم برگرفت و با ابوبکر داد و فرمود کہ برو ببازار و از برائے فاطمہ بگیر آنچہ او را در کار است از جامہ و اثاث البیت۔

پھر حضور علیہ السلام نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر حضرتِ بلالؓ کو دی کہ بازار سے میری بیٹی فاطمہؓ کے لئے خوشبو لے آؤ۔ اور پھر دو مٹھیاں بھر کر حضرتِ ابوبکرؓ کو دیں کہ جاؤ اور فاطمہؓ کے لئے کپڑے اور گھر کا ساز و سامان خرید لاؤ۔

محبتِ اہلِ بیت کے جھوٹے دعویدار شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ تزویج فاطمہؓ کی تحریک بھی شروع کریں اور حضرتِ علیؓ کی تمنا کے مطابق انہیں رضامند بھی کریں اور حضرتِ علیؓ سن کر یہ اعتراف بھی کریں، کہ تم نے میری دل کی خواہش کو پھر زندہ کردیا ہے۔ اور پھر اُن کے کہنے پر وہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس بھی جائیں اور حضورؐ علیؓ کے مطالبہ کو یہ جان کر رد نہ کریں، کہ اُسے بھیجنے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور پھر حضرتِ صدیق اکبرؓ حضرتِ فاطمہؓ کا جہیز بھی تیار کریں تو کیا ایسے مقدس انسانوں پر کسی قسم کی بدگمانی کی جا سکتی ہے ——

نہیں ـــــ بلکہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابُو بکرؓ و عُمرؓ اور علیؓ کے مابین کوئی جھگڑا کوئی نزاع اور کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ آپس میں شیر و شکر تھے۔ دوست تھے اور یار تھے اور ایک دُوسرے کی تمنّاؤں کو جانتے تھے۔ ایک دُوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد تھے۔ اور ایک دُوسرے سے مُحبّت و پیار اور دوستی و اُلفت رکھتے ہُوئے رحماء بینھم کی عملی تفسیر تھے۔

اور پھر نبیٔ کریم علیہ السّلام کا حضرتِ ابُوبکرؓ کے ہاتھوں اپنی بیٹی کا جہیز تیار کروانا کیا اس بات کی روشن دلیل نہیں کہ حضور علیہ السّلام کو صدیقِ اکبر پر پُورا بھروسہ و اعتماد تھا اور اُن کی دیانت کو جانتے۔ حقانیت کے سمجھنے اور صدّیقیت پر مکمّل یقین رکھتے تھے۔

اگر نہیں تو شیعہ حضرات ثابت کریں۔ اور یہ سب کچھ تھا اور یقیناً تھا تو پھر ان کے دین و ایمان۔ عشقِ رسول۔ صدق و صفا اور حلم و وفا کو تسلیم کرلیں۔

حملہ حیدری باذل ایرانی صفحہ ۶۰ و ۶۱۔ جنابِ خاتونِ جنّت سیّدہ فاطمہ علیہا السّلام کے نکاح کی تحریک کے متعلق یُوں لکھتا ہے۔

چنیں گفت راوی کہ خیر النساء

چوں آمد بحدِ تمیز از صبا

راوی یُوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت سیّدہ فاطمہ خیر النسا علیہم السّلام جوان ہُوئیں تو۔

یکے روز بُوبکر نزدِ نبیؐ
بشُد خُواستگاریش رابندی

ایک دن حضرتِ ابُوبکر نبیؐ کریم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور سب سے پہلے سیّدہ فاطمہؓ کے لئے عرض کی :-

بپاسخ بگفت اشرفِ انبیا
کہ ہست اختیارش بدستِ خُدا

رسُولِ معظّم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری بیٹی کے نکاح کا اختیار خدا تعالےٰ کے ہاتھ ہے۔

پھر حضرتِ عُمر حاضر ہُوئے۔ حضور علیہ السّلام نے وُہی جواب دیا۔

چُوں بگذشت چندے بریں داولی
یکے روز رفتند نزدِ علیؓ

کچھ دن گزُرنے کے بعد یہ دونوں یعنی حضرتِ ابُوبکرؓ و عُمرؓ حضرتِ علی المرتضیٰؓ کے پاس گئے۔

زِ یارانِ مخصُوص اوچند تن
بگفتند آں شمع انجمن

حضرتِ علیؓ کے خاص الخاص دوستوں نے کہا کہ اے اسلام کی انجمن کی شمع ——

رو از خدمتِ سیّدِ انبیاء
بکن خواستگاریِ خیرالنساء

کہ نبیٔ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں جاؤ۔ اور
حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی خواہش کرو۔

بگفتند یارانش اے شہریار
تو در خاطرِ خویش از بنہار مبار

حضرت علیؓ کے یاروں۔ ساتھیوں اور دوستوں نے کہا
کہ اے علیؓ اس معاملہ میں اپنے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہ کرو
بے دھڑک اور بے خوف و خطر جا کر حضرتِ فاطمہؓ کا اپنے لئے
رشتہ طلب کرو۔ کیونکہ تمہارا حضور علیہ السلام سے اور بھی
تعلق اور رشتہ ہے۔ پھر تین دن حضرتِ علیؓ حاضرِ خدمت ہوتے
رہے اور عرض کرتے رہے۔ تین دن کے بعد

بیامد بفرمانِ ربّ الجلیل
بنز درِ رسولِ خدا جبرائیل

حضرتِ جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم و فرمان لے
کر رسولِ خدا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ
تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرتِ
علی المرتضیٰؓ سے کر دو۔

منصف مزاج شیعہ مجتہد ملا۔ باذل ایرانی کی اس حقیقت
بیانی کے بعد بھی اگر موجودہ دور کے متعصب و غالی شیعہ
حضرات حضرتِ ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان و عظمت اور حضرت
علیؓ کے ساتھ ان کی دوستی و یاری کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حضرتِ علیؓ کو بھی نہیں

مانتے۔ اور یہ ہے بھی سچ۔

کتاب صاف بتا رہی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یار تھے۔ دوست تھے اور ساتھی تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان پر پورا بھروسہ تھا۔ مکمل اعتماد تھا۔ اور ان سے پکی دوستی تھی ÷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامتِ اوّل سیّدنا صدیقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سُنیّوں اور شیعوں میں مدّت سے خلافتِ اوّل کا جھگڑا چلا آرہا ہے اور خُدا جانے کب تک ہوتا رہے گا! شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ نبیؐ کریم علیہ السّلام کے بعد خلافتِ اوّل کا حق حضرت علیؓ کا تھا جو زبردستی چھین کر حضرتِ ابوبکرؓ کو دے دیا گیا اور دُوسرے حضرات تو خلافت کے حقدار ہی نہیں تھے!

مگر سُنّی حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی زندگی میں ہی حضرتِ ابُوبکرؓ کے سر پر اپنے بعد خلافتِ اوّل کا تاج رکھ دیا تھا تو پھر اس میں کسی کو چُوں وچرا اور ایسے ویسے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہے بھی صحیح!

اس نزاع کا فیصلہ ہونا اس لئے بھی ناممکن ہے کہ شیعہ حضرات نہ تو اس موجُودہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ اُن کے دل کی تاریکیوں میں نُورِ ایمان کا اُجالا پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ سیدھا راستہ تلاش کر سکیں اور نہ ہی اُنھوں نے احادیث نبوّی پر ہی یقین کرنا ہے۔ جس سے اُن کی آنکھوں سے بُغض وعناد کے پردے اُٹھ جائیں اور وہ دین وایمان کی منزل کا نشان پا سکیں۔ اور نہ ہی اُنھوں نے اپنے مجتہدین کے اقوال کو صحیح تسلیم کرنا ہے۔

جن سے اُن کے دل و دماغ سے ضلالت وگمراہی کا غبار دُور ہو جائے اور وُہ کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں۔

— آئیے ذرا قرآن و حدیث کی روشنی میں اور عقلی و نقلی دلائل سے اس متنازع مسئلہ کا حل تلاش کریں!

پارہ ۱۸۔ سُورہ نور۔ آیت ۵۵۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ کہ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور پھر اُنہوں نے اچھے عمل کئے کہ البتہ ضرور ان کو خلیفہ بناؤں گا۔ زمین پر جس طرح کہ خلیفہ بنایا تھا۔ ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

اس آیتِ پاک سے یہ حقیقت واضح طور پر عیاں ہوتی ہے کہ رسُولِ اکرم علیہ السّلام کے بعد خلافت و امامت کسی فردِ واحد کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ اس عطیۂ خداوندی میں اور حضرات بھی شامل ہیں۔ اس لئے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ صیغہ جمع کا ہے اور جمع کا صیغہ کم از کم تین افراد کے لئے بولا جاتا ہے زیادہ چاہے کتنے بھی ہوں!

پھر شیعہ حضرات کا خلافت و امامت کو صرف حضرت علیؓ کے لئے مخصوص کرکے انہیں میں بند کر دینا غلط ہے اور قرآنِ پاک کے خلاف ہے!

اس آیتِ پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ بھی خلیفہ ہوں گے۔ وُہ ایمان میں کامل و اکمل۔ دین میں پکے د

سچے اور اعمالِ صالح سے سرفراز بھی ہوں گے!

اور یہ بھی ثابت ہے کہ خلافت و امامت کا وعدہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو کسی صورت بھی ٹل نہیں سکتا۔ ان اللہ لا یخلف المعیاد! اور اس آیت سے یہ حقیقت بھی کھلتی ہے کہ ان کی خلافت و امامت زمین پر ہوگی۔ کہ ایک طرف تو وہ دین کے بادشاہ ہونگے اور دوسری جانب انکے رعب و جلال کا سکہ تمام روئے زمین پر بیٹھ جائے گا!

مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۳۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵

عن الزھری عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی (ای انا مستحق الخلافۃ) ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا حقدار رہوں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ ابو بکر رض کو خلافت کے لئے چن لیا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ پاک پر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن

ہو جاتی ہے۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام اپنے بعد حضرت ابُو بکرؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اپنے بعد پیدا ہونے والے اس جھگڑے کو مٹانے کی خاطر ایک تحریری دستاویز اُمّتِ مسلمہ کے حوالے کر دینا چاہتے تھے۔

شیعہ حضرات حدیثِ قرطاس کو پیش کر کے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت اوّل بلا فصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی خلافت لکھنی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے وہ تحریر نہ لکھنے دی!

اس حدیثِ قرطاس پر تو مفصّل بحث انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔ یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ حدیثِ قرطاس میں ظاہری طور پر کسی کا نام نہیں ہے۔ لیکن یہاں تو حضرتِ ابُو بکرؓ کا کھلے لفظوں میں اسمِ گرامی موجود ہے! جس طرح شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرت علیؓ کی خلافت لکھنی تھی۔ اسی طرح سُنّی حضرات بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے حضرت ابو بکرؓ۔ حضرتِ عمرؓ۔ حضرتِ عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت ترتیب و تدوین کے ساتھ لکھنی تھی! یا ہو سکتا ہے۔ کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے یہ لکھنا ہو۔ کہ میرے بعد خلافتِ اربعہ کی اس ترتیب کا جو منکر ہو گا۔ وہ کافر ہے۔

وہاں تو ہر چیز اخفا میں ہے۔ مگر اس حدیثِ پاک میں تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ ابُو بکرؓ کا صاف طور پر نام

لے کر فرما دیا ہے کہ میں اس کے حق میں کچھ لکھ دوں۔
مسلم شریف جلد ۱ ۔ صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ ۔
ترمذی شریف جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۰۸ ۔ مختلف الفاظ کے ساتھ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اور نبی کریم علیہ السلام کی بیماری کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔ کہ نبی کریم علیہ السلام پر جب بیماری کا اثر ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا کہ نہیں! بلکہ تمام لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

پھر نبی کریم علیہ السلام پر بیماری کا غلبہ ہو گیا اور پھر جب آپ کا مزاج اقدس پرسکون ہوا تو پھر آپ نے یہی پوچھا۔ کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے پھر وہی جواب دیا کہ نہیں! مسجد میں نمازی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ پھر تیسری بار وہی حالت پیش آئی اور پھر تیسری بار بھی آپ نے یہی پوچھا۔ اور ہم نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ۔ کہ جاؤ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو۔ کہ میرے مصلّے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔

فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی

اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے ایک آدمی کو حضرت ابُوبکرؓ کی طرف بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْكَ الْاَیَّامِ۔ وہ قاصد حضرتِ ابُوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور کہا کہ رسُولِ معظّم علیہ السّلام نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ نرم دل۔ رقیق القلب اور حسّاس تھے اور وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ کہ جس مصلّے پر امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھاتے رہے ہوں آج اس مصلّے پر مَیں کھڑا ہُوں۔ اس لئے اُنہوں نے حضرتِ عُمرؓ کو فرمایا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ لیکن حضرتِ عمرؓ نے یہ کہہ دیا کہ آپ ہم تمام سے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضرتِ ابوبکرؓ نے پھر ان ایام میں لوگوں کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

حضرتِ عائشہ صدیقہؓ نے جب یہ عرض کی کہ اے محبُوبِ خُدا علیہ السّلام میرے باپ ابُوبکرؓ یہ برداشت نہیں کریں گے کہ آپ کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا۔ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ کہ تم تو حضرتِ یُوسف علیہ السّلام کے متعلق مصر کی عورتوں کی طرح بحث کرتی ہو۔ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ۔ ابوبکر کو کہو کہ وہ

پڑھائے یا اور پھر جب حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصلے پر کھڑے ہوکر نماز پڑھانی شروع کر دی۔ تو رسولِ اکرم علیہ السلام حجرۂ اقدس سے اُٹھے فخرج بین رجلین احدھما العباس۔ اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے

فلما راہ ابوبکر ذھب یتاخر فاومأ الیہ النبی ان لا یتاخر

پس جب حضرتِ ابوبکر رضی نے نبیٔ کریم علیہ السلام کو مسجد میں آتے دیکھا تو ارادہ کیا کہ میں مصلّے سے ہٹ جاؤں کہ رسولِ اکرم علیہ السلام نے اشارہ فرمایا قم مکانا۔ کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو۔

اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں مسجد میں تشریف لائے کہ وجلاہ تخطان فی الارض کہ پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔

حضرتِ صالح حضرتِ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں۔ کہ مجھے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضرتِ ابوبکر رض لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور سوموار کا دن تھا۔ وھم صفوف فی الصلوٰۃ اور لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کشف رسول اللہ ستر الحجرۃ فنظر الینا وھو قائم کان وجھہ ورقۃ مصحف ثم تبسم رسول اللہ۔ کہ رسولِ معظم علیہ السلام نے حجرۂ انور کا پردہ اُٹھایا اور ہماری طرف دیکھا کملی والے کا چہرہ مبارک قرآنِ پاک کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اور چاندی کے صاف ٹکڑوں کی طرح چمک رہا تھا۔

حضرتِ صدیقِ اکبر رض نے ارادہ کیا۔ کہ میں مصلّے سے اتر جاؤں۔

لیکن نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنْ اُمْکُثْ مَکَانَکَ۔ کہ اپنے مقام پر ٹھہرے رہو۔

فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ جَالِسًا وَاَبُوْ بَکْرٍ قَائِمٌ یَقْتَدِیْ اَبُوْبَکْرٍ بِصَلٰوۃِ النَّبِیِّ وَیَقْتَدِیْ النَّاسُ بِصَلٰوۃِ اَبُوْبَکْرٍ۔ اور پھر نماز اس انداز میں پڑھی نبی کریم علیہ السلام بیٹھ گئے۔ اور ابو بکر کھڑے رہے حضرتِ ابوبکرؓ نے رسولِ خدا علیہ السلام کی اقتدا کی اور لوگوں نے حضرتِ ابوبکرؓ کی۔ یعنی نبیؐ و صدیقؓ ایک ہی مصلّٰے پر برابر کھڑے ہو گئے اور صدیقؓ نے پیچھے نبیؐ کے اور لوگوں نے پیچھے صدیقؓ کے نماز پڑھی۔ صدیقؓ کا امام نبی اکرم علیہ السلام تھے اور لوگوں کے امام ابوبکر صدیقؓ تھے۔

حضرتِ عبیداللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابنِ عباس کو بتایا کہ اتدری من الرجل الذی لم تسم عائشۃ ھو علی کہ تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کے سہارے رسول اکرم علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تھے اور حضرتِ عائشہؓ نے اس کا نام نہیں بتایا۔ وہ حضرتِ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ تھے!

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ایمان افروز حقائق کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے کی خلافتِ اوّل بلا فصل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا اور یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ نبی اکرم علیہ السلام

نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی اپنے ثانی اثنین اور یارِ غار کو اپنے مصلّے کا وارث بنا دیا تھا اور بیماری کے باوجود بھی وہ حضرت عباسؓ اور حضرتِ علیؓ کے سہارے یہ دیکھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے کہ کوئی میرے پیارے صدیق کی خلافتِ اوّل کا مخالف ہے۔

اگر امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد خلافتِ اوّل کے حقدار حضرت علی المرتضٰی ہوتے تو محبوبِ خدا کو کونسا خوف تھا کہ جس کی بنا پر وہ بار بار حضرتِ ابوبکر ہی کو امامت کے لئے حکم دے رہے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ بھی پاس ہی تھے اور پھر کملی والے آقا دو عالم علیہ السّلام کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور قابلِ عزّت داماد بھی۔

سچ پوچھو تو ایسا کرنے سے حضرتِ ابوبکرؓ کو خدا کی طرف سے عطا کیا ہوا ثانی اثنین کے قابلِ قدر خطاب میں فرق آنا تھا! ذرا غور اور تصوّر تو کرو۔ کہ مسجدِ نبوّی کے ایک مصلّے پر دو امام کس شان سے کھڑے ہیں!

ایک امام المرسلین ہے اور دوسرا امام المومنین۔ ایک کو امام المرسلین خدا نے بنایا اور دوسرے کو امام المومنین مصطفٰے نے!

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۸۔ حضرتِ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یؤمھم غیرہ۔ کہ جس قوم میں حضرت ابو بکرؓ موجود ہوں

تو پھر کسی کو حق نہیں ہے کہ کوئی اس کی موجودگی میں امامت کرائے۔

اس کا عملی ثبوت رسولِ اکرم علیہ السّلام نے اپنی زندگی میں ہی خود اپنے مصلّے پر حضرتِ ابوبکرؓ کو کھڑا کر کے دیدیا تھا۔

ان ایمان افروز حقایق کے ہوتے ہوئے بھی شیعہ حضرات حضرتِ ابوبکرؓ کی خلافتِ اوّل کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس کا صاف و واضح مطلب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ سرورِ کائنات شہنشاہ کونین۔ مختارِ دو عالم اور امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلے کو نہیں مانتے اور جو اس حاکمِ کائنات کے کسی فیصلے کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں۔

فلا وربك لا یؤمنون حتّٰی یحکموك فیما شجر بینهم

اے میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام یہ لوگ جب تک تجھے حاکم اور تیرے فیصلہ کو نہیں مانتے اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو سکتے۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام کا حضرتِ ابوبکرؓ کو اپنی موجودگی میں امام بنانا جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو رسولِ معظّم علیہ السّلام نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد خلیفہ اوّل بلا فصل بنا دیا تھا۔ وہاں اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حضرتِ ابوبکرؓ تمام صحابہ کرام سے افضل تھے۔

نووی حاشیہ مسلم شریف جلد ا۔ صفحہ ۱۷۸۔ اَنّ الاِمَامَ اِذَا عُرِضَ لَهُ عُذْرٌ عَنْ حُضُوْرِ الْجَمَاعَةِ اِسْتَخْلَفَ مَنْ یُّصَلِّیْ بِهِمْ وَ اَنَّهُ لَا یَسْتَخْلِفُ اِلَّا اَفْضَلُهُمْ۔ کہ جب کسی امام کو

کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکے تو وہ ا
جگہ کسی ایسے آدمی کو نماز پڑھانے کے لئے منتخب کرے۔ جو تما
سے افضل ہو۔

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ ابو بکرؓ کو اپنے
مصلّٰے پر کھڑا دیکھ کر اور لوگوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ
کر مسکراتا اس لئے تھا۔

نووی صفحہ ۱۷۹۔ فَفَرِحَهُ بِمَا رَاٰی مِنْ اِجْتِمَاعِهِمْ عَلَی
الصَّلٰوةِ وَاِتِّبَاعِهِمْ لِاِمَامِهِمْ وَاِقَامَتِهِمْ شَرِيْعَةً وَ
اِتِّفَاقِ كَلِمَتِهِمْ وَاِجْتِمَاعِ قُلُوْبِهِمْ۔ کہ نبیٔ کریم علیہ السلا
کو اپنے غلاموں کے اجتماع اور شریعت کی پابندی اور حضرت ابو
کی امامت پر تمام کا اتفاق دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی۔ کہ آپ مسکرا
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۶۳۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۵
حضرتِ سفینہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسو
اکرم علیہ السلام سے یہ سنا ہے:۔

الخلافة ثلثون سنة ثم تكون ملكا خلافة
ابوبكر سنتين وخلافة عمر عشرة وعثمان اثنتى
عشرة وعلى ستة۔ کہ میرے بعد خلافت تیس برس تک
رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ حضرت ابو
دو ۲ سال۔ حضرت عمرؓ دس ۱۰ سال۔ حضرتِ عثمانؓ بارہ ۱۲ سال او
حضرت علیؓ چھ ۶ سال۔ کل تیس ۳۰ سال۔

اگر شیعہ حضرات امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرما

حق ترجمان کو آنکھوں سے بُغض و عناد کی پٹی اُتار کر دیکھیں تو اُن کو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبئ اکرم علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اپنے بعد خلافتِ راشدہ کی مُدت بیان کر دی۔ بلکہ خلافت و امامت کی ترتیب و تدوین بھی واضح کر دی کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرتِ عمرؓ۔ اُس کے بعد حضرت عثمانؓ اور سب سے آخر میں حضرت علیؓ۔

محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک دُوسری حدیث سے بھی اسی ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے۔

خیرا لقرون قرنی۔ کہ زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ اب قرنی کے حروف کو دیکھو اور خلفائے راشدہ کے اسمائے گرامی کو دیکھو تو حقیقت کھُل جاتی ہے۔

قرنی کا پہلا حرف ق ہے اور صدیقؓ کا آخری حرف ق ہے۔ قرنی کا دُوسرا حرف ر ہے اور عمرؓ کا آخری حرف ر ہے۔ قرنی کا تیسرا حرف ن ہے اور عثمان کا آخری حرف ن ہے۔ قرنی کا چوتھا حرف ی ہے اور علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

اب اگر شیعہ حضرات حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خلیفۂ اوّل بلا وصل تسلیم کرتے ہیں تو نبئ اکرم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق خلافتِ راشدہ کی مُدت تیس ۳۰ سال ثابت کریں!

اس لئے کہ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ حضرتِ علیؓ خلیفۂ اوّل تھے تو حضرتِ صدیقِ اکبرؓ کی موت تو پہلے واقع ہو گئی تھی پھر اُن کی خلافت نہیں رہتی۔ حالانکہ وعدۂ الٰہی اور فرمانِ مصطفےٰ

علیہ السلام کے مطابق اُن کی خلافت بھی حق تھی!

تو ایسی صورت میں تیس سال کی مدت کہاں رہتی ہے!

قربان جاؤں اس عالم ما کان و ما یکون کے علم غیب پر کہ خلافتِ راشدہ کی کلی مدت بھی بتا دی اور ہر ایک کی خلافت کی انفرادی مدت بھی۔ اور یہ اس لئے کہ نبی اکرم علیہ السلام یہ بھی جانتے تھے۔ کہ ان میرے غلاموں کی موت بھی اسی ترتیب سے ہوگی۔

حروف تہجی چاہے اردو کے ہوں یا فارسی کے پہلا حرف الف ہے اور آخری حرف ی ہے۔ ابوبکر کے نام کا پہلا حرف الف ہے اور علی کا آخری حرف ی ہے! مطلب یہ کہ خلافت راشدہ ابوبکر کے الف سے شروع ہوئی اور علی کی ی پر ختم ہو گئی

تفسیر قمی صفحہ ۸۷ تفسیر شیعہ۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

ان ابا بکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم من بعد ابوک۔

کہ تحقیق میرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہوں گے اور اس کے بعد تمہارے باپ حضرت عمرؓ۔ عرض کی آپ کو کس نے بتایا۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے!

نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸۔ خطبات حضرت علی المرتضیٰ۔

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان علیٰ ما بایعوھم علیہ۔ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل وسموہ اماما کان ذالک للہ رضا۔

حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میری بیعت بھی اس قوم کی بیعت ہے جنہوں نے حضرتِ ابوبکرؓ۔ حضرتِ عمرؓ اور حضرتِ عثمانؓ کی بیعت کی جس امر پر کی تھی۔ پس نہ تو کسی حاضر کے لئے انتخاب کا حق ہے اور نہ کسی غائب کے لئے رد کرنے کا۔ مشورہ مہاجرین وانصار کے سپرد ہے۔ پس وہ اگر ایک مرد پر جمع ہو جائیں۔ اور اُسے اپنا امام تسلیم کریں تو اس میں خُدا تعالیٰ کی رضا ہے۔

قابلِ غور ہے کہ حضرتِ علیؓ نے اس خطبہ میں اپنی خلافت کی صحت کا دار و مدار خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت پر رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اُن کی خلافت کو حق تسلیم کیا جائے تو حضرتِ علیؓ کی خلافت بھی حق ہے اور اگر ان کی خلافتِ حقّہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو حضرتِ علیؓ کی خلافت بھی مشکوک رہ جاتی ہے!

اس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت علیؓ کی خلافت برحق تھی۔ اسی طرح خلفائے ثلاثہ کی خلافت بھی برحق تھی۔

نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۵۱۹ ۔ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافۃ رغبۃ ولا فی الولایۃ اربۃ کہ خدا کی قسم مجھے خلافت کی کوئی تمنا نہیں ہے اور نہ کوئی حکومت وولایت کی حاجت ہے۔

قرآن واحادیث کی روشنی میں نقلی وعقلی دلائل سے اور شیعہ حضرات کی مستند کتابوں کی روایاتِ معتبرہ کے پیشِ نظر

جب حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اوّل بلا فصل ثابت ہو جاتی ہے۔ تو پھر شیعہ حضرات کا ان حقائق کے خلاف واویلا کرنا۔ شور مچانا اور حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت اوّل کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اور بغضِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چمکتے ہوئے سورج کی سنہری کرنوں کے باوجود بھی یہ لوگ خدا جانے ضلالت و گمراہی کے کس تاریک گڑھے میں گر چکے ہیں۔ کہ جہاں سے ان کو روشنی کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں دیتی! اور اللہ جانے اُن کی کشتیٔ حیات عقائدِ باطلہ کے کونسے طوفانوں میں تھپیڑے کھا رہی ہے کہ جہاں سے ان کو لبِ ساحل نظر نہیں آتا۔

سوالات و جوابات

شرافت و دیانت اور عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات اپنے دلوں سے بغض و عناد کے غبار کو جھاڑ کر اور اپنی آنکھوں سے عداوت و نفرت کے تمام سیاہ پردے ہٹا کر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو صحیح تسلیم کر لیتے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اور محبوبِ خدا علیہ السّلام کے فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اوّل مان لیتے۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے خدا و رسول کے مقرر کردہ تمام اصولوں کو ٹھکرا کر اور اپنے مجتہدین کے اقوال کو بھی پامال کر کے اُن کی خلافت کو صحیح ماننے کی بجائے طرح طرح کے بے معنی اور بے مقصد سوالات

کی ایک ریت کی دیوار کھڑی کر کے اپنے لئے رحمت و بخشش کے تمام دروازے بند کر لئے ہیں۔

سوال ۱: ۔ چونکہ خلافت و امامت منصوص من اللہ ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے کسی انتخاب کی ضرورت نہیں!

مثلاً:۔ وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط اور جب ربِّ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو کئی طریقوں سے آزمائش میں ڈالا اور ان سے کئی امتحان لیئے مگر وہ ہر امتحان میں کامیاب ہوئے تو پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نسل کا امام بنا دیا ہے۔

یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ خلافت و امامت خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے نہ کہ بندے منتخب کرتے ہیں۔

جواب ۱: ۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا خلافتِ راشدہ اور امامتِ فاخرہ عینِ نبوّت ہوتی ہے یا غیرِ نبوّت؟

اگر عینِ نبوّت ہے۔ تو دلائل سے ثابت کرو!

اور اگر غیرِ نبوّت ہے۔ تو پھر دلیل میں اس امامت کو کیوں پیش کرتے ہو جو عینِ نبوّت ہے؟

۲: ۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ امامت وہبی ہے یا کسبی؟
اگر کسبی ہے تو پھر بارہ میں حصر کیوں؟ ہر کوئی دین و ایمان اور اعمالِ صالحہ اور طہارتِ قلب اور تزکیۂ نفس کر کے امامت کی نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

اور اگر وہبی ہے تو پھر آیتِ مذکورہ سے دلیل کیوں پکڑتے

ہو۔ جبکہ اس آیت میں حضرتِ ابراہیم علیہ کو امتحانات میں کامیاب ہونے کے انعام میں امامت کا رتبہ دیا گیا ہے!

۳۔ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق امامت واقعی منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ تو پھر وہ آیت پیش کرو۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کی امامت کا بالتصریح ذکر ہو!

سوال ۲:۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً۔ جب خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں!

یہاں بھی حضرتِ آدم علیہ السلام کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو خلیفہ بنانیکا حق صرف اللہ ہی کو ہے!

اور جب قرآنِ پاک سے یہ ثابت ہے تو پھر مدینہ منورہ کے مہاجرین و انصار کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرتِ ابوبکرؓ کو خلیفہ منتخب کرتے!

جواب ۱:۔ کہ دعویٰ اس امامت و خلافت کا ہے جو غیرِ نبوّت ہے اور دلیل اس امامت و خلافت کی دیتے ہو جو عینِ نبوّت ہے!

جواب ۲:۔ یہ بات غلط ہے کہ امامت کو خلافت کے انتخاب کا حق صرف خدا ہی کو ہے!

اس لئے کہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کئی بار اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا ذکر فرمایا اور پھر زندگی کے آخری ایام میں خود اپنے مصلّے پر ان کو کھڑا کرکے دیکھا اور خوشی سے مسکرائے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام کو فوراً منع

کر دیتا اور اسی وقت روک دیتا کہ خلافت و امامت تو منصوص من اللہ ہے اور کسی کو خلیفہ و امام میں ہی بناتا ہوں۔ میرے سوا کسی کو حق نہیں کہ کسی کو خلیفہ یا امام بنائے۔ تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی مرضی سے کیوں خلیفہ و امام بنایا ہے۔

اگر خدا تعالےٰ نے رسولِ اکرم علیہ السّلام منع کیا ہے تو ثابت کرو؟

اور اگر نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اس عقیدہ سے باز آجاؤ۔ کہ امامت و خلافت منصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور اس کے انتخاب کے لئے سوائے خدا کے کسی کو حق نہیں۔

اور اگر بفرضِ محال یہ اصول تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی حضرتِ خلفائے ثلاثہ کی خلافتِ حقّہ ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی۔

اس لئے کہ جب ان کو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے خود خلیفہ و امام بنا دیا تھا اور ان کی خلافت و امامت کا فیصلہ کر دیا تھا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کا فیصلہ ہمارا ہی کا فیصلہ ہوتا ہے! جبکہ اس کا بولنا اُس کا بولنا۔ اس کی تدبیر اس کی تقدیر۔ اس کی حرکت اُس کی برکت۔ اس کے ہاتھ اُس کے ہاتھ۔ اس کی اطاعت اُس کی اطاعت اور اس کا فرمان اس کا قرآن ہے تو اس کا فیصلہ بھی خدا ہی کا فیصلہ ہے۔

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔

ان الذین یبایعونک تحت الشجرۃ انما یبایعون اللہ ۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔

جواب ۳ :۔ ان اللہ بعث لکم طالوت ملکا ۔
تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ۔
اس آیت پاک سے طالوت کی بادشاہت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ طالوت کو بادشاہ خدا نے بنایا تھا ۔

توکیا بادشاہ بھی منصوص من اللہ ہوتے ہیں ؟
نہیں ـــــ اور یقیناً نہیں ۔ تو پھر وہ خلافت و امامت بھی جو غیر نبوت ہو ۔ منصوص من اللہ نہیں ہوتی ۔

سوال ۳ :۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت کے خلاف ہے اور ان کی توہین ہے ۔ کہ وہ شیرِ خدا بھی ہوں ! مشکل کشا بھی ہوں ۔ مرتضیٰ بھی ہوں ۔ اور داماد مصطفےٰ بھی ہوں اور خلیفہ سب کے آخریں ہوں !

جواب :۔ تعجب ہے کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام سید المرسلین بھی ہوں ۔ رحمۃ اللعالمین بھی ہوں ۔ شفیع المذنبین بھی ہوں ۔ امام الانبیا بھی ہوں ۔ حبیب کبریا بھی ہوں ۔ اور محبوبِ خدا بھی ہوں ۔ اور نبی سب سے آخریں ہوں ۔
حقیقت یہ ہے ۔ کہ کملی والے کو بنایا سب سے پہلے تھا اور بھیجا سب سے آخریں تھا ۔ اور حضرت علیؓ کو بھی بنایا سب سے پہلے تھا اور

خلیفہ سب سے آخر تھے۔

نبیؐ پر نبوت ختم ہے اور علیؓ پر خلافتِ راشدہ ختم ہے!

سوال ۴۷: - یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس! اے رسول اکرم علیہ السّلام جو تیرے رب نے تجھ پر نازل فرمایا ہے۔ اسے پوری طرح دوسروں تک پہنچا دے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر نبیؐ کریم علیہ السّلام جب خمِ غدیر کے مقام پر پہنچے۔ تو حضرتِ جبرائیل علیہ السّلام حضرتِ علیؓ کی خلافت کا پیغام لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام خدا تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان فرما دو۔

یہ سُن کر رسولِ معظم علیہ السّلام نے فرمایا کہ اگر میں نے حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان فرمایا تو مجھے ڈر ہے کہ لوگ فتنہ و فساد اور قتل و غارت پر اُتر آئیں گے۔ تو جبرائیل علیہ السّلام نے نبیؐ کریم علیہ السّلام کے جواب میں یہ آیت پاک پڑھی۔ کہ خدا کا حکم ہے کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا جائے اُسے من وعن لوگوں تک پہنچا دو۔ یعنی حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان کر دو!

اس آیتِ پاک کے نازل ہونے پر سید المرسلین علیہ السّلام نے پھر ان الفاظ میں اعلان فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولا۔

اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ ۔ کہ جس کا مَیں مولا ہُوں اُس کا علیؓ مولا ہے ۔ اور اَے اللّٰہ تُو دوست رکھ اس کو جو علیؓ کو دوست رکھے اور دُشمنی رکھ اس سے جو علیؓ سے دُشمنی رکھے ۔

اس آیتِ پاک سے ثابت ہوتا ہے ۔ کہ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کی خلافت منصوص من اللّٰہ تھی جسے غصب کر لیا گیا !

جواب ۱ :- خُدا جانے شیعہ حضرات کو اس آیت پاک میں حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص من اللّٰہ کہاں سے نظر آ گئی ۔ جب کہ آیت میں نہ تو کہیں حضرت علیؓ کا ذکر ہے اور نہ ہی اُن کی خلافت کا ۔

اصل میں بات یہ ہے ۔ کہ شیعہ حضرات اپنے عقائد باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں ۔ لیکن کوئی چیز بھی ان کو ہاتھ نہیں آتی ۔ اُن کے عقائد و مذہب کی بُنیاد محض بے مقصد تاویلات اور بے معنی نظریات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ۔ کھسیانی بلّی کھمبا نوچے والی بات ہے !

اسی آیت پر غور کرو ۔ اور پھر دیکھو اور سمجھو کہ کہاں حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے اعلان کا حکم اور کہاں من کنت مولا فعلی مولاہ !

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام ڈر گئے تھے ۔ کہ اگر مَیں نے حضرت علیؓ کی خلافت کا اعلان فرمایا ۔ تو لوگ قتل و غارت

پر آمادہ ہو جائیں گے۔ نبئ اکرم علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ اُن کی شانِ پاک میں کتنی بڑی گستاخی ہے اور مقامِ رسالت کی کتنی بڑی توہین ہے اور کتنا صریح کفر ہے۔

اس لئے کہ وُہ محبُوبِ خدا علیہ السّلام جو کفّارِ مکّہ کی چمکتی ہُوئی تلواروں سے بھی خوفزدہ نہ ہُوئے۔ مشرکینِ عرب کی قوت وطاقت سے نہ گھبرائے۔ منافقین کی مکّارانہ چالوں سے پریشان نہ ہُوئے اور بدر و حنین کے اسلام و کُفر کے معرکوں میں بھی نہ ڈرے وہ حضرتِ علیؓ کی خلافت کا اعلان کرنے کے متعلق اپنے ان غلاموں سے ڈر گئے جن کا دین و ایمان ہی نبیؐ کی محبّت تھا۔

اور اگر بفرضِ محال شیعہ حضرات کا یہ کہنا مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دُوسرے کسی نبی پر جب بھی کبھی ایسا وقت آیا کہ بتقضائے بشریت اسے کسی قسم کی گھبراہٹ یا کوئی خوف وڈر پیدا ہوتا تھا۔ خدا وند کریم فوراً یہ کہہ کر اس کے خوف وڈر کو دُور کر دیتا تھا۔

لا تخف ـــــ لا تخافا ـــــ لا تحزن

لا تخف انی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ کہ نبی و رسول سوائے خُدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ لا تخف یا ابراھیم۔

نبی و رسول تو رہے ایک طرف وُہ تو مسلمانوں اور ایمان والوں کو بھی فرماتا ہے۔ لا تخافوا ولا تحزنوا۔

تعجب ہے کہ دُوسرے انبیا علیہم السّلام کو تو خدا تعالےٰ یہ فرما کر ان کے خوف و حزن اور گھبراہٹ وڈر کو دُور کر دے۔

کہ خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور گھبراؤ نہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ السلام اور اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی باری آئی تو بالکل ہی خاموش رہا۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو کسی قسم کی کوئی تسلی نہ دی اور کوئی مژدہ نہ سنایا اور خوف و ڈر دور کرنے کی خاطر ایک لفظ بھی نہ فرمایا۔

تو جواب یہ ہے کہ جب ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں تو تسلی واطمینان دلانے کی کیا ضرورت تھی۔

درحقیقت شیعہ حضرات کا یہ ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ وگرنہ اگر کوئی بات ہوتی اور نبی اکرم علیہ السلام کو واقعی خوف و ڈر لاحق ہوتا تو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو تسلی واطمینان دلانے کی خاطر خداوند تعالے ضرور کچھ ارشاد فرما دیتا۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ خدا تعالے حکم تو کرے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے اعلان کا اور نبی اعلان کر دے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا اور پھر اپنے آخری ایام میں تین دن تک صدیق اکبرؓ کو اپنے مصلے پر کھڑے کر کے اُن کی خلافت وامامت پر مہر بھی ثبت کر دے!

جیسا کہ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر قمی کے حوالہ سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ان ابا بکر یلی الخلافۃ من بعدی ثم عمر!

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید کی اس آیت پاک پر عمل کرتے ہوئے اور خداوند تعالے کے ارشادِ گرامی کی تعمیل کرتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت تک بھی حضرت علیؓ کی خلافت کا اگر کہیں اعلان فرمایا ہے، تو

ثابت کرو؟

اور اگر نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں تو پھر تحریفِ قرآن اور تفسیر بالرّائے کر کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کو کیوں پامال کرنے ہو۔

جواب ۲ :۔ شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ یہ آیت پاک خُم غدیر کے مقام پر نازل ہوئی تھی اس لیئے کہ حافظ عماد الدین ابنِ کثیرؒ نے ترمذی شریف اور دیگر کتبِ احادیث سے نقل کیا ہے۔ کہ غلامانِ مصطفےٰ علیہ السّلام ہر رات کو اپنے آقا و مولا کی حفاظت و پاسبانی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب یہ آیتِ پاک نازل ہوئی تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے بالا خانہ سے سرِ اقدس باہر نکال کر فرمایا کہ اب تم لوگ واپس چلے جاؤ اس لیئے کہ خداوند کریم نے میری حفاظت و پاسبانی کا وعدہ فرما لیا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس

جواب ۳ :۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ یہ آیتِ پاک حضرت علیؓ کی خلافت کے لیئے نازل ہوئی تھی۔ لیکن نبیٔ کریم علیہ السّلام نے قتل و غارت کے خوف سے اس کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ تو اس طرح رسولِ معظم علیہ السّلام کا اپنی رسالت کا حق پوری طرح ادا نہ کرنے کا الزام آتا ہے اور یہ کفر ہے۔

اس لیئے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک آیتِ پاک کا جب مطلب یہ ہے۔ کہ اے میرے رسول علیہ السّلام میں نے تجھ پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ پوری طرح لوگوں تک پہنچا دو یعنی حضرت

علیؓ کی خلافت کا اعلان فرما دو۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

شیعہ حضرات کے اس مفروضہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اکرم علیہ السلام کا رسالت کا حق ادا کرنا موقوف تھا حضرتِ علیؓ کی خلافت کے اعلان پر ۔۔۔۔ اور جب آپ نے وہ اعلان نہیں کیا۔ تو رسالت کے حق کو ادا نہیں کیا ۔۔۔۔ اور جو برحق ہونے کے باوجود بھی اپنی رسالت کا حق پوری طرح ادا نہ کرے وہ رسول کیسا؟

شیعہ حضرات کا یہ مفروضہ اور من گھڑت افسانہ کفر پر مبنی

جواب ۴ :۔ اگر شیعہ حضرات کے نزدیک خلافتِ حضرت علیؓ واقعی منصوص من اللہ تھی اور ان کے نزدیک یہ ایک اصولی مسئلہ ہے تو پھر ان کو ایسے اصولی اور بلند پایہ مسئلہ اور اسلام کفر اور حق و باطل کی پہچان کرانے والے اس اہم عقیدہ ثبوت میں لایعنی تاویلات اور بے جوڑ و بے ربط کہانیاں ان کی بجائے کسی نصِ قرآنی سے ثابت کرنا چاہیئے۔

جواب ۵ :۔ کہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کی نصِ خلافت کا اعلان اور کہاں مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کی منادی!

مولیٰ کا معنیٰ حاکم۔ امیر یا امام یا خلیفہ کرنا بالکل غلط اور قرآن پاک کی معنوی تحریف ہے۔

فان اللّٰہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین

والملائکۃ بعد ذالک ظہیرا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ اس کا والی و مددگار رہے اور جبرائیل علیہ السلام بھی اور نیک مومن اور فرشتے بھی مددگار رہیں۔

اب اگر مولا کا معنیٰ حاکم۔ امیر۔ امام یا خلیفہ کیا جائے۔ تو پھر اس آیت کا معنیٰ یہ ہوگا کہ پس اللہ تعالیٰ اس کا حاکم و امام اور امیر و خلیفہ ہے اور جبریل بھی اور نیک مومن بھی اور فرشتے بھی اس کے حاکم و خلیفہ ہیں۔

اور اگر یہ معنیٰ کریں۔ تو پھر جبریل اور صالح مومنین کو بھی نبیٔ کریم علیہ السلام کا سردار۔ حاکم۔ امیر اور خلیفہ و امام تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ یہ نقلاً و عقلاً محال ہے اور کھلی ہوئی ضلالت و گمراہی ہے!

اصل میں آیتِ پاک میں نبیٔ کریم علیہ السلام کو جن امور کو لوگوں کی طرف پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے وہ توحیدِ باری تعالیٰ۔ احکامِ خداوندی! قوانینِ شرعی۔ اور آدابِ رسالت کے ساتھ ساتھ حق و باطل کی پہچان —— حلال و حرام میں تمیز اور نیکی و بدی میں امتیاز کو واضح کرنا ہے۔ اور ایک رسول و نبی کا سب سے اہم فریضہ بھی یہی ہوتا ہے۔ اور تمام نبی اسی مقصد کی خاطر مبعوث ہوتے رہے ہیں۔

سوال ۵ :۔ بخاری شریف و مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے۔ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔

نبیٔ کریم علیہ السّلام نے حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ
سے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے۔ کہ تو مجھ سے
ہارون کے ہو موسیٰ علیہ السّلام۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہ
اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح ح
ہارون علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام
کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرتِ علیؓ المرتضیٰؓ بھی رسول
علیہ السّلام کے خلیفہ تھے۔

جواب ۱:۔ اس حدیث پاک میں حضرتِ علیؓ کی خلافت
کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر ہے تو صرف یہ کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام
نہیں اہلِ بیت کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا تھا اور اس کا سبب
ایک تو قرابت و رشتہ داری تھا اور دوسرا یہ کہ اہل بیت
کی حفاظت و نگہبانی کا اہم فریضہ حضرتِ علیؓ ہی ادا کر سکتے
تھے!

اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیثِ پاک کے اوّل میں
صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ جب نبیٔ کریم علیہ السّلام نے
حضرتِ علیؓ کو غزدۂ تبوک کے موقعہ پر پیچھے رہ جانے کا حکم فرمایا
تھا۔ تو حضرت علیؓ نے عرض کی تھی اتخلفنی فی النساء والصبیان
کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ مجھے عورتوں اور بچوں
کے لئے خلیفہ بناتے ہیں۔ اور بچوں اور عورتوں کے لئے مجھے چھوڑ
کر جا رہے ہو۔
جس کے جواب میں امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ جملہ

فرمائے تھے!

اور اگر شیعہ حضرات کی بات مان لی جائے تو پھر شیعہ حضرات ہی بتائیں کہ حضرتِ ہارون علیہ السلام کی خلافت تو عارضی تھی کیا حضرتِ علیؓ کی خلافت بھی عارضی تھی ـــــ نہیں ـــــ تو پھر یہ حدیث پاک تمہارے عقیدہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

اور پھر حضرتِ ہارون علیہ السلام تو حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے پھر اگر خلافتِ حضرتِ علیؓ کو خلافتِ حضرتِ ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی جائے تو کسی صورت بھی درست نہیں ہے اور نہ ہی یہ استنباط ٹھیک ہے۔

جواب ۲ :- اگر حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل تھی تو پھر انہوں نے حیدرِ کرار اور شیرِ خدا ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کیوں کی؟

اور اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ظالمانہ، غاصبانہ اور نعوذ باللہ جابرانہ تھی۔ تو پھر شیرِ خدا نے چوبیس سال تک اس کے خلاف کیوں نہ جہاد کیا۔

کیا ان کی ایمانی قوت اور ان کا جذبۂ ایمانی نعوذ باللہ حضرتِ امام حسینؓ سے بھی کم تھا۔ کہ جو ایک فاسق و فاجر اور ظالم و جابر یزید کے مقابلہ میں بے سرو سامانی کی حالت میں میدانِ کربلا میں آ گئے! قرآنِ پاک میں ہے:-

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار

کہ نہ جھکو ظالموں کی طرف ورنہ تمہیں آگ جھپٹ لے گی۔

کیا حضرتِ علیؓ شیرِ خدا ہونے کے باوجود بھی ظالموں کے آگے جھکے رہے۔ نعوذ باللہ!

مَیں شیعہ حضرات سے دکھ بھرے دل کے ساتھ اپیل کرتا ہوں۔ کہ چلو اگر تمہارے دل بغض صحابہ میں تاریک ہو چکے ہیں تو ہوں اور اگر تمہیں صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ تو نہ سہی۔ لیکن خدا کے لئے حضرتِ علیؓ کی شان و عظمت کو تو برقرار رہنے دو۔ کیا حُبِّ علیؓ اس کا نام ہے کہ اس شیرِ خدا کو بزدل اور اس حیدرِ کرار کو بے بس بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے!

جواب ع۳:۔ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل حق اور منصوص من اللہ ہوتی تو وہ لوگوں کے بیعت کے مطالبہ پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔

نہج البلاغۃ جلد اصفحہ ۲۱۹:۔ اَنَا لَکُمْ وَزِیْرًا خَیْرٌ لَکُمْ مِنِّیْ اَمِیْرًا۔ کہ میرا وزیر رہنا تمہارے لئے امیر رہنے سے بہتر ہے۔

جواب ع۴:۔ اگر آپ منصوص من اللہ ہوتے تو کبھی یہ بیان نہ دیتے:

نہج البلاغۃ جلد اصفحہ ۵۱۹۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَّلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ۔ کہ خدا کی قسم نہ تو مجھے خلافت کی ضرورت ہے۔ اور نہ ولایت کی تمنا۔

کیا حضرتِ علیؓ کو خدا کا فیصلہ منظور نہیں تھا؟

جواب ع۵:۔ اگر شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص ہوتی تو حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی

شہادت کے بعد لوگوں کے مطالبۂ بیعت پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔
نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۲۱۹۔ دعونی والتمسوا غیری۔
کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو تلاش کر لو۔

جواب ۶:۔ اگر حضرتِ علیؓ کی خلافت منصوص من اللہ ہوتی۔ تو حضرتِ عباسؓ اور حضرتِ ابوسفیان رضی اللہ تعالٰے عنہما نے جب آپ سے بیعت کے لئے اصرار کیا تھا تو آپ یہ نہ فرماتے۔
نہج البلاغۃ جلد ا صفحہ ۴۶۔ ھٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَّلُقْمَۃٌ یَغَصُّ بِھَا اٰکِلُھَا۔ کہ یہ خلافت ایک کڑوا پانی ہے اور ایک ایسا لقمہ ہے کہ کھانے والے کا گلا پکڑ لیتا ہے۔ اور میوہ سے پکنے سے پہلے جو اسے توڑتا ہے اس کی مثال ایسے ہے:۔ کَالزَّارِعِ بِغَیْرِ اَرْضِہٖ۔ جیسے کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی کر رہا ہو۔

یہ ہے خلافتِ اسلامیہ کا وہ تاج محل جسے خدا تعالٰے کی مرضی کے پیشِ نظر اور رسولِ اکرم علیہ السلام کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق معمورۂ ہستی کے چار مقدس انسانوں نے توحید و اسلام کے ساز و سامان سے حق و صداقت کی بنیادوں پر علم و حیا کی چھت ڈال کر سخاوت و شجاعت کا ایک مضبوط دروازہ کھڑا کرکے تیس سالوں میں مکمل کیا۔ اور پھر اس کی خوبصورت محرابوں پر تقویٰ و طہارت کے سچے موتیوں کی جھالریں لٹکا کر اور اس کے ستونوں میں رشد و ہدایت کے رنگ بھر کر دین و ایمان کے نقش و نگار سے مزین کر دیا۔

جس کا نظارہ کرنے کی غرض سے نگاہِ فطرت حریمِ ناز کے جھروکوں سے اُکھٹتی رہتی ہے۔ اور جسے دیکھنے کیلئے آسمان کے فرشتوں کی ایک نُورانی جماعت ہر روز مدینہ منوّرہ کی مقدّس گلیوں میں جنّت سے لائے ہُوئے درُود و سلام کے پھُولوں کی چادر لیئے گھُومتی رہتی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ حضرات کی اندھی آنکھیں خلافتِ اسلامیہ کے اس حسین و خوبصورت تاج و محل کو نہیں دیکھ سکتیں! اسی لئے ان لوگوں کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آسکی۔ کہ اس کا اصلی و حقیقی مالک کون ہے! اور اس کو کس کی مرضی کے مطابق کن لوگوں نے بنایا تھا۔ اور اس میں جڑے ہُوئے موتی اصلی تھے یا نقلی۔ اس کی دیواروں میں بھرے ہُوئے رنگ کچّے تھے یا پکّے اور اس کو مکمّل کرنے والے مسلمان تھے یا کوئی اور!

اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے بُغض و عناد کے پردے اُٹھا کر خلافتِ اسلامیہ کے اس خوبصُورت تاج محل کو دیکھتے تو ان کو اِس پر لگی ہوئی ہر چیز ٹھیک و دُرست نظر آتی! نہ ان کو اس کی بنیادیں کمزور نظر آتیں اور نہ ہی اس کی دیواروں پر کوئی دراڑ دکھائی دیتی! نہ ہی اس کی چھت میں کوئی شگاف دکھائی دیتا۔ اور نہ ہی اس کے دروازہ میں کوئی نقص نظر آتا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تاریخِ اسلام میں جس مقدس ہستی کا نام بار بار زبان پر آتا ہے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر کسی ایسے زہد و تقویٰ کا بیان ہو کہ جو دنیا کی تمام نعمتیں میسر ہو جانے کے بعد بھی کسی انسان میں پوری طرح قائم رہے تو انہیں کا نام لیا جاتا ہے!

اگر کسی ایسے عدل و انصاف کا تذکرہ ہو کہ جو امیر و فقیر شاہ و گدا اور چھوٹے اور بڑے کے ساتھ یکساں طور پر کیا گیا ہو اور جس میں طمع و لالچ۔ حرص و ہوا اور غرض و نفس پرستی کا شائبہ تک نہ ہو۔ تو ان کا عدل و انصاف یاد آتا ہے۔

اور اگر کسی کے ایسے جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کا ذکر ہو کہ جو فقر و درویشی کی قبا اور اخلاق و شرافت کی چادر سے نمایاں ہوتا ہو تو انہیں کے جاہ و جلال کی حسین تصویر سامنے آتی ہے۔

اگر کسی ایسے سیاستدان کو یاد کیا جائے۔ کہ جس نے مختلف قبائل، مختلف گروہوں اور مختلف الخیال انسانوں کو اپنی سیاسی بصیرت سے اکٹھا کر کے ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا ہو تو یقیناً

حضرت عمرؓ کی سیاسی بصیرت کا خوب صورت نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

اور اگر کسی ایسے بہادر جرنیل کے مجاہدانہ کارنامے اور اس کی فتوحات کا تذکرہ ہو کہ جس نے دس برس کی قلیل مدت میں ہزاروں قلعے فتح کئے ہوں تو بھی حضرت عمرؓ کی فتوحات کی سچی اور رنگین داستانیں یاد آتی ہیں!

ہیبت و جلال کا یہ عالم کہ ہاتھ میں دُرّہ لے کر کبھی مدینہ منورہ کی گلیوں کا چکر لگاتے تو در و دیوار لرز اُٹھتے اور مساواتِ اسلامیہ اور عجز و سادگی کا یہ حال کہ ایک فاتح کی حیثیت سے جب بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں۔ تو گھوڑے پر غلام سوار ہے اور آپ پیدل ہیں!

رُعب و دبدبہ کی یہ دُنیا کہ کبھی نگاہِ غضب سے کسی طرف دیکھتے تو اس کا پتہ پانی ہو جاتا اور فقر و درویشی کی یہ حالت کہ قادسیہ کی فتح کی خوشخبری لانے والا قاصد سعد بن عمیلہ فزاریؓ جب مدینہ سے باہر دو میل کے فاصلہ پر ملتا ہے۔ تو جنگ قادسیہ اور اس کی فتح کی تفصیلات سُنتے سُنتے عمیلہ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے ہیں اور وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنے والا کون ہے۔ جب یہ دونوں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یا امیرالمومنین کہہ کر سلام کرنا شروع کیا تو عمیلہؓ نے عرض کی آقا مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں امیرالمومنین عمرؓ ہوں۔ فرمایا۔

میرے بھائی کوئی بات نہیں۔ میں فتحِ اسلام کی خوشخبری سُن کر اتنا محوِ مسرت ہوگیا تھا کہ تمہیں بتانے کی ہوش ہی نہ رہی کہ میں کون ہوں۔

عدل وانصاف کا یہ عالم کہ نبیذ پینے کے جرم میں اپنے بیٹے کو بھی معاف نہیں کرتے اور عفو وکرم کا یہ حال کہ منبر پر ٹوکتے والے ایک بدوی کو اس کی حق گوئی کی بنا پر درگزر کر دیتے ہیں۔

غریب نوازی۔ بندہ پروری۔ رحم وشفقت اور رعیت کی خبرگیری کا یہ جذبہ کہ ساری ساری رات مدینۂ منورہ کی گلیوں کا چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں۔ کوئی مصیبت میں مبتلا تو نہیں اور کوئی یتیم بچہ اور کوئی بیوہ عورت غربت واحتیاس کے دُکھ میں روتے تو نہیں۔

اور نظامِ حکومت کی ایسی تدابیر کہ ایک دن زکوٰۃ کی تھیلی ہاتھوں میں لئے مدینہ کے بازاروں میں آوازیں دیتے ہیں کہ ہے کوئی زکوٰۃ لینے والا مفلس و تنگدست۔ لیکن کوئی بھی دستِ سوال دراز نہیں ہوتا۔

غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو۔ خطۂ ہستی کا کوئی گوشہ اور تاریخِ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس میں اس پیکرِ دین وایمان۔ مجسمۂ عدل وانصاف اور مرکزِ مہر و وفا کا نام روزِ روشن کی طرح نہ چمکتا ہو!

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ زندگی کی تمام نعمتوں سے

سرفراز اور دنیاوی آسائشوں سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی وُہ فقر و استغنا اور زُہد و تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر اور عدل و انصاف کے درخشندہ آفتاب تھے!

اور خوفِ الٰہی رکھنے کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی خلافت و امامت کا قیامت کے دن ان سے حساب لیا جائے گا اور رعیّت و قوم کے دُکھ و درد۔ رنج و غم۔ غربت و افلاس اور مصائب و آلام کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اس لئے ان کے دل میں عدل و انصاف کا جذبہ۔ دستگیری کا ولولہ۔ بندہ پروری کا شوق اور ہمدردی و خیر خواہی کا طوفان ہر وقت موجزن رہتا تھا! خلافت سے پہلے عہدِ رسالت سے لے کر عہدِ صدیقی تک وہ مغرور و سرکش انسانوں کے لئے جیتی قہر و غضب کی برہنہ شمشیر تھے۔ خلافت کے بعد مسکینوں۔ کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کے لئے اتنے رحم و شفقت کا پیکر۔ لطف و کرم کا مجسمہ اور عفو و احسان کا مرکز بن گئے!

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یہی محاسن و کمالات تھے کہ جن کی بدولت ان کے عہدِ خلافت میں اس خطۂ ارضی پر ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی اور پھر اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ خلیفۂ اوّل حضرتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ پاک کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت عنانِ خلافت سنبھالی جس وقت کہ اسلامی فوجیں ایک طرف عراق و شام کی سرحد پر لڑ رہی تھی اور دوسری

طرف ایران و رُوم کی طاقتوں سے نبرد آزما تھیں۔

اور پھر اسلام کے اس نامور و بہادر جرنیل کی وفات اس وقت ہوتی ہے۔ جس وقت کہ عراق و شام۔ ایران و رُوم! مصر و یمن اور دمشق و مدائن پر اسلامی پرچم لہرا چکا تھا اور کفر و باطل کے ہزاروں قلعے حق و اسلام کی ٹھوکر سے مسمار ہو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج مسلمان مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندے جا چکے تھے اور کفر و شرک کا سینہ توحید اسلام کے پرستاروں کے نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ ضلالت و گمراہی کی ظلمتیں فسق و فجور کی تاریکیوں اور ظلم و ستم کی راتوں میں حق و صداقت کے چراغ جل چکے تھے۔ نیکی و ہدایت کے فانوس روشن ہو چکے تھے اور عدل و انصاف کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ اور رُوم و شام کے قیصر و کسریٰ! نہاوند کے فیروزان اور ایران کے یزدگرد و رستم کی تمام قوت مٹھی بھر لشکر اسلام کے غازیوں کے مقابلہ میں خاک میں مل چکی تھی۔ اور اصفہان۔ ہمدان۔ رے۔ طبرستان۔ آذربائیجان۔ آرمینیہ۔ فارس۔ کرمان۔ سیستان۔ حمص اور بیت المقدس کے در و دیوار مجاہدین اسلام کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ اور پھر تعجب تو یہ ہے کہ کفر و باطل کے اکھاڑے کے ان پہلوانوں نے ان عربی چرواہوں سے شکست کھائی۔ جو تھوڑا عرصہ پہلے منفرق قبیلوں کی صورت میں بٹے ہوئے تھے اور جو باہمی عداوت و نفرت کی بنا پر ایک دوسرے سے نبرد آزما رہتے تھے اور

ذرہ سی ناراضگی کے باعث کئی کئی سال تک ان کی جنگ ختم نہ ہوتی تھی۔

اور پھر حیرانی تو اس بات کی ہے کہ ایک طرف تو عراق و ایران کے نامور شہسوار روم و شام کے بہادر جنگجو۔ مصر و یمن کے مشہور سپہ سالار نہاوند و مدائن کے مغرور سورمے اور یزدگرد۔۔ فیروزان۔ جالینوس۔ ہرقل۔ ہرمزان اور رستم جیسے نامور پہلوان تھے۔ جن کے پاس فوجوں کی کثرت۔ جنگی ساز و سامان کی فراوانی۔ تلواروں! نیزوں۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی بہتات بھی تھی۔ لیکن ادھر لشکر اسلام کیا تھا؟

دلق پوشوں کی ایک مٹھی بھر جماعت۔ صبر کوشوں کا ایک چھوٹا سا گروہ! دین کے پرستاروں کا ایک معمولی سا ٹولہ اور محمد علیہ السلام کے غلاموں کا ایک مختصر سا قبیلہ۔ جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں۔ جن کے جسموں پر لمبی لمبی کھدر کی قبائیں تھیں اور سروں پر ریشمی عمامے۔ جن کے پاس کھانے کے لئے جو کے ستو تھے۔ اور لڑنے کے لئے بے نیام شمشیریں اور شکستہ سے نیزے۔ وہ کون تھے؟

حضرت سعد ابن ابی وقاص رض۔ حضرت عبیدہ بن جراح رض۔ حضرت عمرو بن العاص رض۔ حضرت عاصم بن عمرو رض۔ حضرت مثنیٰ رض۔ حضرت شرحبیل رض۔ حضرت قعقاع رض اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تھے اسلام کے وہ بہادر و جانباز سپہ سالار

اور دین کے سرفروش و سربکف مجاہد اور حق و ایمان کے جیالے و متوالے غازی جو خاکِ مدینہ سے طوفان بن کر اُٹھے اور پھر عراق و ایران اور روم و شام تک چھا گئے۔

اور ان مجاہدین اسلام کی کمان اسی خلیفۂ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ کے ہاتھ میں تھی جو کبھی مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتے تھے اور کبھی منبرِ رسول پر چڑھ کر میدانِ نہاوند میں لڑنے والے ساریہ کو آواز دیا کرتے تھے۔ یا ساریۃ الجبل۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچ جاؤ۔

اور یہ وہی خلیفۂ دوم ہیں جن کو شیعہ حضرات اپنے دین و ایمان کی کمزوری کی بناء پر نعوذ باللہ مسلمان ہی نہیں سمجھتے!

ان حقائق کے پیشِ نظر اگر کوئی شخص سکندرِ اعظم چنگیز خان اور نپولین کی فتوحات کی بنا پر ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے۔ تو پھر اسلام کے اس خلیفۂ دوم حضرتِ عمرؓ کی فتوحات کو نظرانداز کر کے ان کی شان و عظمت کا اقرار نہ کرنا ایک بہت بڑی بدبانتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نہ صرف یہ کیا کہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰے عنہ کی بچھائی ہوئی اسلامی فتوحات کی بساط کو روم و شام اور عراق و ایران تک پھیلا کر کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کے چراغ جلائے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں حق و ہدایت کا نور پھیلایا بلکہ باقاعدہ طور پر خطۂ ارضی پر ایک

اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ کر ایک ایسا نظامِ حکومت دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کی خوبیوں کا غیر بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں!

ایک ایسا صاف ستھرا معاشرہ قائم کیا۔ جس کی بدولت مسلمانوں کے دُکھ سکھ میں اور مصائب راحتوں میں بدل گئے۔

ایک پاکیزہ ماحول کو جنم دیا۔ جس کی طفیل ہر ایک کو امن و سکون کی دولت نصیب ہو گئی۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نظامِ سلطنت۔ ان کی طرزِ حکومت۔ ان کے معاشی نظام۔ ان کے عدل و انصاف۔ ان کے اخلاق و کردار۔ ان کی اسلام دوستی۔ توحید پرستی۔ محبتِ رسول اور ان کی فتوحات کو دیکھتے ہوئے ایک انگریز مورخ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اگر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ دس سال اور زندہ رہتے تو دُنیا میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نظر نہ آتا۔

حضرتِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حریمِ اسلام میں

آفتابِ رسالت طلوع ہو چکا تھا جس کی نورانی کرنوں سے کفر و شرک کے ایوانوں میں آہستہ آہستہ توحید و اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی! سرچشمۂ نبوت پھوٹ چکا تھا جس کے آبِ رواں سے ضلالت و گمراہی سے اُجڑی ہوئی کھیتیاں ہولی ہولی سیراب ہو کر حق و ہدایت کے سبزہ میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

ماہتاب ہدایت نمودار ہو چکا تھا۔ جس نے حق و صداقت کے حسین چہرہ پر فسق و فجور کے چھائے ہوئے سیاہ بادلوں کا نقاب اُٹھا کر نیکی و شرافت کا نور بکھیر دیا تھا۔

چمنستانِ رسالت مہک اُٹھا تھا جس کی کیف و مستی میں ڈوبی ہوئی خوشبو نے ساکنانِ مکہ مکرمہ کے دل و دماغ کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا۔

قرآنِ پاک نازل ہو چکا تھا۔ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے ادیبوں کی قلمیں ٹوٹ رہی تھیں اور مشہور شاعروں کی زبانیں گنگ ہو رہی تھیں۔

اور دعوتِ رسالت کو قبول کرتے ہوئے حضرتِ ابوبکر صدیق! حضرتِ ابوطلحہ بن عبید اللہ! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف! حضرتِ سعد بن ابی وقاص! حضرتِ عثمان بن عفان! حضرت ابوعبیدہ بن الجراح۔ حضرت زبیر بن عوام اور حضرتِ حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔

جوں جوں دعوتِ حق کا دامن پھیلتا گیا توں توں مشرکینِ مکہ کی اس کے خلاف آتشِ غضب تیز ہوتی گئی اور عرب کے ان ظالم بُت پرستوں نے بیکس و بے بس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دئیے۔ تاکہ یہ بے دست و پا ہو کر پھر بُت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہو جائیں۔

حضرتِ عمرؓ مسلمانوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچانے اور طرح طرح کی اذیتیں دینے والے مخالفینِ اسلام کے ساتھ برابر کے شریک تھے

اور قدم قدم پر فرزندانِ توحید کے راستوں میں کانٹے بچھاتے اور جس مسلمان پر بھی ان کا بس چلتا اسے مارنے سے دریغ نہ کرتے! سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار پرستاروں کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپا کر جب کبھی موقعہ ملتا نوفل ہوا اللہ کی صدائے حق بلند کر کے اس سکوت کو توڑ دیتے جو بُت پرستی کے باعث مکّہ مکرّمہ کی فضا میں ایک منحوس دیو کی طرح مسلّط ہو چکا تھا۔

رسولِ اکرم علیہ السّلام کفّارِ مکّہ اور مشرکینِ عرب کی پے در پے چیرہ دستیوں اور ان کے ظلم وستم کو دیکھ کر یہ محسوس کرتے کہ اسلام کی گاڑی کو آگے چلانے کے لئے فولادی بہیّوں کی ضرورت ہے اور ان مخالفین توحید کے مقابلہ کے لئے کسی طاقتور اور جرّی انسان کا ہونا لازمی ہے۔

چنانچہ اس اشد ضرورت کو پوری طرح محسوس کرنے کے بعد آخر ایک دن محبوبِ خدا علیہ السّلام کے دستِ مبارک دعا کے لئے اٹھ ہی گئے اور کملی والے آقائے دو عالم علیہ السّلام کی نگاہِ انتخاب ان دو میں سے ایک پر پڑی جو اس وقت کے نامور بہادروں میں مشہور تھے۔ ایک ابی جہل بن ہشام اور دوسرے عمر بن الخطاب!

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السّلام نے ان دونوں میں ایک کے مسلمان ہو جانے کے لئے یہ دعا فرمائی:-

اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب۔ کہ اے اللہ اپنے دین و اسلام کو ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب سے عزت بخش۔

بے دست و پا مسلمانوں پر ہر قسم کی سختیاں روا رکھنے اور ان توحید پرستوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے کے بعد یکایک حضرت عمرؓ کے مزاج نے پلٹا کھایا اور وہ سوچنے لگے کہ آخر یہ کیسا پیارا دین ہے اور یہ کیسا رسول ہے اور یہ کیسے عزم و استقلال کے مالک انسان ہیں کہ ہمارے ظلم و ستم کے باوجود بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں اور ہماری پتھروں کی بارش میں بھی محمد رسول اللہ کا نعرہ لگاتے ہیں اور تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر بھی اپنے نئے دین سے منہ نہیں پھیرتے!

آخر ان بیچاروں کا کیا قصور ہے کہ جس کی سزا میں ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے اور ان کو اذیتیں دی جائیں سارا قصور تو محمد علیہ السلام کا ہے جس نے قریش کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے انتشار پھیلا دیا ہے اور ہمارے خداؤں کی عبادت کو شرک کہہ کر ہاشمی سرداروں کی توہین کی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کو کفر بنا کر لوگوں کو اپنے جاری کردہ نئے دین کی طرف بلاتا ہے تو کیوں نہ اس کا ہی قصہ پاک کر کے اپنے خداؤں کی عزت آبرو بچالی جائے اور قریشی سرداروں کے ننگ و ناموس کو قائم رکھا جائے اور ہمیشہ کے لئے اس نئے دین کا خاتمہ کر دیا جائے۔

وہ پھر سوچتے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ محمّد علیہ السّلام کو قتل کر کے یہ سب کچھ کیا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو قتل کرنا بھی تو آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ میری بھی برادری کے چند آدمی اس کے دامن میں آچکے ہیں۔ اور پھر حمزہ جیسے شہ زور۔ عبیدہ بن جراح جیسے بہادر، عبدالرحمٰن بن عوف جیسے جنگجو۔ سعد بن ابی وقاص جیسے جری اور ابو بکر جیسے جانثار بھی اس کے پہریدار ہیں! پھر یہ بھی سُنا ہے کہ اس کی آواز میں لطافت۔ اس کی گفتگو میں مٹھاس اور اس کی کلام میں شیرینی ہے اور جب کبھی وہ اپنے اُوپر نازل ہونے والی کلام پڑھتا ہے تو سننے والے کیف و مستی کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور کیا ایک ایسے شخص کو محض اس لئے قتل کر دینا جائز ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟

رسولِ معظّم کے بارے میں حضرتِ عمرؓ کا اس طرح سوچنا۔ دینِ اسلام کے متعلق یوں غور کرنا اور مسلمانوں کے یقین پر پیچ و تاب کھاتا کیا کوئی اتفاقی امر تھا؟

نہیں —— بلکہ دُعائے مصطفٰے علیہ السّلام قبول ہو چکی تھی رضائے محمّد علیہ السّلام کام کر چکی تھی اور قدرت اسلام کی عزّت و توقیر بڑھانے دینِ حق کو قوت بخشنے اور توحید و رسالت کے اعلان کو دُور دُور تک پہنچانے کے لئے رسولِ اکرم علیہ السّلام کی مرضی کے پیشِ نظر حضرتِ عمرؓ کو منتخب کر چکی تھی۔

رات اسی کش مکش میں گزر گئی۔ صبح ہُوئی تو حضرتِ عمرؓ نے

مکّہ کے بارونق بازاروں میں یہ آواز سُن کر قریشی سرداروں کی طرف سے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اپنی اور اپنے خداؤں کی آبرو بچانے کی خاطر جو شخص محمّد علیہ السّلام کو قتل کرے گا اسے سونے اور چاندی کے خزانوں سے مالامال کر دیا جائے گا۔

بس پھر کیا تھا حضرتِ عمرؓ کی آتشِ غضب بھڑک اُٹھی اور ہاتھ میں فولادی شمشیر لے کر پُورے قہر و غضب میں محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے کے مصمّم ارادہ سے چل پڑے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ میری اس فولادی تلوار پر دُعائے مصطفےٰ علیہ السّلام کا مقناطیسی اثر ہو چکا ہے۔ اور مَیں جس شمشیر سے محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے جا رہا ہُوں اس کے پاس جا کر یہ موم کی ایک بتّی کی طرح نورِ نبوّت سے پگھل جائے گی۔ اور اس کا سر لینے کی بجائے مجھے اپنا سر دینا پڑے گا۔

حضرتِ عُمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان لانے کی مختلف روائتیں ہیں لیکن سب سے معتبر روایت یہ ہے کہ ایک دن وہ بانیٔ اسلام علیہ السّلام کو قتل کرنے کے مصمّم ارادہ سے شمشیر بدست نکلے ابھی راہ میں ہی تھے۔ حضرتِ نعیمؓ بن عبداللہ مل گئے۔

پُوچھا اَے عُمرؔ آج غضبناک حالت میں ننگی تلوار لے کر کہاں جا رہے ہو؟

کہا! محمّدؐ کو قتل کر کے اسلام کا نام و نشان مٹانے اور نئے دین کی شمع بُجھانے جا رہا ہُوں!

فرمایا۔ عُمرؔ! تمہارا یہ خیال غلط اور ارادہ نامناسب ہے!

اور تم کبھی بھی اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟
پوچھا کیوں؟
جواب ملا - وہ نورِ خدا ہے - جو تمہاری پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا -
کہا ____ نہیں ____ آج ایسا ہی ہو گا !
میری تلوار پہاڑوں کے ٹکڑے کر سکتی ہے تو کیا محمدؐ کا سر نہیں اڑا سکتی ؟ ____
فرمایا نہیں !
پوچھا ____ کیوں ؟
جواب ملا ____ اس لئے سر پر خدا کا سایہ ہے !
کہا ____ کیا کعبہ میں رکھے ہوئے ہمارے خداؤں کے علاوہ کوئی اور بھی خدا ہے ؟
فرمایا ____ ہاں ____ ہے ____ اپنے چچا زاد بھائی سعیدؓ بن زید اور اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب سے جا کر پوچھو ____ وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں !
بس پھر کیا تھا - یہ سُن کر کہ میری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام لا چکے ہیں - عمرؓ کی آنکھیں غصہ سے اور بھی سرخ ہو گئیں !
حضرت خبابؓ فاطمہؓ کو قرآن پڑھا رہے تھے کہ دروازہ کھٹکا - فاطمہؓ نے پوچھا کون ہے ؟
گرجتے ہوئے کہا - مَیں تمہارا بھائی عمر ہوں دروازہ کھولو -

خبابؓ حضرتِ عمرؓ کی کڑکتی ہوئی آواز سُن کر ایک کونے میں چھپ گئے۔ فاطمہؓ نے قرآنِ پاک کے اجزا کو دامن میں چھپا کر اور یہ خیال کر کے دروازہ کھول دیا۔ کہ آج محبّت آزمائی جائے گی!

حضرتِ عُمرؓ اندر آئے۔ غضبناک لہجے میں پُوچھا۔

کیا کر رہے تھے؟

بہن نے بڑے حوصلہ سے جواب دیا۔ قُرآن پاک پڑھ رہی تھی!

اچھا تو تم بھی مسلمان ہو چکے ہو؟

کہا —— ہاں ——

غصّہ سے کہا —— محمدؐ کا کلمہ چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

بہن نے پھر بڑی جُرأت سے کہا۔

ہم اس کلمہ پر قُربان ہونے کو تیار ہیں۔

حضرتِ عمرؓ سعیدؓ کی طرف لپکے —— بہن نے دامن کھینچ لیا؟

بھائی نے بہن کو پھر اتنا پیٹا۔ کہ بدن سے خُون کے فوارے بہہ نکلے اور بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔

ہوش آیا تو بھائی نے پھر پُوچھا۔

کہو —— کیا ارادہ ہے —— محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

دامن چھوڑ و گی کہ نہیں؟

جواب ملا نہیں۔ ہم ساری دُنیا کو چھوڑ سکتے ہیں۔ بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ السلام کے دامن کو نہیں چھوڑ سکتی۔

جواب ملا نہیں ـــــ ہم ساری دُنیا کو چھوڑ سکتے ہیں بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے۔ لیکن محمد علیہ السلام کے دامن کو نہیں چھوڑ سکتی ہے اور ہمیں جو دین و ایمان کی دولت حق و ہدایت کے خزانے اور قرآن و اسلام کی روشنی مل گئی ہے۔ ہم اس سے اب محروم نہیں ہو سکتے اور حقیقت و معرفت کی جو بلندی ہمیں میسر آچکی اس سے اب گر نہیں سکتے۔

اے عمرؓ! اگر تو ہمیں شکنجوں میں کسے۔ بوٹیاں کتنیوں سے نچوا لے! پھانسی کے تختے پر لٹکا دے۔ اور بھی جو چاہو ظلم و ستم کرلے۔ مگر ہمارے دلوں سے اب نہ تو محبتِ مصطفےٰ علیہ السلام ہی نکل سکتی ہے اور نہ ہی دین و ایمان کا نور پھیکا پڑ سکتا ہے

حضرت عمرؓ یہ تو پہلے ہی جانتے تھے کہ اسلام قدرت کا پھیلا ہوا ایک ایسا مضبوط جال ہے کہ اس میں جو بھی ایک بار پھنس جاتا ہے۔ وہ نکلتا نہیں اور حق و ایمان محمد علیہ السلام کی عطا کی ہوئی ایک ایسی دولت ہے کہ جس کے مقابلے میں یہ لوگ دُنیا کی تمام نعمتوں کو پلے نہیں باندھتے۔ یہی ایمان افروز نظارہ اپنے بہنوئی اور بہن میں دیکھا تو بول اُٹھے۔

بہن ـــــ وہ قرآن جو تم پڑھ رہی تھی مجھے بھی سناؤ۔

پھر فاطمہؓ نے بڑے ہی درد و سوز سے سورۂ طٰہٰ کی چند آیتیں تلاوت کیں۔

بہن نے قرآن پڑھا۔ عمرؓ کی تقدیر بدل گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گردن جھکا دی۔ اور فرمایا۔ کتنا پیارا کلام ہے!

خبابؓ یہ سن کر کونے سے نکل آئے۔ اور کہا۔ عمر! معلوم ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک نے تمہارے دل کی سیاہی دھو ڈالی ہے۔ اور قدرت نے تمہیں حق و اسلام کی گاڑی چلانے کے لئے چن لیا ہے اور ہمارے پیارے نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمرؓ نے دھیمی آواز میں فرمایا۔ ہاں۔ ایسا ہی ہے!

خبابؓ! میری راہنمائی کرو اور مجھے دربارِ رسالت میں لے چلو۔

رسولِ اکرم علیہ السلام حضرتِ ارقمؓ کے گھر قیام پذیر تھے اور حضرت حمزہؓ پہرہ دے رہے تھے۔

خبابؓ نے عمرؓ کا دامن پکڑا اور کھینچتے ہوئے سوئے بابِ رحمت لے چلے۔

ننگی تلوار ہاتھ میں تھی اور آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ مکہ کے کافر حیران تھے اور آسمان کے فرشتے خوش۔ قریشی سردار رو رہے تھے اور قدرت مسکرا رہی تھی۔

مسلمانوں نے عمرؓ کو شمشیر بدست آتے دیکھا۔ تو پکار اٹھے۔ خبردار! ہوشیار ہو جاؤ۔ عرب کا ایک بہادر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے آرہا ہے۔

حضرتِ حمزہؓ نے فرمایا۔ آتا ہے تو آنے دو۔ اگر عمرؓ نیک نیتی سے آیا ہے تو ہم اس کا استقبال محبت سے کریں گے۔ اور اگر بُرے ارادہ سے آیا ہے۔ تو پھر اسی کی تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی جائے گی!

محبوبِ خُدا علیہ السّلام نے سُنا۔ تو فرمایا۔ دروازہ کھول دو۔ عمرؓ کو میں نے خود بلایا ہے۔ اور اس کو رات میں نے خُدا سے مانگا تھا۔

دُعا قبول ہو گئی ہے اور خدا نے عمرؓ مجھے دے دیا ہے۔

حضرت عُمرؓ اندر آگئے۔ مسلمانوں نے گردنیں جُھکا دیں۔ حمزہؓ نے تلوار میان میں کر لی۔ اور مصطفٰے علیہ السّلام نے دامنِ رحمت پھیلا دیا۔

امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کھڑے ہو گئے اور حضرتِ عُمرؓ کی چادر کا کنارا پکڑا اور جھٹکا دے کر فرمایا۔ عُمرؓ! کس ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی۔ آپ پر اور آپ کے خدا پر ایمان لانے کے لئے!

اور پھر اس طرح مکّہ مکرّمہ کا ایک بہادر جوان کلمہ طیّبہ پڑھ کر حریمِ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ایوانِ کفر میں زلزلہ آگیا۔ باطل کی دیواریں ہل گئیں آسمانوں

کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں نے جھوم کر مبارکباد دی۔ مشرکین مکہ کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسلام کی قوت بڑھ گئی۔ دین کے چمنستان میں بہار آ گئی۔ حق کا بول بالا ہوا۔ فطرت مسکرائی اور آسمانِ دین و ایمان پر ایک اور نجمِ سحر نمودار ہو گیا۔

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۱۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

لما اسلم عمر نزل جبرئیل فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد استبشر اھل السماء باسلام عمر۔ کہ جب حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسلام لائے۔ تو حضرتِ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام عمرؓ کے اسلام لانے پر آسمان والوں کی طرف سے مبارکباد ہو۔

اس حدیثِ پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حریمِ اسلام میں داخل کرنے اور حق و اسلام کی سربلندی و عظمت کے لئے صرف رسولِ اکرم علیہ السلام ہی بیتاب نہیں تھے۔ بلکہ آسمانوں کے فرشتے بھی بڑے شوق سے اس کی راہ دیکھ رہے تھے!

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اسی جوش و خروش اور اسی غیرت و حمیت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ جس جوش و غیرت سے وہ پہلے دینِ حق کی مخالفت کیا کرتے تھے اسی لیئے

لئے وہ مسلمان ہونے کے بعد کفارِ مکہ کے قہر و غضب۔ سردارانِ قریش کے ظلم و ستم اور اپنی برادری کے بہادروں کی خون آشام شمشیروں سے خوفزدہ ہو کر چھپ کے نہیں بیٹھے تھے بلکہ جب نبئ کریم علیہ السلام نے مکان کے ایک کونے میں چھپ کر نماز پڑھنی چاہی تو اسلام کے اس مردِ مجاہد نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام چونکہ خدا بھی ایک اور سچا ہے۔ آپ بھی برحق نبی ہیں اور عمرؓ بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نماز حجروں میں چھپ کر پڑھنے کی بجائے کعبہ میں برسرِ عام ہو گی۔

اور پھر اس سرفروش غلام نے اپنی شمشیرِ براں کو ہوا میں لہرایا اور بلند آواز سے پکارا:

اے مکہ کے بہادر کافرو! اور اے قریش کے جنگجو سُورماؤ! خطاب کا بیٹا عمرؓ مسلمان ہو چکا ہے اور کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو وہ نکل آئے جس نے اپنی زندگی کو ختم کرنا ہو وہ دیکھ لے۔

حملہ حیدری صفحہ ۲۱-۲۲ ملا بادل ایرانی۔ شیعہ مجتہد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق اس طرح لکھتا ہے۔ کہ تبلیغ اسلام اور دین کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر ابوجہل بدبخت دشمنِ اسلام اور باغیٔ اسلام کا سخت دشمن ہو گیا۔ اور ایک دن اُس نے اعلان کیا۔ کہ جو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے گا۔ میں اُسے دو کوہانوں والے ہزار اونٹ دوں گا۔ مال و دولت کے خزانے دوں گا۔ مصری ریشمی

نشان۔ یعنی چادر کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دوں گا۔

عمرؓ چوں شنید آں سخن گفتنش
بجنبید عرق طمع در تنش

عمرؓ نے جب ابوجہل کا یہ اعلان سُنا۔ تو طمع و حرص نے جوش مارا۔

ابوجہل سے قسم لی کہ اس بات پر قائم رہنا۔

من امروز خدمت رسانم بجا
بیارم بہ پیشت سرِ مصطفےٰ

کہ مَیں آج یہ خدمت بجا لاتا ہوں اور مصطفےٰ علیہ السّلام کا سر تیرے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ابوجہل سے قسم لے کر اور نبئ کریم علیہ السّلام کے قتل کے ارادہ سے عمرؓ ننگی تلوار لے کر نکلے۔ تو راستہ میں کسی نے اسے بتایا۔

کہ ہمشیرہ ات نیز با جفتِ خویش
گرفت است دینِ محمدؐ بہ پیش

کہ تیری بہن اور اس کا خاوند دونوں محمدؐ کے دین کو قبول کر چکے ہیں۔

عمرؓ یہ سُن کر اور بھی غضبناک ہو گئے۔ اور کہا کہ مَیں پہلے ان دونوں کو قتل کرتا ہوں۔

دروازہ پر پہنچے ____ تو

چوں آمد بہ پیش درِ ایستاد صدائے شنید و بآں گوش داشت

تو اندر سے آواز آرہی تھی۔

شنید آنکہ می خواند ہر دِ نکو
کلامیکہ نشنیدہ بُد مثلِ او

عمرؓ نے سُنا کہ اس کا بہنوئی ایسا کلام پڑھ رہا ہے جو اُس نے اس کی مثل پہلے نہیں سُنا تھا۔
پھر عمرؓ نے اپنے بہنوئی اور اپنی بہن کو مارنا شروع کیا۔
بہن نے کہا۔

بیائد دواں خواہرش نوحہ گر
بگفتش چہ خواہی زمااے عمرؓ

بہن روتی ہوئی آگے بڑھی اور کہا اَے عمرؓ تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔

اگر شاد گردی ز ما ور ملول
نمودیم دینِ محمدؐ قبول

اَے عمرؓ اگر تو ہم سے خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دینِ محمدؐ قبول کرلیا ہوا ہے۔

کنوں گر کشی سر بداریم پیش
ولے بر نگردیم از دینِ خویش

اب اگر تو ہمیں جان سے بھی مار ڈالے تو بھی ہم اپنے دینِ حق سے پھر نہیں سکتے۔
جب عمرؓ نے ہمشیرہ سے یہ بات سُنی تو معلوم کرلیا کہ واقعی اب یہ دینِ اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔

بگفتش چہ دیدی تو از مصطفٰے
کہ گشتی بدینش چنیں مبتلا

عمرؓ نے اپنی بہن سے کہا۔ کہ تو نے مصطفٰے میں کیا دیکھا ہے کہ اس نئے دین میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بگفتا کلامِ خدائے جلیل
کہ آرد با و حضرتِ جبرائیل

بہن نے کہا۔ کہ ہم نے خدا کا کلام سُنا ہے۔ جو اس پر جبرائیل لاتے ہیں۔

حضرتِ عمرؓ کی اسلام و بانئ اسلام کے خلاف قلبی شقاوت و عداوت اطاعت و محبت میں تبدیل ہو گئی۔ اور فرمایا:۔

عمر گفت زاں قولِ معجز اساس
اگر یاد داری بخواں بے ہراس

کہ اگر ایسا معجزانہ کلام تجھے یاد ہے۔ تو بے خوف و خطر پڑھو۔

برو خواہرش آیۂ چند خواند
عمر گوش چوں کرد حیراں بماند

بہن نے قرآنِ پاک کی چند آیات پڑھیں۔ تو حضرتِ عمرؓ سُن کر حیران رہ گئے۔

ازاں پس بگشتند باہم رواں
بنزدِ رسولِ خدائے جہاں

پھر تمام مل کر محبوبِ خدا علیہ السّلام کی طرف روانہ ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ نے عمرؓ کو اس حالت میں آتے دیکھا۔ تو

حیران ہوئے اور نبئ کریم علیہ السلام کو بتایا۔

چنیں گفت پس عمؓ خیرالبشر
کہ غم نیست بر شے کہ ناید بہ در

حضور علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور کوئی غم نہ کرد۔

اگر از راہِ صدق آمدہ مرحبا
دگر باشد او را بخاطر دغا
بہ تیغے کہ وارد حمائل عمر
تنش را سبکسار سازم زسر

کہ اگر عمرؓ نیک ارادہ سے آیا ہے تو مبارک و مرحبا اور اگر اس کے دل میں کوئی دھوکا دفریب اور بدنیتی ہے تو پھر میں اسی کی تلوار سے اس کا سرتن سے جُدا کردوں گا۔ حضرتِ عمرؓ اندر گئے۔ تو نبئ کریم علیہ السلام نے اسے عزت سے بٹھایا اور بغلگیر ہوئے۔

تمام صحابہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ دین کو تقویت ملی۔ کملی والا خوش ہوا۔ فرشتوں نے مبارکباد دی۔

اصحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اب نماز کعبہ میں ادا کرنی چاہیئے۔ حضور علیہ السلام نے منظور فرمالیا۔

بسوئے حرم آشکارا روند
نماز جماعت بجا آورند

ناسخ التواریخ سیف۔ شیعہ حضرات کی معتبر اور مستند تاریخ

کی کتاب کا مصنف حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق یوں لکھتا ہے :۔

عرض کرد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از بہر آں آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم و کلمۂ توحید بہ زبان رانم۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چناں شاد شد کہ بہ آواز بلند تکبیر گفت۔ و تکبیر آں حضرت را اصحاب شنیدند و ہمہ بہ یک بار تکبیر گفتند و باستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ و آنگاہ عمرؓ گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافراں لات و عزیٰ را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنہانی پرستش کرد۔ پس آہنگ کعبہ کردند۔ کہ حضرتِ عمرؓ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام میں مذہبِ اسلام قبول کرنے اور کلمۂ توحید پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ نبیٔ کریم علیہ السلام حضرتِ عمرؓ کے اسلام لانے سے اتنے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی اور سارے صحابہ کرامؓ حضرتِ عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر نکل آئے۔ پھر اسی وقت حضرتِ عمرؓ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول کافر تو لات وعزّیٰ کی پوجا کھل کر ظاہر کریں اور ہم اپنے خدائے برحق کی عبادت چھپ کر کیوں کریں۔ پس پھر تمام صحابہ کرامؓ اپنے نبیٔ پاک کی قیادت میں کعبہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

اور اس شان سے چلے ——— کہ

عمرؓ از جانبِ پیغمبر و ابوبکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحاب از دنبال رواں شدند و عمرؓ باشمشیر خود

اَز پیش جملہ ہمی رفت وازاں سوئے کفار قریشیاں چناں می پنداشتند کہ عمرؓ رسولِ خدا را آسیب خواہد رسانید۔ ناگاہ دیدند کہ پیشِ رسولِ خدا با شمشیر حمائل کردہ می آمد۔ گفتند یا عمر برچہ گونہ۔ گفت یا رسولِ خدا ایمان آوردم واگر کسے از شما بنا لائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم و ایں شعر گفت۔

مَا لِی اَرَاکُمْ کُلَّکُمْ قِیَامًا اَلْکَهْلُ وَالشُّبَّانُ وَالْغِلَامَا

قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ لَنَا اِمَامًا مُحَمَّدًا قَدْ شَرَعَ الْاِسْلَامَا

حَقًّا وَقَدْ یَکْسِرُ الْاَصْنَامَا نَدُبُّ عَنْهُ الْخَالَ وَالْاَعْمَامَا

کہ عمرؓ نبئ کریم علیہ السلام کے ایک طرف ابو بکرؓ دوسری جانب علی علیہ السلام آگے آگے اور دوسرے اصحابہ کرام پیچھے پیچھے رواں ہوئے۔ اور حضرتِ عمرؓ اپنی شمشیر گردن پہ لٹکائے ہوئے رسولِ خدا علیہ السلام کی اردل میں چلے آرہے ہیں۔ کفارِ مکہ نے دیکھا۔ تو بولے۔ اے عمرؓ تیری یہ کیا حالت ہے؟

عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں رسولِ خدا علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں۔

اگر تم میں سے کوئی بھی اپنی حماقت و نالائقی کی وجہ سے ناجائز حرکت کرے گا تو میں اس کی گردن اُڑا دوں گا۔

اور پھر حضرتِ عمرؓ نے یہ اشعار پڑھے:۔

کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں یہاں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ بوڑھوں۔ جوانوں اور بچوں کو بھی۔ اللہ کریم نے ہمارے لئے ایک امام مبعوث فرمایا ہے جس کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہے ۔ جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا۔ اور وہ بتوں کو توڑ دیں گے اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دور ہٹا دیں گے ۔

پس کافراں از عجز در خشم شدند و آہنگ کردند و عمر نیز بہ پشتوانی علی علیہ السلام با ایشاں در آویخته آں جماعت را از کعبہ بکنار کرد و رسول خدا دو رکعت نماز بگذاشت ۔

پس کافر غصے میں آ گئے اور غضبناک ہو گئے اور انہوں نے حضرتِ عمرؓ کے قتل کا ارادہ کر لیا ۔ لیکن عمرؓ نے حضرتِ علی علیہ السلام کی مدد سے انہیں کعبہ سے دور ہٹا دیا ۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابو جہل کے گھر تنہا گئے ۔ اور اپنے اسلام کا اعلان کیا ۔

شیعہ حضرات کے پہلے دور کے منصف مزاج مجتہدین مفسرین اور مورخین کے ان روشن حقائق کے بعد بھی اگر موجودہ دور کے بے ادب ۔ گستاخ ۔ متعصب اور تبرائی شیعہ گروہ کی آنکھوں سے صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض و عناد کی پٹی اگر نہیں کھلتی اور انہیں اگر ان رشد و ہدایت کے ستاروں کی چمک دکھائی نہیں دیتی ۔ تو اسے بدبختی و بدقسمتی کے ساتھ ساتھ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے ۔

شیعہ مورخ کیسے اچھے اور واشگاف الفاظ میں حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے متعلق لکھتا ہے ۔ کہ

● رسولِ خدا علیہ السلام نے خوشی منائی ۔

- بلند آواز سے تکبیر کہی۔
- نماز کعبہ میں اعلانیہ پڑھی گئی۔
- کفارِ مکہ نے عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو حضرتِ علیؓ اُن کی مدد کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔
- ابُوجہل کے گھر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔
- دُوسرے اصحابۂ کرامؓ حضور علیہ السّلام کے مُرید تھے۔

مگر حضرتِ عمرؓ رسولِ خدا کی مُراد تھے۔ اس لئے کہ مُراد مانگ کر حاصل کی جاتی ہے۔ اور نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی حضرتِ عمرؓ کو خُدا تعالےٰ سے مانگ کر حاصل کیا تھا۔

ہجرت کا حکم ملتے ہی سب سے پہلے حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ اپنے محبُوبِ حقیقی کی حفاظت کرتے ہُوئے مکّہ مکرّمہ کی حسین وادی سے آدھی رات کے وقت چھُپ کر نکل گئے اور پھر آہستہ آہستہ دُوسرے مسلمان بھی مشرکینِ مکّہ کے خوف سے چوری نکلتے گئے۔ لیکن جب حضرتِ عمرؓ نے مکّہ کی مقدّس گلیوں کو چھوڑ کر مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی تو چھُپ کر اور چوری نہیں کی۔ بلکہ علی الاعلان مکّہ سے نکلے۔

حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آفرین ہے خطّاب کے بیٹے عمر پر کہ اس شان سے ہجرت کی کہ قریش کے بڑے بڑے سُورمے دم بخود ہو کر رہ گئے۔

تلوار گلے میں لٹکائی۔ کمان کندھے پر رکھی۔ تیروں کو ہاتھوں

یں سنبھالا اور ایک نیزہ کمر سے باندھا اور سیدھے کعبہ کی طرف بڑی شانِ بے نیازی سے چل پڑے!

کعبہ اس وقت قریش سے بھرا پڑا تھا۔ پہلے اُنہوں نے بڑی شان و شوکت سے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر بڑے ہی سکون و اطمینان سے نماز پڑھی اور پھر قریش کی ایک ایک ٹولی کے پاس گئے۔ اور بلند آواز سے للکارا کہ اے قریشی سردارو! خطّاب کا بیٹا آج اپنے وطن کو چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اگر تم میں ہمّت ہے۔ تو روک لو۔ عمرؓ مکّہ مکرّمہ کی مقدّس گلیوں اور کعبہ کے حسین نظّاروں کو چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہے۔ اگر اپنی بیویوں کو بیوہ اور اپنے بچّوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو۔ تو میدان میں نکل آؤ۔

لیکن اس مردِ مومن کو جواب دینے کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی اور وہ اسلام کا سرفروش مجاہد تلوار ہوا میں لہراتا للکارتا اور ہجر و فراق کے اشعار پڑھتا ہُوا مکّہ کی بستی سے نکل گیا۔ ریاض النضرہ جلد ا۔ صفحہ ۲۵۸۔ نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۶۱۔

یہ ہے اس مومنِ کامل کی قوتِ ایمانی اس مجاہدِ اسلام کا جاہ و جلال۔ اس دین کے ستون کی شان و عظمت اور اس خلیفۂ دوم کے رُخِ کردار کی مقدّس و بے داغ تصویر جو شیعہ حضرات کی اندھی آنکھوں کو نظر نہیں آتی۔

اور نظر آئے بھی کیونکر۔ دوپہر کے وقت بھی سُورج کی روشنی چمگادڑ کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ اس کی آنکھیں ہوتی ہیں!

ریاض النظرہ جلد ا صفحہ ۲۵۷۔ عن ابن عباس قال لما اسلم عمر قال المشرکون انتصف القوم منا۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرتِ عُمر رضی اللہ تعالےٰ جب اسلام لائے۔ تو مشرکینِ مکہ نے اس کا ان الفاظ میں افسوس کیا۔ کہ آج ہماری آدھی قوم ہم سے علیحدہ ہو ہوگئی ہے۔

اس معتبر روایت سے حضرتِ عمرؓ کی شخصیت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ وُہ کس بلند شان وعظمت کے مالک تھے۔ کہ قریشِ مکہ ان کے وجُود کو اپنی پُوری قوم کا نصف جانتے تھے۔ اس لحاظ سے اُن کی تعداد ہزاروں تھی یا لاکھوں حضرتِ عمرؓ ان کی مجموعی تعداد کے نصف تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآنِ پاک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

اسلام اور کفر کی پہلی جنگ۔ توحید اور شرک کا پہلا تصادم۔ حق اور باطل کی پہلی لڑائی اور نیکی و بدی کا پہلا مقابلہ میدانِ بدر میں ہُوا۔ جس میں نصرتِ خداوندی فرشتوں کی فوج کی صُورت میں نازل ہُوئی اور مٹھی بھر مسلمانوں کو کفارِ مکہ کے ایک عظیم لشکر کے مقابلہ میں فتح نصیب ہُوئی۔ جس سے نہ صرف فرزندانِ توحید و اسلام کی سارے عرب میں دھاک بیٹھ گئی۔ بلکہ اس فتح نے دُنیا کی تاریخ کو بھی ایک نئے راستہ پر ڈال دیا۔

اس جنگ میں دُشمنوں کے ستر آدمی گرفتار کیے گئے جن میں اکثر قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ خصُوصًا حضرتِ عباس رضی اور حضرتِ عقیل رضی بن ابی طالب۔ ان قیدیوں کے متعلق سب سے زیادہ غضبناک رویہ حضرت عمر رضی کا تھا۔ وہ ان سب کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ قیدیوں کو چونکہ کسی نہ کسی صُورت میں اپنی جانیں بچانی تھیں۔ اور وہ جانتے تھے کہ حضرتِ ابو بکر صدیق رضی رحمدل اور رقیق القلب ہیں۔ اس لئے وُہ ان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہمیں بچایا جائے۔ حضرتِ ابوبکر نے امام الانبیا علیہ السّلام سے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام ان کو احسان کے طور پر رہا۔

کر دیا جائے۔ نہیں تو ان سے حسب استطاعت فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس سے مسلمانوں کو مالی فائدہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ اور آپ کی شانِ رحمت کا سورج اور بھی چمک اٹھے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۴۔ صفحہ ۳۸۷۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ بدر کے بارے میں اپنے غلاموں سے مشورہ کیا حضرتِ ابو بکرؓ نے پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام یہ آپ کی قوم اور برادری کے لوگ ہیں۔ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو خیر، شاید ان کی اولادیں راہِ راست پر آ جائیں۔

حضرت عمرؓ جوش و غضب میں کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور برادری کے ہیں۔ لیکن دین۔ مذہب۔ اسلام اور حق کے مقابلے میں قوم، قبیلہ برادری اور بہن بھائی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کَذَّبُوْكَ وَ اَخْرَجُوْكَ فَقَدِّمْهُمْ وَاَضْرِبْ اَعْنَاقَهُمْ۔ کہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ مکرمہ سے نکالا۔ اٹھو اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ عقیل کو علیؓ کے حوالے کرو۔ اور عباس کو حمزہ کے سپرد کرو۔ اور میرا فلاں رشتہ دار میرے ذمہ کر دو۔ تاکہ بھائی بھائی کو قتل کرے، باپ بیٹے کو مارے اور بیٹا باپ کو ہلاک کرے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ مِثْلَكَ یَا اَبَابَكْرٍ مِثْلَ اِبْرَاهِیْمَ۔ کہ اے ابو بکرؓ تیری مثال تو حضرتِ ابراہیمؑ کی طرح ہے۔ جنہوں نے یہ فرمایا تھا۔ کہ جس نے میری اطاعت کی وہ

میرا ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس کے لئے اے اللہ تو غفور رحیم ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔ کہ اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے گا۔ تو یہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر بخش دے گا۔ تو تو عزیز و حکیم ہے۔ وَمِثْلُكَ يَا عُمَرُ مِثْلُ نُوْحٍ۔ اور اے عمرؓ تیری مثال تو حضرت نوح علیہ السّلام کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔ کہ یا اللہ زمین پر کسی کافر کو نہ رہنے دے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرح جنہوں نے فرمایا تھا۔ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ۔

آخر کار رحمتِ دو عالم علیہ السّلام نے حضرتِ ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرماتے ہوئے ان سے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ لیکن اس کے بعد فوراً یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ کے فیصلے کی کُلّی طور پر تائید کی گئی ہے:۔

پارہ ۱۰۔ سورۃ انفال۔ سورۃ نمبر ۶۷ :۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ نہیں ہے شایاں نبیؐ کو کہ ہوں اس کے پاس جنگی قیدی اس وقت تک کہ وہ غلبہ حاصل کرلے ملک میں، تم چاہتے ہو مال دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ ہے بڑا زبردست حکمت والا۔

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اگر نہ ہوتا مقدر حکم اللہ کا پہلے سے تو ضرور پہنچتا تمہیں

اس بارے میں جو لیا تم نے (فدیہ) عذاب بڑا۔

مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول منافقین مدینہ کا سردار تھا۔ جس کی در پردہ اسلام دشمنیوں اور دینِ حق کے مخالف سازشوں کی بنا پر اس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبداللہ جو صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کا پیروکار تھا۔ نبیٔ کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ مر گیا ہے۔ اس کا جنازہ آپ پڑھائیں۔ اگر آپ نے جنازہ نہ پڑھایا۔ تو پھر کوئی مسلمان بھی نہ پڑھائے گا!

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حامی بھر لی۔ اور جب جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے۔ فَقَامَ عُمَرُ فَحَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور رسولِ اکرم علیہ السلام اور قبلہ کے درمیان حائل ہو کر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فرمانِ خدا یاد دلایا جو منافقین کے کہنے پر نبیٔ کریم علیہ السلام نے ان کے بخشش کی دعا فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا تھا:۔

پارہ ۱۰ سورۃ التوبہ۔ آیت ۸۰: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۠ کہ اے میرے محبوب علیہ السلام ان منافقین کے لئے آپ بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ستر بار بھی دعا کریں گے تو میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے

رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالےٰ فاسقین کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اکہتر بار دُعا کر دُوں گا۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما خیرنی اللہ۔ کہ مجھے خدا تعالےٰ کلی اختیار دے دیا ہُوا ہے۔ فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ۔ حضرت عمرؓ اُٹھے اور نبئ کریم علیہ السّلام کا دامن پکڑ کر کہا۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا مقصد یہ تھا۔ کہ نبئ کریم علیہ السّلام اس اسلام کے دشمن اور دین کے باغی کا جنازہ نہ پڑھائیں۔

تفسیر کبیر جلد ۴۔ صفحہ ۴۸۴۔ مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۶۔

جبریل علیہ السّلام فوراً یہ آیتِ پاک لے کر نازل ہوئے۔ ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہٖ۔ کہ اے میرے محبُوبِ پاک علیہ السّلام ان منافقین کے مرنے پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھاؤ اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوؤ۔

یہ آیتِ قرآن بھی حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تائید میں نازل ہُوئی۔

اس سے پہلے جب ابنِ سلول بیمار ہُوا تھا۔ تو اس نے نبئ کریم علیہ السّلام کو بُلا کر کہا تھا۔ اِنْ یصلی علیہ اذا مات۔ ولیقوم علیٰ قبرہٖ۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ بھی پڑھانا اور میری قبر پر بھی کھڑے ہونا جسے رحمتِ کائنات علیہ السّلام نے اپنی شانِ رحمت کے پیشِ نظر منظور فرما لیا تھا۔

اُس نے کفن کے لئے نبیٔ کریم علیہ السّلام کے بدنِ مبارک سے لگی ہوئی قمیض بھی طلب کی تھی۔ جو رسولِ اکرم علیہ السّلام نے عطا کر دی تھی۔ تو حضرتِ عمرؓ نے عرض کی تھی۔ لم تعطی قمیصك الرجس النجس۔ کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ نے اپنی قمیض مبارک اس منافق کو کیوں دی ہے۔ تو سیّد المرسلین علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔ کہ لعل اللہ ان یدخل بہٖ الفا فی الاسلام۔ کہ میری یہ قمیض اس منافق کو تو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ میری اس قمیض کی برکت سے ایک ہزار کافر مسلمان ہو جائیں گے!

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ رسولِ اکرم علیہ السّلام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ منافق ہے اور اسلام کا دشمن ہے اپنی قمیض کیوں عطا کی تھی؟

تو اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ ان العباس عم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لما اخذ اسیراً ببدر ولم یجد لہ قمیصا وکان رجلا طویلا فکساہ عبد اللہ قمیصہ۔

کہ حضرتِ عباس نبی کریم علیہ السّلام کے چچا جب جنگِ بدر میں قیدی بن کر آئے تو ان کے بدن پر قمیض نہیں تھی۔ تو اس عبد اللہ ابن سلول نے اپنی قمیض دے دی تھی۔ امام الانبیا علیہ السّلام نے اس کا بدلہ دیا۔

۲۔ ان ابنہ عبد اللہ بن ابی کان من الصالحین وان الرسول اکرمہ۔ کہ ابن ابی کا بیٹا عبد اللہ نیک اور صالح مسلمان تھا۔ جس کی نبئ کریم علیہ السلام بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ اور قمیص پہنے وہی آیا تھا۔

۳۔ خداوندِ کریم نے بتا دیا تھا۔ کہ آپ کی قمیص کی برکت سے ایک ہزار منافقین خلوص سے اسلام میں داخل ہوں گے۔

۴۔ رسولِ اکرم علیہ السلام کی شانِ رحمت ہر شئے پر غالب تھی۔ اور وہ کسی کو محروم رکھنا نہیں چاہتے تھے۔

۵۔ خدا تعالےٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو حکم فرما دیا ہُوا تھا۔ واما السائل فلا تنھر۔ کہ کسی سوالی کو اپنے دروازہ سے خالی نہ رکھنا اور نہ جھڑکنا۔

ابنِ سلال منافق کا بیٹا بھی رحمتِ دو عالم علیہ السلام اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر سوالی بن کے آیا تھا۔

بہر حال ولا تصل علی احد منھم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ۔ حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہُوئی۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ یا رسول اللہ علیہ السلام ازواجِ مطہرات سے پردہ کرائیے۔ لیکن آپ نظر انداز کر دیتے!

ایک دن اُمّ المومنین حضرتِ سودہؓ جو طویل القامت تھیں قضائے حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ تو حضرتِ عمرؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ سودہؓ ہم نے آپ کو دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اللہ کی طرف سے پردہ کا حکم نازل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا

اور خدا تعالےٰ نے حضرتِ عمرؓ کی تائید فرماتے ہوئے ان کی خواہش کے مطابق آیاتِ حجاب نازل فرمادیں۔

پارہ ۲۲۔ سورۃ احزاب۔ آیت ۳۰ تا ۳۲

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝

اَے ازواجِ نبیؐ جو کرے گی تم میں سے بے حیائی کھلی دیا جائے گا اُسے عذاب دُگنا اور ہے یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ۝

اور جو فرمانبرداری کرے تم میں سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اور عمل کرے نیک تو ہم دیں گے اُسے اُس کا اَجر دُگنا اور ہم نے تیار کر رکھی ہے اس کے لئے روزی عزّت کی۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ اَے ازواجِ نبیؐ تم نہیں ہو کسی اور عورت کی طرح اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو نہ کرو (نامحرم سے) دھیمی بات کہ توقع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے اور تم کہو بات معقول۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

پارہ ۲۲ سورۃ احزاب آیت ۵۹ :۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ

اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ اَے نبیؐ! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں اپنے اُوپر سے کچھ اپنی چادریں یہ (بات) زیادہ قریب ہے اس سے کہ وہ پہچانی جائیں پس انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم والا ہے۔

ریاض النظرہ جلد اصفحہ ۲۶۷۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۸۷۔ اہلِ مکہ نبیذ پینے کے عادی تھے۔ حضرتِ عمرؓ بھی عہدِ جاہلیت میں پیتے تھے۔ مدینہ منوّرہ جانے کے بعد بھی مسلمان نبیذ کا استعمال کرتے رہے!

حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ یہ چیز تمام برائیوں کی جڑ ہے اگر یہ کسی طرح حرام ہو جائے تو کوئی لڑائی و جھگڑا اور کوئی بُرائی و فساد نہیں ہوگا۔ اُنہوں نے نبیٔ اکرم علیہ السّلام سے پُوچھا۔ اور پھر اس مردِ حق پرست نے بارگاہِ ربّ العزّت میں خُود ہی عرض کی یا اللہ مسلمانوں کو شراب کے بارے میں کوئی حکم فرما دو۔

چنانچہ یہ آیت پاک نازل ہوئی:۔

پارہ ۲ع۔ سُورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۲۱۹:۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ہ پُوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جُوئے کے متعلق کہہ دیجئے اُن میں گناہ ہے بڑا اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے اور اُن کا گناہ بہت بڑا ہے اُن کے نفع سے اور پُوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ

کریں (راہِ خدا میں) کہدیجئے کہ جو زائد ہو ایسے ہی کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم غور کرو۔

چونکہ اس آیت میں شراب کی کُھلّی طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی اس لئے بعض مسلمان رات کو پی لیتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے تو انہیں کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔

اس مردِ حق شناس نے پھر عرض کی اَے اللہ ہمیں شراب کے متعلق کوئی ہدایت فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :۔ پارہ ۵ سورۃ النسآ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ۔ اَے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس حال میں تم مست ہو تا وقتیکہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر عبور کرتے ہوئے راستہ جبتک کہ تم غسل نہ کر لو۔

اس آیت پاک میں شراب پوری طرح حرام نہیں ہوئی تھی۔ اور مسلمان چونکہ عہد جاہلیت میں اس کے بہت ہی عادی تھے اس لئے اُنہوں نے ترک نہ کی البتہ نماز کے اوقات میں پرہیز کرتے لگے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو آپس میں لڑتے دیکھا اور یہ دونوں نشے میں تھے تو پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اَے اللہ ہمیں شراب کے بارے میں کوئی مفصّل ہدایت فرما۔

اس پر شراب کے بارے میں آخری آیت نازل ہوئی :۔

پارہ ۷ ۔ سورۃ المائدہ ۔ آیت ۹ :۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو! بیشک
شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ سو ان
سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔
اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ
فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ کہ شیطان تمہارے درمیان بغض و عناد شراب
اور جوئے کے ذریعہ سے پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا
چاہتا ہے۔

اب مسلمانوں کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ ہم تو اسلام لانے سے
پہلے پیا کرتے تھے اس جرم کا کیا بنے گا۔ تو مسلمانوں کی تسلی و اطمینان
خاطر پھر یہ آیت نازل ہوئی:۔

پارہ ۷ آیت المائدہ۔ سورۃ ۵ ع ۹۳:۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا
وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا
وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ نہیں ان لوگوں پر
جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک کوئی گناہ اس میں جو کھا چکے جبکہ آئندہ
پرہیز کیا اور ایمان لائے اور عمل کیے نیک پھر بچتے رہے اور ایمان
لائے پھر محترز رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

حرمتِ شراب کے متعلق حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے تابی
اور پھر بارگاہِ ربّ العزت میں بار بار عرض کرنا اُن کی اسلام
دوستی، حق پرستی اور ان کے مومن کامل ہونے کی ایک بیّن دلیل ہونے
کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی بھی ضروری ہو جاتی ہے

کہ اس مومنِ کامل نے شراب کی وجہ سے پیدا ہونے والی تمام دینی و اخلاقی بیماریوں کا قلع قمع کرنے کی خاطر اور گناہ و معصیت کی اس اصل جڑ کو کاٹنے کے لئے اور اس کے مضرا ثرات سے بندگانِ خدا کو محفوظ رکھنے کی غرض سے جو نیا زمندانہ قدم اٹھایا وہ نہ صرف یہ کہ عالمِ اسلام ہی کے لئے باعثِ رحمت ہے بلکہ پوری نسلِ انسانی پر بھی ایک احسانِ عظیم ہے۔

پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۶۰ :- اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ اے میرے محبوب پاک علیہ السّلام کیا تو نے دیکھا نہیں ہے ان لوگوں کو جو گمان اور دعوئی کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں جو اترا تیری طرف جو تجھ سے پہلے اور چاہتے ہیں کہ قصہ یا مقدّمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے شیطان کی طرف لے جاویں۔

قرآنِ پاک کی یہ آیتِ پاک بھی حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت اور ان کی تائید میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ وہی آیت ہے۔ جس نے اس مردِ حق پرست کو فاروقِ اعظم کا خطاب بخش کر اُن کے دین و ایمان پر مہر ثبت کر دی۔

تفسیر خازن صفحہ ۳۹۷ - تفسیر کبیر جلد ۳ - صفحہ ۲۴۸ :-
بشر نامی ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو گیا۔ فَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ نَنْطَلِقُ اِلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَالَ الْمُنَافِقُ بَلْ نَنْطَلِقُ اِلٰی كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ

فیصلہ کرانے کے لئے اس یہودی نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اگرچہ رسولِ اکرم علیہ السلام کو نبی تو نہیں مانتا تھا۔ لیکن یہ جانتا تھا کہ محمد علیہ السلام جو فیصلہ کرتا ہے۔ وہ صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا ہر فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے!

لیکن اس منافق نے کہا کہ نہیں بلکہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں یہ بھی منافقوں کے گروہ کا سردار تھا اور قرآن نے اسے ہی طاغوت جیسے بڑے لفظ سے پکارا ہے۔

یہودی نے جب اصرار کیا۔ تو وہ منافق بھی مان گیا اور دونوں نبئ اکرم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حاکم دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیان سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جب عدالت مصطفےٰ علیہ السلام سے فیصلہ سن کر باہر نکلے تو منافق نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔

اس یہودی نے کہا۔ تطلق بنا الی عمر۔ کہ چلو عمرؓ کے پاس چلتے ہیں۔

پھر دونوں اس مرکزِ عدل و انصاف کے پاس گئے۔

یہودی نے کہا کہ اس سے پہلے محمد علیہ السلام نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے لیکن یہ ان کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟

اس نے کہا ہاں!

حضرتِ عُمر رض نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو۔ میں اندر سے ہو آؤں
فَدَخَلَ عُمَرُ الْبَيْتَ وَاَخَذَ السَّيْفَ۔ پس حضرت
عُمر رض گھر گئے اور تلوار پکڑی اور باہر آکر اس منافق کو قتل کر
دیا اور فرمایا هٰکذا اَقْضِیْ بَیْنَ مَنْ لَّمْ یَرْضَ بِقَضَاءِ
اللہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ کہ جو خدا و رسول کے فیصلہ کو نہیں مانتا
عُمر اس کا فیصلہ تلوار سے کیا کرتا ہے۔
پس مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ وَقَالَ جِبْرِیْلُ
عُمَرُ فَرَّقَ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسُمِّیَ الْفَارُوْق۔
اور حضرتِ جبریل علیہ السلام نے کہا۔ تحقیق عُمر رض نے حق اور
باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ پس اسی دن سے حضرتِ عمر رضی اللہ
تعالےٰ عنہ کا خطاب لقب فاروق ہو گیا۔
قرآنِ پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت روزِ روشن
کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام میں حضرتِ عُمر فاروق رضی
اللہ تعالےٰ عنہ کا وجودِ مقدس اسلام کی شان و عظمت بڑھانے
دین و شریعت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے۔ نیکی و شرافت کی
روشنی پھیلانے اور حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کرنے کے
لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور انہیں وجوہات کی
بنا پر وہ بارگاہِ نبوّت و رسالت میں بھی معزّز و محترم تھے اور
حریمِ قدرت و فطرت میں بھی مقبول و منظور تھے۔
نہ شہنشاہِ دو عالم نے ہی ان کی کوئی آرزو ٹھکرائی اور نہ
ہی ربِّ دو جہاں نے ان کی کسی رائے کو پامال کیا۔

نبوّت ہر معاملہ میں ان سے مشورہ طلب کرتی رہی اور قدرت کی طرف سے ہر مقام پر ان کی رائے کی تائید میں قرآن نازل ہوتا رہا۔ ان کا کیا ہوا کوئی فیصلہ نہ ہی نبئ اکرم علیہ السّلام نے کبھی نامنظور کیا اور نہ ہی خداوند تعالیٰ نے کبھی رَدّ کیا۔

جو اُنہوں نے کہہ دیا۔ وُہ فرش پر بھی ہو گیا۔ اور عرش پر بھی۔ مگر افسوس ہے شیعہ حضرات کے بغض و عناد پر کہ وہ سب کچھ جانتے ہُوئے بھی کچھ نہیں جانتے اور سب کچھ سمجھتے ہُوئے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ نہیں تو نہ سہی ـــــــ اس لئے کہ

فارُوقِ اعظم کی شان و عظمت کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے مراتب و مدارج کوئی دُنیا کا بدقسمت تسلیم کرے یا نہ کرے ان کے وقار و مقام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اُن کی شان میں اگر کوئی بے ادبی یا گستاخی کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کی بربادی کی دلیل ہے۔ ان کی عزّت و آبرُو اور ان کے کمال و احترام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ وہ پھر بھی فارُوقِ اعظم ہی رہیں گے۔

یہ فریب خوُردہ حضرات تو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ بھلا جس مومنِ کامل کی تمنّاؤں کو نہ رسولِ اکرم علیہ السّلام ہی پامال کریں۔ اور نہ خدا تعالیٰ ہی اس کے کئے ہُوئے فیصلوں کو رَدّ کرے۔ اور زبانِ نبوّت جس کی مدح سرائی فرمائے اور لسانِ قُدرت جس کی رائے کے مطابق کلام کرے۔ تو پھر کوئی ایسے مردِ حق پرست کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ - ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے وافقت ربی فی ثلاث فی مقام ابراھیم و فی الحجاب و فی اساری بدر - کہ تین مقامات پر میری اور خدا تعالےٰ کی منشاء میں موافقت ہوئی۔ مقامِ ابراہیم کے بارے میں! ازواجِ مطہرات کے پردہ کے متعلق اور جنگِ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۰۔ حضرتِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ دُوسرے انسانوں پر حضرت عمرؓ چار فضیلتوں سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ ان کی اور اللہ تعالیٰ کی رائے ایک ہوگئی۔ اسیرانِ بدر کے متعلق۔ ازواجِ مطہرات کے پردے کے بارے میں و بدعوۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم و برایہ فی ابو بکر - اور نبیؐ کریم علیہ السّلام لانے کے لئے دُعا کرتے ہیں اور حضرتِ ابُوبکرؓ کو خلیفۂ اوّل منتخب کرنے کے سلسلہ میں۔
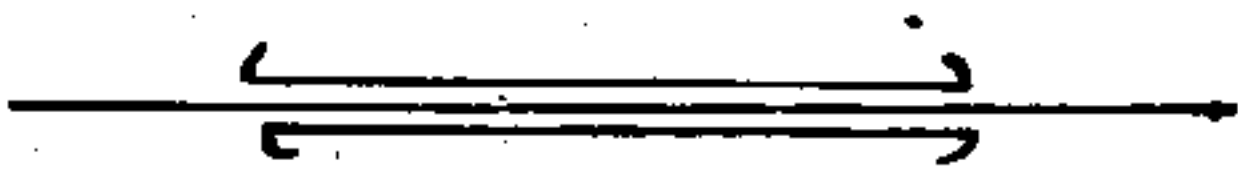
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیثِ نبویؐ اور فاروقِ اعظمؓ

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔
مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبئ کریم علیہ السلام سے سُنا آپ نے فرمایا بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَیْتُنِیْ عَلٰی قَلِیْبٍ عَلَیْہَا دَلْوٌ۔ کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جو پتھروں اور اینٹوں سے تیار کیا ہوا تھا اور اس کنوئیں پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنوئیں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا پھر وہ ڈول حضرتِ ابوبکرؓ نے پکڑ لیا۔ اور ایک دو ڈول ہی نکالے کہ کمزور ہوگئے واللہ یغفر لہ ضعفہ۔ اللہ ابوبکرؓ کی اس کمزوری کو معاف کرے۔ نبئ کریم علیہ السلام کا یہ فرمانا اس لئے نہیں تھا کہ وہ کمزوری حضرت ابوبکرؓ کا گناہ تھا بلکہ ایک عام محاورے عرفِ عام اور روزمرّہ کی آپس کی کلام کے طور پر تھا جیسے کوئی یوں کہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے اللہ اس پر رحم کرے۔

ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔ پھر وہ ڈول بڑا اور بھاری ہوگیا اور اسے

حضرتِ عمرؓ نے پکڑ لیا۔ پس مَیں نے آدمیوں میں سے کسی کو اتنا بہادر قوی اور باہمت نہیں دیکھا۔ کہ حضرتِ عمرؓ ڈول پر ڈول نکالتے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ لوگ اس کنوئیں پر اتنے اکٹھے ہوگئے کہ جیسے اُونٹ اور بکریاں کسی چشمے کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت اور دورِ امامت میں لوگ چشمۂ اسلام سے سیراب ہوکر اپنی دین و ایمان کی کھیتیوں کو سرسبز و شاداب کریں گے! اور حضرتِ عمرؓ کے ہاتھوں غلبۂ اسلام ہوگا۔ عظمتِ دین بڑھے گی۔ اور فتوحاتِ اسلامیہ میں وسعت ہوگی

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹

حضرتِ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیؐ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا! اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ۔ کہ تحقیق خدا تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر بھی حق جاری کردیا ہے۔ اور دل میں بھی حق سمو دیا ہے۔ یعنی ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات حق و ہدایت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور اُن کے دل میں بھی حق و صداقت کے علاوہ بھی کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی۔ ابُوداؤد میں حضرتِ ابُوذرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یُوں فرماتے ہیں۔ ان اللہ وضع الحق علیٰ لسان عمر یقول بہٖ۔ کہ تحقیق اللہ کریم نے حق و ہدایت کو حضرتِ عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ جب بھی بولتے ہیں حق ہی فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ دلائل النبوّۃ کے حوالہ سے حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ السَّکِیْنَۃَ تَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ۔ کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ پاک سے اطمینانِ قلب کے موتی ٹپکتے ہیں۔ سکونِ دل کے دریا بہتے ہیں اور راحتِ جان کے پھول جھڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی گفتگو سے اطمینانِ قلب اور سکونِ دل حاصل ہوتا ہے۔

بخاری شریف جلد ا۔ صفحہ ۵۲۰۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ معراج کی رات کو میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں ایک خوبصورت محل کے صحن میں ایک عورت دیکھی۔ میں نے پوچھا۔ یہ محل کس کا ہے۔ کہا گیا بعمر بن الخطاب کہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے، میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤں۔ مگر اے عمر رضی اللہ عنہ تیری غیرت یاد آگئی۔ فَقَالَ عُمَرُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعَلَیْکَ اَغَارُ۔ پس حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السّلام میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا میں نے آپ پر غیرت کھانی تھی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۸۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۹۔ حضرتِ عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ معظّم علیہ السّلام نے فرمایا۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔ کہ اگر بفرضِ محال میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا۔ تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔

یہاں یہ خیال رہے کہ کسی کی شان و عظمت اور تعریف و مدح کو مبالغہ کے طور پر بیان کرتے وقت امرِ محال کی نسبت بھی جائز ہے۔

نبئ کریم علیہ السّلام کے بعد کسی نبی کا آنا محال عقلی و عادی ہے۔ لیکن آپ نے چونکہ حضرتِ عمرؓ کی شان و تعریف کو مبالغہ کے طور پہ بیان فرمایا ہے اس لئے اس امر محال کا ذکر فرما دیا ہے۔

اس حدیثِ پاک سے پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک نبی میں ہوتی ہیں اور وہ جوہرِ رسالت جو کسی رسول میں ہوتا ہے حضرتِ فاروقِ اعظمؓ اس جوہر سے بیگانہ نہیں تھے۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۱۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ پہلی اُمتوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ملہم اور محدّث ہوتے تھے۔ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ۔ پس میری اُمت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہے۔ محدّث و ملہم کی زبان پر فرشتے بولتے ہیں یعنی اس شخص کی کیفیّت یہ ہوتی ہے۔ کہ فرشتے اس سے جو کچھ کہتے ہیں وہ وہی دوسرے انسانوں کو کہہ دیتا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرتِ عمرؓ الہاماتِ الٰہی سے بھی سرفراز تھے۔

حدیثِ پاک میں جو اِنْ یَّکُ کا لفظ آیا ہے کہ اگر کوئی ہے۔ یہ صرف انتہائے وثوق کے لئے ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو کہے کہ اگر دُنیا میں میرا کوئی یار ہے تو تُو ہے تو اس کلمہ سے اس کی دوستی و یاری کے پکّے ہونے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ تُو واقعی میرا صحیح معنوں میں یار ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی واقعی اور صحیح معنوں میں محدّث و ملہم تھے!

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۱ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷ ۔

حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا عَلَیْھِمْ قُمُصٌ فَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الثُّدِیَّ کہ ان کے جسموں پر قمیضیں تھیں کسی کی قمیض اس کی سینے تک تھی اور کسی کی کم فَعُرِضَ عَلَیَّ عُمَرُ وَعَلَیْہِ قَمِیْصٌ اَجَرَّہٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلتَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الدِّیْنُ ۔ پھر حضرتِ عمرؓ مجھ پر پیش ہوئے یعنی میرے سامنے آئے تو ان کی قمیض زمین تک لٹکی ہوئی تھی غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تعبیر کیا ہے ۔ فرمایا الدین ۔ مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ کی بدولت دین میں وسعت پیدا ہوگی اور دُور دُور تک دین کا ڈنکا بجے گا ۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۰ ۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ ۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ عشرہ مبشرین میں سے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرتِ عمرؓ نے رسولِ معظم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی ۔ وعندہٗ نسوۃ من قریش ۔ اس وقت نبیٔ کریم علیہ السّلام کے پاس قُریش کی عورتیں بیٹھی تھیں ۔ وہ ازواجِ مطہرات تھیں یا کوئی اور ۔ اور وہ بلند آواز سے بول رہی تھیں ۔ جب حضرتِ عمرؓ اندر گئے ۔ فَقُمْنَ فَبَادِرْنَ الْحِجَابَ ۔ تو وہ عورتیں جلدی سے اُٹھ کر پردے کے پیچھے ہو گئیں ۔ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ یَضْحَكُ فَقَالَ اَضْحَكَ اللّٰہُ

اللّٰہُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - حضرتِ عمرؓ اندر گئے - تو دیکھا کہ رسولِ خدا علیہ السّلام مُسکرا رہے ہیں - حضرتِ عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خُرّم رکھے یعنی مُسکراتا رکھے - کیا بات ہے - سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں ان عورتوں پر تعجب کر رہا ہوں کہ جونہی اُنہوں نے تیری آواز سُنی - دوڑ کر پردے کے پیچھے ہو گئی ہیں حضرتِ عمرؓ نے ان کو فرمایا:-

يَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَتَهَبْنَنِيْ وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ اَے اپنی جانوں سے دُشمنی کرنے والی عورتو! تم نے مجھ سے تو خوف کھایا لیکن نبیٔ کریم علیہ السّلام سے تمہیں ڈر نہیں آیا - تو ان عورتوں نے جواب دیا - اَے عُمرؓ آپ دین کے معاملہ میں سخت ہیں اور کملی والا آقائے دو جہاں صلّی اللہ علیہ السّلام رحمت ہی رحمت ہے -

رسولِ خُدا علیہ السّلام نے فرمایا - اَے عُمرؓ ان پر دین کے معاملات میں اور بھی سختی کرو -

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ - امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے اَے عُمرؓ تمہاری راہ پر چلنے والے کو کبھی شیطان بہکا نہیں سکتا - جس نے تمہاری راہ چھوڑ دی - اسے شیطان نے پکڑ لیا -

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵ تاریخ الخلفا صفحہ ۸۹ :۔ اَنَّہٗ بَعَثَ جَیْشًا وَاَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلًا یُدْعٰی سَارِیَۃَ بْنَ الْحُصَیْنِ فَبَیْنَا عُمَرُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ یَخْطُبُ جَعَلَ یَصِیْحُ۔ یُنَادِیْ فِیْ خُطْبَتِہٖ وَھُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلِ ثَلَاثًا قَالَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَکَتَبْتُ تَارِیْخَ تِلْکَ الْکَلِمَۃِ۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند پر لشکر کشی کی اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا۔ وہاں جنگ شروع تھی اور یہاں حضرت عمرؓ جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور تین دفعہ بلند آواز سے پکارا۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کی تاریخ لکھ لی۔

چند دنوں کے بعد مسلمانوں کو وہاں فتح نصیب ہوئی اور ایک شخص فتح کی خوشخبری لے کر دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ حضرتِ عمرؓ نے پوچھا۔ فتح کیسے ہوئی۔

اُس نے جواب دیا۔ کہ لڑائی میں شکست ہو رہی تھی۔ کہ عین جمعہ کے وقت اچانک ہمارے کانوں میں تین دفعہ یہ آواز آئی۔

یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلِ۔ فَغَلَبْنَا بِبَرَکَتِ ذٰلِکَ الصَّوْتِ۔

پس ہمیں اس آواز کی برکت سے فتح حاصل ہو گئی۔

حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر جمعہ کا خطبہ دے رہے ہیں۔ اور اُدھر تین ہزار دو سو میل کے فاصلے پر نہاوند

میں لشکرِ اسلام کو لڑتا ہوا بھی دیکھ رہے ہیں۔

اور ایسا کرتے بھی کیوں نہ جب نبیٔ اکرم علیہ السلام نے ان کو یہ فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلۃ البصر۔ کہ اے عمرؓ تم میری آنکھ ہو۔ پھر حضرتِ عمرؓ کا اتنے فاصلہ سے میدانِ جنگ کو دیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

اس میں سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے۔ اور حضرتِ عمرؓ کی کرامت بھی۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۸۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

وَقَعَتِ الزَّلْزَلَۃُ فِی الْمَدِیْنَۃِ فَضَرَبَ عُمَرُ الدَّرَّۃَ عَلَی الْاَرْضِ فَقَالَ اسْکُنِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَسَکَنَتْ وَمَا حَدَثَتِ الزَّلْزَلَۃُ بِالْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ ذٰلِکَ۔

حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منوّرہ میں زلزلہ آگیا۔ پس حضرت عمرؓ نے جلال میں آکر اپنا دُرّہ زمین پر مارا۔ اور فرمایا۔ اے زمین اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ پس زمین ٹھہر گئی۔ اور پھر مدینہ منوّرہ میں اس کے بعد کبھی زلزلہ نہیں آیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۷۸:۔ اَنَّ رَسُوْلَ مَلِکِ الرُّوْمِ جَاءَ اِلٰی عُمَرَ فَطَلَبَ الدَّارَہٗ فَظَنَّ اَنَّ دَارَہٗ مِثْلُ قُصُوْرِ الْمُلُوْکِ فَقَالُوْا لَیْسَ لَہٗ ذٰلِکَ وَاِنَّمَا ھُوَ فِی الصَّحْرَاءِ۔

رُوم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرتِ عمرؓ کے قتل کی خاطر بھیجا۔ وہ مدینہ منوّرہ آیا۔ اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے خلیفہ کا محل کہاں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عمرؓ کا محل بھی ہمارے

بادشاہوں کی طرح ہوگا۔

مسلمانوں نے اس کو بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے وہ تو صحرا میں اینٹ کا تکیہ لگا کے سوئے ہوئے ہیں۔

وہ قاصد جو حضرتِ عمرؓ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا صحرا میں آیا۔

رَاٰی عُمَرَ وَضَعَ دُرَّتَه تَحْتَ رَاسِه فَتَعَجَّبَ الرَّسُوْلُ مِنْ ذَالِكَ وَقَالَ اِنَّ اَهْلَ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ يَخَافُوْنَ مِنْ هٰذَا الْاِنْسَانِ! اُس نے دیکھا کہ حضرتِ عمرؓ اپنے دُرّہ کو سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہُوئے ہیں۔

پس وہ شخص یہ نظّارہ دیکھ کر حیران ہوگیا۔ کہ یہ ہے وُہ انسان جس سے مشرق و مغرب والے خوف کھاتے ہیں!

اُس نے قتل کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی۔ اَخْرَجَ اللّٰهُ مِنَ الْاَرْضِ اَسَدَيْنِ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شیر نکال دئے! اُس نے تلوار پھینک دی اور مسلمان ہوگیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۴۶۵۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۹۰۔ مصر کا دریائے نیل ہر سال ایک نوجوان کنواری لڑکی کا خون لے کر بہتا تھا۔ حضرتِ عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر ہوئے تو لوگوں نے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی چیز باقی نہیں رہنے دی جائے گی۔ چنانچہ حضرتِ عمرو بن العاصؓ نے حضرتِ عمرؓ کو سارا ماجرا لکھا۔ فاروقِ اعظمؓ نے حضرتِ عاصؓ کو ایک خط لکھا۔ کہ تم نے اچھا کیا ہے کہ عہدِ جاہلیت کے ہر نقش کہن

کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہو اور ایک رقعہ دریائے نیل کی طرف لکھا۔ فَاِنْ کُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ وَاِنْ کَانَ اللّٰهُ یُجْرِیْكَ فَاَسْاَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَكَ۔ کہ اے دریائے نیل اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو نہ چل اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ چلاتا ہے تو پھر میں اسی خدا کے نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ چل۔

حضرت العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ رقعہ دریا میں رات کو پھینک دیا۔ صبح کو دیکھا تو سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا۔ کہ سولہ گز پانی دریا میں بہہ رہا تھا۔ اور آج تک بھی بہہ رہا ہے اور قیامت تک بہتا رہے گا۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۸۰۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رات کو خواب میں نبی کریم علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر ایک عورت کھجوریں لے آئی۔ رسولِ اکرم علیہ السلام نے ایک کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ میں بیدار ہوا تو میرے دل میں شوق تھا کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے کھجور کھا کر مزہ لوں۔ چنانچہ میں مسجد پہنچا۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے بھی پیچھے نماز پڑھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہی رات والی عورت کھجوریں لے کر آئی ہے۔ وَوَضَعَ بَیْنَ یَدَیْ عُمَرَ فَاَخَذَ رُطَبَةً فَجَعَلَهَا فِیْ فَمِیْ۔

حضرت عمرؓ نے میرے سامنے رکھ دیں۔ اور ایک کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ میں نے ایک اور لینے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت

عمرؓ نے فرمایا۔ لَوْ زَادَكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَۃَ لَزِدْنَاكَ۔ کہ اگر رات کو رسول خدا علیہ السّلام ایک سے زیادہ دیں ہوتیں تو مَیں بھی زیادہ دے دیتا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مَیں حضرتِ عمرؓ کی اس بات پر بڑا حیران ہُوا تو حضرتِ عمرؓ نے فرمایا یا عَلِیُّ اَلْمُؤْمِنُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ الدِّیْنِ۔ کہ مومن دین کے نُور سے سب کچھ دیکھتا ہے۔

حضرتِ علیؓ نے فرمایا۔ آپ نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مَیں نے رات کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

یہ بھی اس مرکزِ عدل و انصاف۔ منبعِ لطف و کرم۔ سرچشمۂ رحم و شفقت۔ مجسمۂ حق و صداقت اور پیکرِ عشقِ مصطفٰے کے محاسن و کمالات جن کے ایمان و اسلام کی خاطر شہنشاہِ دو جہاں علیہ السّلام نے بارگاہِ ربّ العزّت میں اپنی جھولی پھیلا دی۔ اور پھر اپنے دامنِ رحمت میں لے کر فارُوقِ اعظم کا خطاب عطا فرمایا۔ جن کی رائے کے مطابق وحیٔ الٰہی نازل ہوتی رہی۔ جن کے فیصلوں کی تائید خود خدا تعالیٰ کرتا رہا۔ اور جس نے فتوحاتِ اسلامیہ کی حقیقی بنیاد رکھ کر مصر و یمن۔ رُوم و شام اور عراق و ایران کے ظلمتکدوں میں دین و ایمان کی روشنی پھیلائی۔ حق و اسلام کے چراغ جلائے اور رشد و ہدایت کی قندیلیں روشن کیں۔

مگر افسوس ہے۔ کہ شیعہ حضرات قُرآن و حدیث اور اپنے بھی مجتہدین کی کتابوں کو ٹھکرا کر دین و ایمان کے اس کامل ماہتاب کی طرف تھوکتے ہیں۔ مگر وہ اُن کے اپنے ہی چہروں پر پڑتا ہے!

حالانکہ محبّانِ اہلِ بیت کے ان جھوٹے دعویداروں پر حضرتِ عمرؓ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ دُنیا کے تمام شیعہ حضرات قیامت تک اس احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کریں تو بھی ان احسانات کے پہاڑوں کا ایک ذرّہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

مَیں ان سے پُوچھتا ہُوں۔ کہ ملکۂ ایران حضرتِ بی بی شہر بانو کو حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح میں کس نے دیا۔ اور یہ نکاح کس نے پڑھایا؟

شیعہ حضرات تو شاید اپنی قلبی شقاوت کے باعث اس کا جواب نہ دے سکیں اور شرم کے مارے خاموش رہیں لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے والے وُہی خلیفۂ دوم حضرتِ عمرؓ تھے جن کو یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اس ایمان افروز حقیقت کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آج کے یہ سیّد زادے اسی شہر بانو کی اولاد ہیں۔ جس کا نکاح حضرت عمرؓ نے امام حسینؓ سے پڑھایا تھا۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرتِ عمرؓ نعوذ باللہ مسلمان نہیں تھے۔ تو پھر وہ نکاح جائز نہیں رہتا۔ اور اگر نکاح جائز نہ رہا تو پھر سادات کے حسب و نسب میں فرق لازم آتا ہے۔ مگر دُکھ تو یہ ہے۔ کہ ان کو اور سب کچھ منظور ہے لیکن حضرتِ عمرؓ کو مسلمان ماننا منظور نہیں ہے۔

آج کے ایران کی شیعہ سلطنت بھی انہیں کی مرہُونِ منّت ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ ان کو مسلمان بھی نہیں مانتے اور

اُن کے فتح کئے ہُوئے ملک پر حکومت بھی کر رہے ہیں
سچ تو یہ ہے کہ تاریخِ اسلام سے اگر اس مومنِ کامل! فاتحِ اعظم اور مُونسِ دین کو خارج کر دیا جائے۔ تو پھر اسلامی تاریخ کے سُنہری ابواب میں سوائے سفید کاغذوں کے اور کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

اگر شیعہ حضرات نگاہوں سے بُغض و عناد کی پٹّی اُتار کر عُمر فارُوق رضؓ کی عظمت کو دیکھیں اور دلوں سے تعصّب و عداوت کی سیاہی کو دھوکہ اس مردِ حق پرست۔ حق گو اور حق شناس کے محاسن و کمالات پر غور کریں تو انہیں نہ صرف اس مُرادِ مصطفٰے کا کامل الایمان پکّا اور سچّا مسلمان اور محبُوبِ خُدا علیہ السّلام کا وفادار ساتھی۔ با اعتماد دوست اور فاتحِ اعظم ہونا نظر آئیگا بلکہ دامادِ علی المرتضٰی رضؓ ہونا بھی دکھائی دے گا!

اگر دامادِ مصطفٰے ہونے میں بہت بڑی فضیلت ہے تو دامادِ مرتضٰے رضؓ ہونے میں بھی بہت بڑی سعادت ہے۔
علی رضؓ دامادِ نبی علیہ السّلام ہے اور عمر رضؓ دامادِ علی رضؓ ہے۔
علی رضؓ دامادِ امام الانبیا علیہ السّلام ہے اور عمر رضؓ دامادِ امام الاولیا رضؓ ہے۔

اُمِّ کلثُوم رضؓ بنت علی رضؓ و فاطمہ رضؓ کا نکاح حضرت عُمر رضؓ کے ساتھ

فروعِ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ کتاب النکاح۔ باب فی تزویج اُمّ کلثوم رضؓ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب ہے جس کے مصنّف رئیس المحدثین

الشیخ الامام الحافظ ثقۃ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی الرازی ہے اور اس کتاب کے متعلق شیعہ حضرات کا اعتقاد یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب امام المنتظر یعنی امام مہدی کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرمایا ھٰذا کان لشیعتنا۔ کہ یہ کتاب ہم شیعوں کے لئے کافی ہے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔

پہلی دلیل:۔ عَنْ اَبِیْ عبد اللہ علیہ السّلام فی تزویج ام کلثوم فقال اِنَّ ذٰلِکَ فَرْجٌ غُصِبْنَاہُ۔ امام جعفرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے اُمّ کلثومؓ کے نکاح کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا۔ یہ ایک حیا تھی۔ یا یہ ایک رشتہ تھا۔ جو ہم سے چھین لیا گیا ہے۔

دوسری دلیل صفحہ ۱۴۱:۔ امام جعفرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ لَمَّا خَطَبَ اِلَیْہِ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّھَا صَبِیَّۃٌ قَالَ فَلَقِیَ الْعَبَّاسَ فَقَالَ لَہٗ مَالِیْ اَبِیْ بأس فقال وما ذٰلک قال خطبت الیٰ ابن اخیک فردنی اما واللہ لاعودت زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولاقیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولا قطعن بیمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ کہ حضرت علیؓ کو جب بیٹی کے رشتہ کے متعلق کہا گیا۔ تو فرمانے لگے وہ ابھی نابالغ ہے۔ تو حضرتِ عمرؓ حضرتِ عباسؓ سے ملے۔ اور فرمانے لگے کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ مجھے کوئی بیماری لگی ہے۔ تو حضرت عباسؓ نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ تو آپ کہنے لگے۔ کہ میں نے آپ کے

بھتیجے یعنی حضرت علیؓ سے رشتہ طلب کیا ہے اور اُنہوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں تم سے زمزم واپس لے لُوں گا اور تمہارے لیئے عزت کا کوئی مقام نہ چھوڑوں گا۔ اور حضرتِ علیؓ پر چوری کے دو گواہ کھڑے کر کے انکا دایاں ہاتھ کٹوا دُوں گا۔ حضرت عباسؓ حضرتِ علیؓ کے پاس آئے اور ساری گفتگو سُنائی۔ اور ساتھ ہی سوال کیا کہ اُمِ کلثومؓ کے نکاح کا معاملہ میرے سُپرد کر دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

تیسری دلیل :۔ فروعِ کافی جلد ۲۔ صفحہ ۳۱۱۔ عبداللہ بن اور معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفرؓ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عورت عدت کہاں گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے؟۔ تو آپ نے فرمایا۔ بَلْ حَیْثُ شَاءَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَلِیًّا صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ لَمَّا مَاتَ عُمَرُ اَتٰی اُمَّ کُلْثُوْمَ فَاَخَذَ بِیَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلٰی بَیْتِهٖ۔ بلکہ جہاں چاہے، پھر فرمایا جب عمرؓ فوت ہُوئے۔ تو حضرتِ علیؓ اُمِ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

چوتھی دلیل :۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۱۔ سلیمان بن خالد کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے؟۔ آگے پہلا ہی مضمون ہے۔

پانچویں دلیل :۔ مجالس المومنین صفحہ ۸۲ مطبوعہ طہران (ایران) قاضی سید نور اللہ شوشتری۔ در کتاب استغاثہ وغیر آں مسطور است

کہ چوں عمر بن خطاب جہتِ ترویج خلافت فاسدۂ خود داعیہ تزویج ام کلثوم دختر حضرتِ امیر نمود و آں حضرت جہت امامت حج مکرراً اظہار باد امتناع نمود۔ آخر عمرؓ عباسؓ را بنزدِ خود طلبید و سوگند خوردہ گفت کہ اگر علی را بدامادئی من راضی نمی سازی آنچہ در دفع او ممکن باشد خواہم کرد۔ و منصب سقایۂ حج و زمزم را از تو خواہم گرفت۔ عباس ملاحظہ نمود کہ اگر ایں نسبت واقع نشد آں فظ غلیظ مرتکب چناں امر ناصواب خواہد شد از حضرت امیر علیہ السّلام التماس و الحاح نمود کہ نکاحِ آں مطہرہ و مظلومہ را با و تفویض نماید و چوں مبالغہ عباس دراں باب از حد گذشت آنحضرت از روے اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از خود ارتکاب تزویج او نمود و جہت اطفاءِ نائیرہ فتنہ او را بآں منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود ۔

ترجمہ :۔ کتاب استغاثہ وغیرہ میں منقول ہے کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنی خلافت کو ترویج دینے کے لئے حضرتِ علیؓ کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا۔ تو آپ نے دوبارہ حجت قائم کرنے کے لئے انکار کر دیا۔ آخر کار حضرتِ عمرؓ نے حضرتِ عباسؓ کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر تو نے حضرتِ علیؓ کو میری دامادگی کے لئے راضی نہ کیا تو پھر جو کچھ بھی مجھ سے بن نہ پڑا ئیں کروں گا۔ اور سقایۂ حج اور زمزم تجھ سے چھین لوں گا۔ جب حضرتِ عباسؓ نے یہ معلوم کیا۔ کہ یہ سخت آدمی اس ناروا معاملہ کو اسی طرح کرے گا۔ جیسا کہ اس نے کہا ہے تو حضرت عباسؓ نے حضرتِ علیؓ سے چمٹ کر التماس کی کہ اس مطہرہ مظلومہ کا نکاح کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے۔ جب حضرتِ عباسؓ اس بارہ

میں حد سے گزر گئے۔ تو حضرتِ علیؓ نے بصورتِ اکراہ خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ حضرتِ عباسؓ پھر اپنے آپ اس نکاح کے مرتکب ہوئے اور بھڑکنے والے فتنہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر منافق ظاہر الاسلام کے ساتھ عقد کر دیا۔

چھٹی دلیل: ۔کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ عراق شیخ ابو جعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب شیعہ حضرات کے نزدیک مسلم شریف کے پائے کی ہے۔ کتاب الطلاق۔ باب عدۃ النسا فیما رواہ محمد بن یعقوب۔ عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار راوی ہیں۔ کہ امام جعفر سے سوال کیا گیا۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ عدت کہاں گزارے۔ فرمایا۔ جہاں چاہے۔ ان علیا لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بها الی بیته۔ کہ تحقیق جب حضرتِ عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

ساتویں دلیل: ۔ الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب بھی شیعہ حضرات کے نزدیک صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۸۶۔ مطبوعہ جعفری لکھنؤ۔

مذکورہ بالا روایات کے مطابق یعنی اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو وہ عدت کہاں گزارے۔ جواب دیا گیا۔ جہاں چاہے گزارے۔ جب حضرتِ عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرتِ علیؓ اپنی بیٹی امّ کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔

آٹھویں دلیل:۔ کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲ صفحہ ۳۸۰۔ کتاب المیراث مطبوعہ عراق۔ شیخ طوسی۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنھا زید بن عمر ابن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ لایدری ایھما ھلک قبل فلم یورث احدھما من الاخر وصلی علیھما جمیعا۔

ترجمہ:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ حضرتِ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت علیؓ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی وقت میں فوت ہوئے۔ یہ نہیں معلوم ہوسکا۔ کہ ان میں پہلے کون فوت ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ بن سکے اور ان دونوں پر نماز جنازہ اکٹھی پڑھی گئی تھی۔

انصاف پسند اہل ایمان غیر متعصب اہلِ دین اور راسخ العقیدہ اور حق شناس حضرات سے درخواست ہے کہ شیعہ حضرات کی ان معتبر کتابوں اور ان کے بلند پایہ محدثین کے پیش کردہ حقائق پر مبنی روایات پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ اسلام کی جس نامور ہستی اور دین کے جس بہادر جرنیل مجسمۂ عدل و انصاف پیکرِ جاہ و جلال اور حق و باطل میں فرق کرنے والے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ اقدس پر شیعہ حضرات جس انداز سے رکیک حملے کرتے ہیں اور ان پر جو واہیات قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہانتک درست ہیں۔

اور پھر غور کریں کہ امّ کلثوم بنت علیؓ کا نکاح حضرت عمرؓ کے

ساتھ کیسے مکروہ انداز اور گندے الفاظ میں اقرار کیا گیا ہے
فروع کافی کی دو روائتوں میں تو ظاہر کیا گیا ہے کہ پہلے یہ نکاح
جبراً کیا گیا۔ غصبناہ ۔ یعنی ہماری شرم و حیا غصب کرلی گئی۔
دوسرے الفاظ میں اغوا کر لی گئی۔ نعوذ باللہ ایک عام آدمی
کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی لڑکی کو کوئی جبراً اٹھا کر
لے جائے چہ جائیکہ کہ ھل اتیٰ ۔ مشکل کشا۔ اور شیرِ خدا کی صاحبزادی
ہو۔ یہاں تو اگر خدا نخواستہ کسی کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش آ
جائے تو غیرت و حیا کی ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ گھروں کے گھر
جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور قتل و غارت کا ایسا بازار گرم ہو جاتا
ہے کہ فریقین کے خاندانوں کے نام و نشان تک مٹا دئے جاتے ہیں۔
اور پھر کئی کئی سال تک عدالتی کارروائی جاری رہتی ہے۔ مگر
تعجب ہے کہ مرکزِ سادات ۔ منبعِ ولائت ۔ فاتحِ خیبر۔ قاتلِ مرحب۔
اسد اللہ الغالب اور امام المشارق والمغارب حضرت علی المرتضیٰ رضی
اور وارثِ ردائے تطہیر۔ اخلاقِ مصطفےٰ کی زندہ تصویر۔
خاتونِ جنت اور پیکرِ عصمت و عفت حضرتِ فاطمہ رضی کی صاحبزادی
ہو لیکن خاموشی اور سکوت ہو۔ کمزوری اور بزدلی ہو اور
بے حسی اور بے اعتنائی ہو۔

ہاں ٹھیک ہے ایسا ہی ہوا —— مگر —— کیوں؟
اس لئے کہ معاملہ جبر و اکراہ کا نہیں تھا۔ غصب و اغوا کا
نہیں تھا اور چوری و سینہ زوری کا نہیں تھا۔ بلکہ یہ نکاح
خوشی سے کیا گیا۔ رضامندی سے کیا گیا۔ اور باہمی محبت و پیار

کی بنا پر کیا گیا اور فریقین کے درمیان اچھے گہرے برادرانہ تعلقات
کی بنا پر کیا گیا۔

فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ کہ تمام اصحابہ کرام اللہ کی نعمت
سے آپس میں بھائی بھائی تھے ـــــ اور رحماء بینھم
تمام آپس میں رحیم تھے۔ دوست تھے۔ یار تھے۔ سجن تھے۔ بیلی تھے اور
جانی جان تھے۔ اور اگر نعوذ باللہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا تو پھر
ذوالفقار حیدری صاعقہ بن کر عمرؓ کی کشتِ حیات کو جلا کر راکھ
بنا دیتی اور بد دعائے فاطمہؓ خطاب کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیتی۔
پچھلے دور کے شیعہ مجتہدین کی معتبر کتابوں کے حوالہ جات کے بعد
موجودہ دور کے غالی متعصب شیعہ حضرات کے وہ تمام اعتراضات
ناقابلِ قبول اور مضحکہ خیز ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جو وہ امِ کلثوم بنت
علیؓ کا نکاح حضرتِ عمرؓ فاروق کے ساتھ برضا و رغبت ہونے
پر کرتے ہیں ـــــ مثلاً

اعتراض اوّل:۔ کہ ام کلثومؓ عمرؓ کے اعتبار سے اس
قابل نہیں تھی۔ کہ اس کا نکاح عمرؓ سے کیا جاتا۔

جواب:۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عائشہ صدیقہؓ
سے جب نکاح کیا تو اس وقت اُن کی عُمر سات سال تھی اور جب شبِ خلوت
ہوئی تو ان کی عمر نو سال تھی۔ شیعہ مجتہد علامہ طبرسی۔ کتاب اعلام الوریٰ
باعلام الہدیٰ۔ مطبوعہ حیدری طہران۔ صفحہ ۱۴۸۔ اور پھر جب حضرتِ
علیؓ نے حضرتِ فاطمہؓ سے شادی کی تو ان کی عُمر بھی نو سال تھی اور
جب حجلۂ خلوت میں آئے تو نو سال تھی۔ کتاب مذکور صفحہ ۸۱۔

اور اگر حضور علیہ السلام سات سال کی لڑکی سے نکاح اور پھر نو سال کی زوجہ محترمہ سے خلوتِ صحیحہ کر سکتے ہیں اور جب حضرتِ علیؓ نو سال کی زوجہ مقدسہ سے شبِ زفاف بسر کر سکتے ہیں تو پھر حضرت عمرؓ کا نکاح اگر گیارہ برس کی لڑکی سے کر دیا گیا تو کونسا حرج ہے۔

اعتراض دوم:۔ یہ امِّ کلثوم حضرتِ علیؓ کی بیٹی نہیں تھی۔ بلکہ کوئی اور امِّ کلثوم ہے۔ فروع کافی میں امِّ کلثوم بنتِ علیؓ نہیں ہے

جواب:۔ مرأۃ العقول شرح فروع واصول مطبوعہ عراق۔ صفحہ ۴۴۸ باب فی قصہ تزویج امِّ کلثوم بنت امیر المومنین صفحہ ۱۹۔

یدل علی تزویج امّ کلثوم بنت امیر المومنین من عمر

مرأۃ العقول صفحہ ۱۹ ان امیر المومنین زوج فلاناً ابنۃ امّ کلثوم۔ یعنی حضرتِ علی امیر المومنینؓ نے فلاں یعنی عمرؓ سے اپنی بیٹی امِّ کلثوم کا نکاح کر دیا۔

اعتراض سوم:۔ یہ امِّ کلثوم ابو بکرؓ کی بیٹی تھی علیؓ کی نہیں تھی۔

جواب:۔ اگر یہ امِّ کلثوم حضرتِ ابو بکرؓ کی بیٹی تھی تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرتِ ابو بکر صدیقؓ اور حضرتِ علیؓ کے تعلقات بہت ہی اچھے اور دوستانہ تھے جس کی بنا پر ان کی لڑکی پرورش حضرتِ علیؓ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں۔ تو ہم شیعہ بتائیں۔ کہ حضرتِ صدیقؓ کی بیٹی حضرتِ علیؓ کے گھر کیسے آ گئی جبکہ وہ دشمن تھے۔

اعتراض چہارم:۔ حضرتِ علیؓ نے نجران کی ایک جنّنی کو حکم دیا کہ تو امِّ کلثوم کی صورت اختیار کر لے۔ اُس کا نکاح عمرؓ سے کیا گیا۔

جواب: ۔ یہ اعتراض کرنے والے شیعہ حضرات اپنے دماغ کا معائنہ کرائیں۔ نہ اسے عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی نقل۔

جلاء العیون ۔ مطبوعہ ایران صفحہ ۸۲ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلیں۔ چوں شب شد حضرت امام حسنؓ را بردوش راست و حسینؓ را بردوشِ چپ گرفت و دستِ ام کلثوم را بدستِ راست خود گرفت ۔ کہ جب رات ہوئی تو حضرت سیدہؓ نے حسنؓ کو اور حضرتِ امامِ حسینؓ کو کندھوں پر اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے باپ کے پاس آگئیں۔

آگے یوں ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اٹھو۔ جب آپ اٹھیں رسولِ خدا امام حسنؓ را برداشت فاطمہؓ امام حسینؓ را برداشت و دستِ ام کلثوم را گرفت از خانہ بسوئے مسجد آمدند۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے حضرتِ امام حسنؓ کو اٹھایا۔ حضرتِ فاطمہؓ نے حضرت امامِ حسینؓ کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں آگئے۔

صفحہ ۶۷ :- جب خاتونِ جنت کا وصالِ پاک ہوا۔ تو حضرتِ علیؓ بیٹھے تھے اور حسنؓ و حسینؓ ان کے سامنے بیٹھے رو رہے تھے اور ان کے رونے سے متأثر ہو کر لوگ رو رہے تھے ام کلثوم بنزدِ قبر حضرتِ رسول آمد۔ کہ ام کلثوم نبیٔ کریم علیہ السلام کی قبر شریف پر آکر گریہ زاری کرنے لگی۔

ان روشن حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اپنی کم علمی۔ جہالت تعصب عناد اور دشمنِ فاروق اعظمؓ کی بنا پر اس مردِ مجاہد۔ مردِ کامل اور مرادِ مصطفےٰ علیہ السلام پر نعوذ باللہ کفر و نفاق اور ظلم و ستم کے فتوے لگاتے

ہیں تو پھر یہ دین ومذہب سے بغاوت۔ قرآن وحدیث کی مخالفت اورکتاب وسنّت سے دشمنی کی دلیل ہے۔ اور یہ ہے بھی درست۔ اس لئے کہ یہی ایک ایسا فرقہ ہے۔ جس کا نہ تو قرآن پر ہی ایمان ہے۔ اور نہ ہی حدیث پر۔ اور نہ ہی اس کا کوئی مذہب ہے۔ اور نہ ہی کوئی دین۔ اور نہ ہی اس کے کوئی اُصول ہیں اور نہ ہی کوئی اخلاق۔

بس یہ ایک یہودی النسل ابنِ سبا کی ایک سیاسی تحریک ہے۔ جو ہمیشہ اسلام کے خلاف نبرد آزما رہی ہے۔ اور حضرت عثمانِ غنیؓ کی خلافت سے لے کر آج تک اس تحریک نے ہزاروں رنگ اور بھیس بدلے ہیں۔ اور ہر ممکن کوشش کی۔ کہ صحیح واصلی اسلام کے مقابلہ میں اپنی طرز کا ایک ایسا غلط اور نقلی اسلام دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس میں نہ تو اللہ تعالےٰ کی عظمت وقُدرت اور خُدائی وکبریائی کا کہیں نشان ہو اور نہ ہی نبوّت ورسالت کا کوئی مقام واحترام باقی رہے۔ نہ ہی صحابۂ کرام کی عزّت وآبرو محفوظ رہ سکے۔ اور نہ ہی اولیائے عظام کا کوئی ادب ولحاظ نظر آئے۔

نہ ہی قرآن پاک کی اصلی وصحیح صورت دکھائی دے۔ اور نہ ہی حدیثِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے حسین وجمیل نقوش کی کوئی حقیقت ہو۔

اور نہ کوئی اُصول ہو نہ کوئی ضابطہ۔ نہ اخلاق اور نہ حیا۔ سب کا اور ہر جگہ انکار ہی انکار۔ یہاں تک کہ اب تو اس خطرناک

تحریک نے اپنا کلمہ اور اذان تک نئی بنا لی ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعلی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ رسول اللہ بلا فصل۔

مسلمانوں کو اسلام کے خلاف اس منظم تحریک سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔

بہر حال۔ مَیں نے امّ کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کا حضرتِ عمرؓ کے ساتھ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مسلکِ اہلِ حدیث کے ایک متبحّر عالم اور فاضل خطیب مولانا محمّد صدیق صاحب لائلپوری کی مختصر سی لیکن جامع کتاب نکاحِ امّ کلثوم سے اخذ کیا اور ان کی اجازت سے اپنی کتاب مقاماتِ صحابہ میں نقل کر دیا ہے ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرت و کردار

کسی انسان کی عظمت و شان دیکھنے کے لئے اس کی ذاتی زندگی کے ہر پہلو کا پتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی سیرت اور اُس کے کردار کو بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے اور جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی زندگی اور ان کے سیرت و کردار کا تعلق ہے یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ان کا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور ہر طرح کے داغ سے صاف ہے۔

ایمان میں پختگی۔ عشقِ رسولؐ۔ اتّباعِ سنّت۔ خوفِ خدا۔ زہد و عبادت۔ تواضع و انکساری اور صبر و تحمّل ان کی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

بیت المال کا قیام۔ رعایا کی نگہداشت۔ مساواتِ محمّدیؐ۔ ملکی و فوجی نظام اور غیر مسلموں سے سلوک آپ کی سیرت کا طرّۂ امتیاز رہے۔ اور اسلام کے اس عظیم فرزند نے جس انداز سے آئینِ خلافت اور نظامِ سلطنت مرتّب کیا اُس کی مثال آج تک دُنیا کی کوئی قوم اور کوئی حکمران پیش نہیں کر سکا۔

آج کی دُنیا کے ترقی یافتہ اور مہذّب ممالک کے حکمران مزدوروں سے ہمدردی۔ محنت کشوں سے پیار۔ غریبوں کی حمایت اور مفلسوں کی اعانت کے دعویدار ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت و مساوات کے

علمبردار تو بنتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں اور یہ سب کچھ عوام کو دھوکا و فریب دینے کے لئے محض زبانی جمع خرچ ——— جلسوں میں اعلان ——— اخباروں میں بیانات اور کاغذی کارروائی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

لیکن اس مردِ مومن ——— مومنِ کامل ——— مجاہدِ اسلام ——— عاشقِ رسول ﷺ اور مُرادِ مصطفےٰ یعنی حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مفلسوں کی اعانت۔ غریبوں کی حمایت ——— بچوں کے وظائف اور جمہوریت و مساوات کے عملی نمونوں کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایک متلاشیٔ حق انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرمانِ مصطفےٰ علیہ السلام اصحابی کالنجوم کے مطابق اسلام کے اُفق پر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ ایک روشن ستارہ ہے جس نے کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کی روشنی پھیلائی اور ظلمتکدۂ جہاں میں حق و ہدایت کی ضیا پاشی کی اور خوابِ غفلت میں سونے والوں کو صبحِ تاباں کا پیغام دیا۔

آج کونسا ایسا حکمران ہے جو رات کو گشت کر کے فاقہ مستوں کا پتہ کرے ——— آج کونسا ایسا شہنشاہ ہے جو اپنے کندھوں پر خوراک کا سامان اٹھا کر بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو کھانا کھلائے ——— آج کونسا ایسا تاجدار ہے جو اپنی بیوی کو دائی بنا کر کسی مسافر عورت کے پاس بھیجے اور آج کونسا ایسا سلطان ہے جو غلام کو تو اونٹنی پر بٹھائے اور خود پیدل چلے۔ نہیں ——— کوئی نہیں ———

مگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ——— اُنہوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا

۱۔ آدھی رات کا وقت ہے ——— خلیفۃ المسلمین گشت کرتے کرتے وہاں پہنچ گئے جہاں مدینہ کے باہر ایک قافلہ اُترا ہوا تھا ——— ایک بچہ کے رونے

کی آواز آئی ــــ بچے کی ماں سے فرمایا اسے چپ کرانے کی کوشش کرو۔
امیرالمومنینؓ آگے گزر گئے ــــ واپس مڑے تو بچہ ابھی تک رو رہا تھا ــــ
ماں سے فرمایا ــــ تو بڑی ظالم ہے ــــ
ماں نے جواب دیا ــــ بچے کے رونے کا سبب یہ ہے کہ امیرالمومنینؓ
نے حکم دے رکھا ہے کہ بیت المال سے بچوں کو وظیفہ اس وقت تک نہ دیا
جائے جب تک کہ وہ دودھ نہ چھوڑے ــــ میں بچے کا دودھ چھڑا
رہی ہوں اور یہ رو رہا ہے ــــ حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں
اور آہ بھر کر فرمایا ــــ اے عمرؓ تیری گردن پر کتنے بچوں کا خون ہو گا۔
واپس آکر منادی کرا دی کہ بچوں کا وظیفہ ان کی پیدائش کے وقت ہی سے
مقرر کر دیا جائے ــــ

۲۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے ــــ رعایا سوئی ہوئی ہے اور
امیرالمومنینؓ جاگ رہے ہیں ــــ دارالامارت سے اٹھے۔ بھیس بدلا
اور عوام کی خبر گیری کے لئے مدینہ سے دور نکل گئے ــــ دیکھا کہ ایک
جھونپڑی میں ایک عورت کچھ پکا رہی ہے اور بچے اس کے پاس رو
رہے ہیں ــــ

حضرت عمرؓ نے عورت سے پوچھا۔
بچے کیوں رو رہے ہیں؟
جواب ملا۔ کئی دن سے فاقہ سے ہیں ــــ انہیں بہلانے کے لئے
جھوٹ موٹ کی ہنڈیا آگ پر رکھی ہے ــــ
خلیفۃ المسلمین نے سنا تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ــــ
بیت المال آئے ــــ خوراک کا سامان اٹھایا ــــ غلام اسلم نے

عرض کی ـــــ آقا بوجھ اُٹھانے کے لئے غلام حاضر ہے ـــــ
فرمایا ـــــ کہ کیا کل قیامت کو بھی میرا بوجھ اُٹھاؤ گے ؟
غلام خاموش ہو گیا ـــــ
خُوراک کا سامان لے کر اس جھونپڑی میں پہنچے ـــــ عورت کو
سامان دیا ـــــ وہ کھانا پکانے لگی ـــــ آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ
رہے ـــــ
عورت نے کھانا پکایا ـــــ بچّوں کو کھلایا ـــــ بچّے خوش ہو گئے
عورت بولی ـــــ امیر المومنینؓ ہونے کے حقدار تم ہو عمرؓ نہیں !
فرمایا ـــــ مائی مجھے معاف کرو ـــــ مَیں ہی عمرؓ ہُوں ـــــ
۴۳ - عشا کی نماز سے فارغ ہو کر تنہا مدینہ منوّرہ سے باہر چلے گئے
ایک چھوٹی اور بوسیدہ سی چھولداری میں چراغ جل رہا تھا
دروازہ پر ایک نوجوان پریشانی و مایوسی کے عالم میں سر
تصویرِ غم بن کر بیٹھا آہیں بھر رہا تھا ـــــ
امیر المومنینؓ نے پُوچھا ـــــ
جوان تم کون ہو ؟
جواب ملا - مسافر ہُوں !
فرمایا - اُداس کیوں ہو ؟
عرض کی ـــــ بیوی کے بچّہ پیدا ہونے کا وقت ہے ـــــ درد
شروع ہو چکا ہے ـــــ مگر دائی کا کوئی انتظام نہیں ـــــ مسافر ہُوں
مفلس ہُوں ـــــ سُنا تھا کہ خلیفہ عمرؓ نے ایسے انتظامات کر رکھے
ہیں ـــــ مگر معلوم ہوتا ہے وہ سب صرف مدینہ والوں کے لئے ہیں

اور میں مسافر ہوں! یہ سُنا ـــــ آنکھیں اشکبار ہو گئیں ـــــ اور فرمایا بھائی گھبراؤ نہیں میں ابھی کسی دائی کا بندوبست کر دیتا ہوں!

گھر آئے ـــــ اپنی بیوی سے فرمایا ـــــ بیشک تم امیرالمومنینؓ کی بیوی ہو مگر فوراً اٹھو اور آج ایک مسافر اور غریب کی جھونپڑی میں دائی بن کر جاؤ ـــــ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں یہ جان لیں کہ مسلمانوں کے حکمران اور ان کی بیگمات صرف خوشنما بنگلوں ـــــ رنگین کوٹھیوں اور کلب گھروں میں عیاشی کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتیں بلکہ مفلس کی بیٹی کے ننگے سر کو ڈھانپنے کے لئے بھی ہوتے ہیں ـــــ غریب کے بیمار بچے کی عیادت کے لئے بھی ہوتے ہیں اور قالینوں اور ریشمی پردوں سے نکل کر کسی مزدور کے گھر انہیں دائی بن کر بھی جانا پڑتا ـــــ

وفادار بیوی فوراً اٹھی ـــــ حضرتِ عمرؓ کے ساتھ چل دی!

جا کر فرمایا ـــــ لو بھائی دائی حاضر ہے ـــــ

امیرالمومنینؓ کی زوجہ محترمہ نے بڑی خوش اسلوبی اور احسن طریقہ سے اپنا فرض ادا کیا ـــــ

اللہ کریم نے انہیں خوبصورت لڑکا عطا کیا ـــــ حضرتِ عمرؓ بیوی کو اندر بھیج کر خود اس نوجوان سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔

اندر سے آواز آئی!

امیرالمومنینؓ ـــــ آپ کو مبارک ہو ـــــ خدا نے انہیں لڑکا عطا کیا ہے ـــــ

امیرالمومنینؓ کا نام سُن کر وہ نوجوان تڑپ گیا ـــــ اور پاؤں پکڑ کر عرض کی ـــــ آقا معاف کر دو ـــــ

فرمایا —— نہیں بھائی —— تم معاف کر دو کہ تمہیں اتنی تکلیف ہو
۴ - ایک دفعہ شام کے سفر سے واپس آ رہے تھے ۔ راستہ میں ایک کٹیا میں ایک بوڑھی عورت دیکھی —— قریب گئے —— سلام کیا اور پوچھا —
مائی عمرؓ کے متعلق بھی کچھ جانتی ہو ؟
جواب ملا —— ہاں —— وہ شام سے چل پڑا ہے ۔ اس نے مالِ غنیمت تقسیم کیا ہے ۔ مگر مجھے ابھی تک کچھ بھی نہیں ملا ——
فرمایا —— اماں اتنی دُور سے عمرؓ تمہارے حال کا کیسے پتہ کر سکتا ہے
عرض کی —— تو پھر اسے خلافت کرنے کا کیا حق ہے !
یہ سُن کر حضرتِ عمرؓ بہت روئے اور کئی دن تک گڑگڑا کر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے رہے ——
۵ - ایک دفعہ بیت المال کا اُونٹ گم ہو گیا —— اُس کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرنے لگے —— اسی دوران ایک قبیلہ کا سردار احنف بن قیس ملاقات کے لئے حاضر ہوا —— اُس نے عرض کی ۔ یا امیر المومنین —— آج کیا ہوا ؟
فرمایا بیت المال کا اُونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں سرگرداں ہوں ——
عرض کی گئی حضور —— کسی غلام کو حکم دے دیتے ——
فرمایا —— عمرؓ سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی غلام نہیں ہے !
۶ - آپ کے بیٹے حضرتِ عبد اللہؓ نے ایک اُونٹ فروخت کرنے کے لئے بازار بھیجا —— آپ کو پتہ چلا —— بیٹے سے پوچھا کیا ماجرا ہے ؟
عرض کی —— یا امیر المومنینؓ —— مَیں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ

میں چھوڑ دیا تھا ـــــــ اب ذرا موٹا تازہ ہو گیا ہے تو فروخت کر رہا ہوں ـــــــ فرمایا چونکہ یہ اونٹ سرکاری چراگاہ کی گھاس کھا کر موٹا ہوا ہے۔ اس لئے تمہیں اس کی قیمت خرید ہی ملے گی ـــــــ

۷۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد جب اس کی کنجیاں لینے کے لئے وہاں تشریف لے گئے تو کیفیت یہ تھی کہ لباس سادا ـــــــ ہاتھ میں دُرّہ اور زبان پر قرآنِ پاک کی تلاوت تھی ـــــــ خود تو پیدل چل رہے تھے اور غلام گھوڑے پر سوار تھا ـــــــ

عیسائی سرداروں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں کے جس حکمران کے جاہ و جلال سے فرشِ زمین لرزتا ہے ـــــــ جس کے رُعب و دبدبہ سے بڑے بڑے شہ زوروں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں۔ جس کی ہیبت و سطوت سے کفر و باطل کے قلعے مسمار ہو جاتے ہیں اور جس کی جنگی تلواروں اور چالوں کی بدولت ہر میدانِ جنگ میں فتح اُس کے قدم چومتی ہے اور جس کی تیغِ براں نے قیصر و کسریٰ کا غرور ـــــــ جالینوس کا تکبر ـــــــ ہرمزان کا گھمنڈ، رستم کا فخر اور دوسرے بڑے بڑے شہسواروں کا کبر و ناز خاک میں ملا دیا ہے ـــــــ اس کی اپنی بھی امیرانہ شان و شوکت ـــــــ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور سردارانہ بود و باش ہو گی۔ اور ریشمی لباس ہو گا ـــــــ زرق برق قبا ہو گی۔ موتیوں سے جڑی ہوئی چادر ہو گی۔ اور سر پر شاہی چھتر کا سایہ ہو گا۔ مگر بیت المقدس کے عیسائی سردار امیر المومنینؓ کی سادگی۔ انکساری۔ تواضع اور جھکی ہوئی گردن دیکھ کر حیران رہ گئے ـــــــ پھر بھی انہوں نے زرق برق لباس اور لعل و جواہرات کا ایک قیمتی ہار پیش کیا ـــــــ آپ نے فرمایا ـــــــ اسلام کی عزت و عظمت ہی کافی ہے ـــــــ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اسمِ گرامی عثمانؓ ـــــ ابو عمرو ابو عبداللہ کنیت اور غنی و ذوالنّورین لقب تھا ـــــ حضرتِ ابوبکر صدیق کی تبلیغ پر چونتیس ۳۴ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا ـــــ

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۶ علامہ جلال الدین سیوطیؒ بحوالہ ابن سعدؒ :۔

لما اسلم عثمان بن عفان اخذہ عمہ الحکم بن ابی العاص بن امیۃ فاوثقہ رباطا وقال ترغب عن ملۃ آبائك الی دین محدث واللہ لا ادعك ابدا حتّٰی تدع ما انت علیہ ـــــ فقال عثمان واللہ لا ادعہ ابدا ولا افارقہ ۔

جب حضرتِ عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حکم بن عاص نے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اذیّت ناک تشدّد کر کے قید کر دیا اور کھانا پینا بھی بند کر دیا۔ اور کہتا تھا کہ تو نے اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ کر نیا دین قبول کر لیا ہے۔ خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو اسلام کو چھوڑ کر اپنے پرانے دین پر نہ آجائے یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی آپ فرماتے کہ میں اب کبھی بھی دین اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا چاہے مجھے موت بھی آجائے۔ بھلا عشقِ رسولؐ کے ان متوالوں اور حسنِ مصطفےٰ علیہ السّلام کے ان شیدائیوں کے متعلق یہ گمان

بھی کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ کسی وقت بھی اُن کے ایمان میں کمزوری واقع ہُوئی ہوگی یا ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا ہوئی ہوگی جنہوں نے ہر دُکھ۔ ہر مصیبت۔ ہر اذیت اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کو نبیؐ کے عشق میں ہنس کر برداشت کیا مگر دین و اسلام کے دامن کو نہیں چھوڑا تھا۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک الخ

قرآنِ پاک کی یہ آیتِ کریمہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شان و عظمت اور ان کے فضائل و محاسن کی ایک روشن دلیل ہے —— اور سچ پُوچھو تو انہیں کی بدولت واقعہ بیعتِ رضوان وقوع پذیر ہُوا اور انہیں کی حمایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وفادار ساتھیوں اور اطاعت گزار غلاموں سے حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کیلئے جہاد پر بیعت لی۔ گذشتہ صفحات میں اس کی پُوری تفصیل و تفسیر گزر چکی ہے۔ قارئین کی یاد داشت کے لئے اس آیتِ پاک سے جو رموز و نکات واضح ہوتے ہیں اور حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی جو شان و فضیلت نمایاں ہوتی ہے دوبارہ پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے سفیر بن کر مکّہ مکرّمہ گئے تھے۔ اور سفیر کسی ایسے شخص کو ہی بنایا جاتا ہے جو اپنی حکومت کا پکّا اور سچّا وفادار ہو اور حکومتِ وقت کو اس پر مکمل اعتماد اور پختہ بھروسہ ہو۔

۲۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے اپنے ایک دستِ مبارک کے متعلق فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے —— اور نبی کا ہاتھ دستِ قدرت ہے لہٰذا دستِ عثمانؓ بھی دستِ قدرت ہُوا۔

۳۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ میرے بغیر خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا —— چنانچہ ایسا ہی ہُوا —— قریشِ مکّہ نے

کہا۔کہ تم اکیلے طواف کر سکتے ہو۔ تو اس عاشقِ صادق نے جواب دیا۔ کہ خدا کی قسم اپنے محبوبِ پاک کے بغیر عثمانؓ طواف کعبہ نہیں کرے گا۔ پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے یار کی پکی یاری۔ غلام کی وفاداری۔ دوست کی اطاعت شعاری اور اس کی محبت و عقیدت کو پوری طرح جانتے تھے ــــــ

۴۔ سیدنا عثمانِ غنی کو اگر کسی نے دکھ پہنچایا تو اس کے خلاف نبرد آزما ہونا مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر انہیں قتل کیا گیا تو پھر حکومتِ وقت پر ان کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے ــــــ

پھر ایسے مجسمۂ نیکی و شرافت ــــــ پیکرِ شرم وحیا اور کامل انسان کے ایمان میں شک کرنا خدا و رسول سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے ــــــ اور جس مردِ مومن نے اپنی ساری دولت دین واسلام کی خدمت کے لئے اور غریبوں اور مفلسوں اور یتیموں و مسکینوں کی دستگیری کے لئے وقف کردی ہو اور جو اپنی رقم اور اپنا غلہ حاجتمندوں میں تقسیم کرتے رہے ہوں اور جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہو اور جس کا خلق خلقِ محمدیؐ کی زندہ تصویر ہو اور جو ہر وقت اس انتظار میں رہتے ہوں کہ دین و ملت پر کوئی افتاد پڑے تو نبیؐ کے حکم کے مطابق اپنا تن من۔ دھن نچھاور کرکے دین و دنیا کی فلاح و سعادت حاصل کرے ایسی مقبولِ خدا اور منظورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہستی پاک پر نعوذ باللہ منافقت کا الزام لگانا اور اس کے دین و ایمان کے مقدس دامن پر طعن و تشنیع اور مکروہ و واہیات قسم کے داغ لگانے کی کوشش کرنا بے دینی نہیں تو اور کیا ہے اور دین و اسلام کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے ؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث نبویؐ میں!

شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ -

حضرتِ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-

کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مضطجعًا فی بیتہ کاشفا عن فخذیہ اوساقیہ - کہ ایک دن نبیٔ کریم علیہ السلام اپنے گھر میں اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی ران مبارک یا پنڈلیاں مبارک ننگی تھیں کہ حضرتِ ابوبکرؓ نے اجازت طلب کی۔ حضور علیہ السلام نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اور رسولِ پاک اُسی حالت بیں رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرتِ عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے اُنہیں بھی اجازت دے دی اور آپ پھر بھی اسی حالت میں رہے۔ پھر حضرت عثمانِ غنیؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو فجلس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فسوّی ثیابہ - تو رسولِ معظّم علیہ السلام اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے۔ یعنی اپنی برہنہ پنڈلیوں پر چادرِ مبارک دے دی ——

جب یہ تینوں حضرات چلے گئے۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میرا باپ ابوبکرؓ آیا تو آپ اسی حالت میں رہے اور پھر حضرت عمرؓ

کے لئے بھی۔ مگر جب حضرتِ عثمانِ غنیؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے کپڑے بھی ٹھیک کر لیئے اور اُٹھ کر بھی بیٹھ گئے۔ تو رسُولِ پاک علیہ السّلام نے فرمایا الا استحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ۔ کہ کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے خُدا کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس مردِ کامل کی تعظیم و توقیر فرشتے بھی کرتے ہیں کہ میں اس کی عزّت و آبرو میں کیوں فرق لاؤں ــــــ

اس حدیث پاک سے کوئی یہ شُبہ نہ کر بیٹھے کہ حضرتِ ابوبکرؓ اور جناب عمرؓ سے تو نبیٔ کریم علیہ السّلام نے شرم نہ کھائی اور ان کی تو تعظیم و ... نہ کی اور نہ ہی اُن کے منصبِ جلیلہ سے انہیں ہٹانے کی کوشش کرے۔ اس لئے کہ جہاں محبّت ہوتی ہے وہاں تکلّف نہیں کیا جاتا ــــ ان سے محبّت کا تقاضا تھا کہ کپڑا درست کرنے کا تکلّف نہ کیا اور حضرتِ عثمانؓ کے لئے ان کی طہارت و پاکیزگی اور شرم و حیا کو اور بھی روشن کرنا مقصود تھا۔ جیسا کہ دُوسری حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

ان عثمان رجل حییٌ وانی خشیت ان اذنت لہ علیٰ تلک الحال ان لا یبلغ الی فی حاجتہ۔ کہ تحقیق عثمانِ غنیؓ بہت ہی شرمیلے ہیں اور مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے اسے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی تو اپنی حاجت روائی کے لئے میرے پاس نہیں آئے گا ــــ غرضیکہ سیّد الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عثمانؓ کی فضیلت و عزّت اور تعظیم و توقیر کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ان کی شرم و حیا کی صفت کو فرشتوں کے لئے بھی باعثِ رشک بنا دیا اس لئے کہ اِنَّ الْحَیَا صِفَۃٌ

جمیلۃٌ من صفاتِ الملائکۃ ۔ کہ حیا فرشتوں کی صفاتِ حسنہ میں سے ایک اچھی صفت ہے لیکن میرے عثمانؓ کی حیا ایسی ہے کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ــــــ

حدیثِ رسولِ مقبول علیہ السلام سے جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سیدنا عثمانِ غنیؓ مجسمۂ حیا ہیں۔ پیکرِ حیا ہیں اور مرکزِ حیا ہیں تو آؤ اب احادیثِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حیا کی تعریف سُنیں ۔ اور پھر حق و انصاف کی نگاہ سے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ اس شکِ ملائکہ کی شان و عظمت کی شمع کو پھونکیں مارنے والے یہ شیعہ حضرات کہاں تک بھٹکے ہوئے ہیں ــــــ

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۸۶ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۱ ۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحیا من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاءُ من الجفاء والجفاء فی النار ۔ کہ حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں ہے ۔ مطلب یہ کہ حیا دار اور شرم و غیرت رکھنے والا مسلمان جنتی ہے اور بے حیا آدمی جہنم میں جائیگا!

مسلم شریف ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۱ ۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۳ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ الحیا لا یاتی الا بخیر ۔ دوسری روایت میں ہے الحیا خیر کلہ ۔ کہ حیا والا مسلمان جب بھی کوئی کام کرے گا ۔ اچھا ہی کرے گا ۔ یعنی حیا کرنے والا سوائے نیکی و بھلائی کے اور کوئی کام نہیں کرتا اور حیا تمام کی تمام نیکی ہی نیکی ہے ۔ بھلائی ہی بھلائی ہے ۔

اور ایمان ہی ایمان ہے ۔۔۔۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۲ - ابن ماجہ شریف - حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاءُ - کہ ہر دین کی کوئی صفت اور خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت اور خصلت حیا ہے ۔۔۔۔

مذکورہ بالا احادیث مصطفٰے علیہ السلام سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شرم و حیا رکھنے والے مسلمان سے کبھی برائی نہیں ہو سکتی اور اس کا ہر عمل رضائے خداوندی کے عین مطابق ہوگا اور اس کا ہر قدم اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ دین وشریعت اور حق وہدایت کی تفسیر ہوگا - اس لئے کہ جب کسی مردِ مومن میں حیا و شرم کی اعلیٰ صفات پیدا ہو جاتی ہیں تو پھر وہ جب غائب الغائب خدا سے ڈر کر کوئی بُرا کام نہیں کرتا تو وہ یہ کیسے قبول کرے گا کہ دُنیا کے انسان اس کی کسی بے حیائی پر اسے لعن طعن کریں ۔۔۔۔

یہ تو ایک عام مسلمان کی شان ہے تو وہ عثمانِ غنیؓ جس کی شرم و حیا فرشتوں کے لئے بھی باعثِ رشک ہو اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔

۱ - حیا ایمان سے ہے اور مومن جنّت میں جائے گا اور حضرتِ عثمانِ غنیؓ کامل الحیاء والا یمان ہیں -

۲ - حیا اسلام کی صفت اور خصلت ہے - اور عثمانِ غنیؓ مجسمۂ حیا ہیں۔

۳ - حیا میں نیکی ہی نیکی ہے - اور عثمانِ غنیؓ پیکرِ حیا ہیں !

۴ - حیا فرشتوں کی صفات میں سے ایک اچھی صفت ہے - اور عثمانِ غنیؓ مرکزِ حیا ہیں -

بُخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۲ ۔ حضرتِ ابی عمرو القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا۔ من یحفر بر رومۃ فلہ الجنۃ فحفرھا عثمان وقال من جھز جیش العسرۃ فلہ الجنۃ فجھز عثمانؓ ـــــ کہ آج جو بھی بئرِ رومہ کے کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا۔ اس کے لئے جنّت ہے[۱] اور جس نے بھی جیش العسرۃ یعنی تنگی و تنگدستی کی جنگ یعنی جنگِ تبوک کے لئے تیاری کی اس کے لئے بھی جنّت، ہے ۔

ترمذی شریف جلد صفحہ ۲۱۱ ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱ ۔ حضرتِ عبدالرّحمٰن بن خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مَیں امام الانبیاء علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا وَھُوَ یُحُثُّ عَلیٰ جیش العسرۃ اور حضور علیہ السّلام جیش العسرۃ کی تیاری کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دلا رہے تھے کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عَلَیَّ مِائَۃُ بعیر باحلاسھا واقتابھا میرے ذمہ ایک سَو اُونٹ بمع اُن کے تمام ساز و سامان کے نبیٔ کریم علیہ السّلام نے پھر ترغیب دلائی ۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ پھر کھڑے ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے ذمہ دو سَو اُونٹ بمع ساز و سامان کے ۔ حضور علیہ السّلام نے پھر ترغیب دلائی ۔ حضرتِ عثمان غنیؓ پھر کھڑے ہُوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے ذمہ تین سَو اُونٹ بمع ساز و سامان کے ۔ حضرت عبدالرّحمٰنؓ فرماتے ہیں ۔ رأیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] حضرتِ عثمانِ غنیؓ نے وہ کنوآں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ۔

ینزل عن المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ۔
کہ میں نے دیکھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک سے نیچے اتر رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ آج کے بعد حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بعد اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یعنی اس نیکی کے بعد حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جو بھی چاہے کرے اُس کے اعمالِ حسنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ جیسا کہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لئے یہ انعام ملا۔ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ کہ اس کے بعد تم جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱۔ حضرتِ عبدالرحمٰن ابن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالف دینار فی کمہ حین جھز جیش العسرۃ فنثرھا فی حجرہ فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقلبہا فی حجرہ وھو یقول ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین۔ کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم علیہ السلام کے پاس آئے جبکہ حضور علیہ السلام غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار نبیٔ پاک علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دئے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا وہ اس رقم کو اپنے دامنِ اقدس میں اُچھال رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج کے بعد حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا ہر عمل نیک ہی ہوگا اور کوئی چیز اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

بخاری شریف جلد۱ صفحہ ۵۲۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸۔ حضرتِ ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں۔ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ انصار کے کسی بستان میں گیا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور حکم فرمایا کہ بغیر اجازت کے کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ فجا رجل فضرب الباب۔ پس ایک آدمی آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ جواب ملا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ قال ائذن له وبشره بالجنه۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اور ساتھ ہی اسے یعنی ابوبکرؓ کو جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ اور پھر عمرؓ کے لئے بھی ایسا ہی فرمایا اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے لئے بھی۔ گویا کہ درِ جنت کھلا ہے جو آئے گا اسے جنت کی خوشخبری دی جائیگی۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا۔ علی بلوی تصیبه یعنی اس پر عظیم مصائب نازل ہونگے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو فحمد الله ثم قال الله المستعان کہ اللہ نگہبان ہے ——

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۲۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَۃِ رَجُلٍ لِیُصَلِّیَ عَلَیْہِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا رَاَیْنَاکَ تَرَکْتَ الصَّلٰوۃَ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلَ ھٰذَا قَالَ اِنَّہٗ یُبْغِضُ عُثْمَانَ فَاَبْغَضَہُ اللّٰہُ۔ حضرتِ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کا جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا —— غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس سے پہلے تو ہم نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کا جنازہ نہ پڑھایا ہو۔ تو نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عثمانِ غنیؓ کے بارے میں بُغض رکھتا ہے۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بُغض رکھتا ہے۔ اگر بُغضِ علی کفر

ہے تو بغضِ عثمان رضؓ بھی کفر ہے ———

غزوہ تبوک اس وقت پیش آیا جبکہ مسلمانوں کے پاس نہ کوئی سامانِ خوراک تھا اور نہ ہی سامانِ جنگ۔ نہ ہی ان کے پاس گھوڑے تھے اور نہ ہی تلواریں تھیں۔ شدت کی گرمی تھی اور تنگی و عسرت و کا زمانہ تھا۔ قرآنِ پاک میں اس کی تصویر یوں ہے :۔

ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون۔ اور ان پر بھی کوئی الزام نہیں ہے جو مسلمان تیرے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں بھی سواریاں دو تاکہ ہم بھی جہاد کریں تو تُو نے کہا کہ میرے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ تمہیں دوں پھر وہ واپس لوٹ گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس افسوس میں کہ ہمارے پاس بھی سواریاں ہوتی اور خرچ ہوتا —

اور صرف یہی نہیں تھا کہ ان کے پاس لڑنے کا سامان نہیں تھا۔ بلکہ قحط سالی تھی اور مسلمانوں کو کئی کئی دن تک کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا۔ اس لئے اس غزوہ کو جیش العسرۃ کہا جاتا ہے ———

لیکن جب نبیٔ کریم علیہ السّلام نے منبر پاک پر کھڑے ہو کر مصارفِ جنگ کے لئے اعلان فرمایا اور جہاد کی ترغیب دلائی تو حضرتِ عثمانِ غنی رضؓ نے ایک ہزار اُونٹ۔ پانچسو گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد حضورِ اقدس کی خدمت میں پیش کئے گویا کہ مصارفِ جنگ کا آدھا خرچ حضرتِ عثمانِ غنی رضؓ نے برداشت کیا۔ پھر مدینہ منوّرہ میں سوائے بئرِ رومہ کے جو کہ ایک یہودی کی ملکیت تھا کہیں بھی پینے کے لئے صاف

اور میٹھا پانی نہیں تھا۔ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اس کنوئیں کو بیس ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا ـــــ

تاریخ الخلفا صفحہ ۵۵۔ بحوالہ ابن سعدؒ استخلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المدینۃ فی غزوتہ الی ذات الرقاع۔

غزوہ ذات الرقاع کے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ والوں کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا ـــــ

غزوہ تبوک میں نبی کریم علیہ السلام نے حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تھا اور غزوہ تبوک میں حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو اگر اس لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت مانی جاتی ہے۔ تو حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شان بھی کم نہیں ہے ـــــ

آپ کے ذُوالنّورین ہونیکی وجہ تسمیہ

احادیث:۔ تفاسیر اور تواریخ کی کتابوں میں بہ صراحتًا موجود ہے۔ کہ حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ذُوالنّورین ہے یعنی دو نور والا ـــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں اور آپ نے ذوالنّورین لقب پایا۔

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۳۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲۔ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اما تغیّبہ عن بدر فانہ کانت تحتہ رقیّہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت مریضۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لک اجر رجل ممن شہد بدر۔ ترجمہ:۔ کہ حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ جنگِ بدر میں اس لئے شریک نہ

ہو سکے، کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی جو اُن کی زوجہ محترمہ تھی بیمار تھی۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال کرو۔ اور تمہیں اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا ۔۔۔۔

تاریخ الخلفاء بحوالہ بیہقی صفحہ ۱۰۵۔ حضرتِ عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسین الجعفی نے کہا کہ تو جانتا ہے حضرتِ عثمانِ غنیؓ کو ذُوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ مَیں نے کہا نہیں۔ تو اُنہوں نے کہا لم یجمع بین ابنتی نبی منذ خلق اللہ آدم الی ان تقوم الساعۃ غیر عثمان۔ کہ حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک سوائے حضرتِ عثمانؓ کے کوئی انسان ایسا نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اس کے نکاح میں آئی ہوں ۔۔۔۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵۔ وتزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل النبوۃ وماتت عندہ فی لیالی غزوۃ بدر فتاخر عن بدر ۔۔۔۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی جناب رقیہؓ کا نکاح پہلے عثمانِ غنیؓ سے کیا اور وہ جنگِ بدر کے موقعہ پر فوت ہوگئیں۔ چونکہ وہ بیمار تھیں اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال کرو اور جتنا ثواب و اجر جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا اتنا ہی تمہیں ملے گا۔ جس دن خوشخبری فتح کی پہنچی اس دن حضرت رقیہؓ کو دفن کیا گیا ۔۔۔۔

فزوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا ام کلثوم۔ پھر اس کے بعد نبی پاک علیہ السلام نے اپنی دوسری صاحبزادی اُمّ کلثوم کا نکاح ان سے کر دیا ۔۔۔۔

صفحہ ۱۰۵۔ ابن عساکر کے حوالہ سے حضرتِ علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا

کہ حضرتِ عثمانؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ فقال ذالك امرء يدعى في الملاء الا علىٰ ذوالنورين كان ختن رسول الله علىٰ ابنتيه حضرتِ علیؓ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آسمانوں پر بھی ان کا لقب ذوالنورین ہے اور نبیٔ کریم علیہ السّلام کی دو صاحبزادیوں کی بدولت حضور علیہ السّلام کے داماد ہیں ——

تاریخ الخلاء صفحہ ۱۰۸۔ بحوالہ طبرانی حضرت عصمتہ بن مالک، فرماتے ہیں لما ماتت بنت رسول الله صلّى الله عليه وسلم تحت عثمان قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم زوجوا عثمان لو كان لى ثالثة لزوجته وما زوجته الى بالوحى من الله —— کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کی دوسری صاحبزادی بھی جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھی فوت ہوگئی تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی اس کے بعد ہوتی تو میں وہ بھی اللہ کے حکم اور منشائے الٰہی کے تحت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا ——

صفحہ ابن عساکر کے حوالہ سے اور حضرتِ علیؓ کی زبانی فرماتے ہیں میں نے نبیٔ کریم علیہ السّلام سے سُنا يقول لعثمان لو ان لى اربعين ابنتة زوجتك واحدة بعد واحدة۔ کہ آپ نے عثمان غنیؓ سے فرمایا کہ اگر میری چالیس ۴۰ بیٹیاں بھی ہوتیں تو ایک کے بعد دُوسری اور دُوسری کے بعد تیسری تیرے نکاح میں دے دیتا ——

ان روشن حقائق کے باوجود بھی شیعہ حضرات کی علمی بددیانتی اور جہالت ہے کہ یہ لوگ بغضِ عثمانؓ میں اتنے گمراہ ہو چکے ہیں کہ رسولِ معظّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صرف ایک صاحبزادی یعنی حضرتِ خاتونِ جنت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی دوسری تین لڑکیوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کی اپنی معتبر کتابوں سے نبی کریم علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں ثابت ہیں ــــــ

اصولِ کافی جلد ۱ صفحہ ۴۳۹ ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد یعقوب ابن الاسحاق الکلینی الرازی۔ وتزوج خدیجۃ فولد لہ منہا قبل مبعثہ القاسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد لہ بعد المبعث الطیب والطاہر وفاطمہ علیہا السلام ــــــ کہ نبی پاک علیہ السلام نے حضرتِ خدیجہؓ سے نکاح کیا اور مبعوث ہونے سے پہلے جناب خدیجہؓ کے بطنِ پاک سے قاسم۔ رقیہ۔ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد از مبعث طیب۔ طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے ــــــ

حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۸۸ مطبوعہ طہران۔ ملا باقر مجلسی بسندِ معتبر از حضرتِ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ از برائے رسولِ خدا علیہ السلام از خدیجہؓ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب ــــــ و فاطمہؓ را بحضرت امیر المومنین تزویج نمودند و تزویج کرد با بوالعاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را۔ و بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ بخانہ (نعوذ باللہ) آں ملعون برود برحمت الٰہی واصل شد و بعد از او حضرت رقیہ را باو تزویج نمود ــــــ

حضرتِ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایتِ معتبر ثابت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے نبی کریم علیہ السلام کے لئے طاہر۔ قاسم۔ فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ اور زینب پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ کا نکاح امیر المومنین حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا اور زینبؓ کا

نکاح ابوالعاصؓ سے کر دیا اور اُمِّ کلثومؓ کا نکاح عثمانؓ بن عفان سے کیا، اور ابھی وہ عثمانؓ ملعون نعوذ باللہ۔ استغفراللہ کے گھر نہ گئی تھیں کہ فوت ہوگئیں اور اس کے بعد حضرتِ رقیہؓ کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیا ——

شیعہ مجتہدین نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور یہ بھی مان لیا ہے کہ حضور علیہ السّلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرتِ عثمانؓ بن عفان کے نکاح میں آئیں۔ یعنی اُمِّ کلثومؓ و رقیہؓ۔ لیکن کسی سوقیانہ انداز سے تسلیم کیا ہے —— ذرا شیعہ مجتہدین کی غلیظ زبان ملاحظہ ہو۔ کہ عثمان غنیؓ کو یعنی دامادِ مصطفٰے علیہ السّلام کو ملعون لکھا ہے —— ذرا اپنے آپ کو شیعہ پاک ٹولہ کہنے والوں کی زبان تو دیکھو کتنی گندی۔ غلیظ اور ناپاک ہے ——

نہج البلاغۃ خطباتِ علی المرتضیٰؓ جلد ا صفحہ ۴۷ و۳ ۔ وما فضلیۃ علیھما فی الصھر فلانہ تزوج ببنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ وام کلثوم توقیت الاولٰی فزوجہ النبی بالثانیۃ ولذا سمی ذا النورین —— کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی ابوبکرؓ و عمرؓ رشتہ کے لحاظ سے اس لئے فضیلت زیادہ ہے کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام دو صاحبزادیاں یعنی رقیہؓ و اُمِّ کلثومؓ ان کے نکاح میں دیں۔ پہلی فوت ہوئی تو دوسری بیٹی کا نکاح کر دیا۔

ذرا امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلّم کی تقسیم پر تو غور کرو۔ کہ حضور علیہ السّلام نے کس انداز اور احسن طریقہ سے حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور حضرتِ عمر فاروقؓ کو سسر بنا لیا۔ اور حضرتِ علی المرتضیٰؓ اور حضرتِ عثمان غنیؓ کو داماد —— جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے اور فریقین کی کتابوں سے پوری طرح ثابت ہے تو پھر ان میں جھگڑا کیسا —— لڑائی کیوں ——

مخالفت کہاں کی ___ دشمنی کیا اور رنجش کیسی ___ یہ سب کچھ موجودہ ذاکروں کی من گھڑت کہانیاں ہیں اور شیعہ علماء کے فرضی افسانے ہیں ___ اس لئے کہ قرآنِ پاک تو اعلان کرتا ہے کہ رحماء بینھم۔ کہ یہ تمام لوگ آپس میں رحیم تھے۔ یار تھے۔ دوست تھے اور ساتھی تھے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ وہ آپس میں لڑتے تھے ___ جھگڑتے تھے ___ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور مخالف تھے ___

بھلا کہاں قرآن اور کہاں ذاکروں کا ہذیان ___

قرآن پاک میں ہے :۔

قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ۔ کہ اے میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو فرما دو۔

ازواج اور بنات دونوں صیغے جمع کے ہیں اور جمع کم ازکم تین سے شروع ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ لہٰذا قرآنِ پاک سے بھی ثابت ہے کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک صاحبزادی نہیں تھی بلکہ زیادہ تھیں۔ یعنی چار تھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شہادت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ

بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۳۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحُدا ومعہ ابوبکر وعمر وعثمان فرجف فقال اسکن اُحُدُ اظنہ ضربہ برجلہ فلیس علیك الا نبی وصدیق وشہیدان ___ نبی کریم علیہ السلام حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے ہمراہ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ جلالِ نبوتؐ اور رُعبِ رسالتؐ کے باعث اُحد پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا۔ اُحد ٹھہر جا اس لئے کہ تجھ پر ایک نبیؐ ہے۔ ایک صدیقؓ ہے۔ اور دو شہید ہیں۔ یعنی عمرؓ و عثمانؓ ___ پہاڑ ٹھہر گیا۔

بخاری شریف کی اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نبیٔ کریم علیہ السلام نے حضرتِ امامِ حسینؓ کی شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی تھی اسی طرح حضرت عثمانِ غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی پہلے دے دی تھی ___ اور پھر جب باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا تو اُس وقت بھی آپ نے فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ایک دن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم علی ثبیر مکۃ ومعہ ابوبکر وعمر وانا اور حضورؐ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور میں تھا ___ فتحرك الجبل ___ پس پہاڑ حرکت میں آگیا یہاں تک کہ اس کے پتھر گرنے لگے۔ تو حضورؐ علیہ السلام نے اپنا پاؤں مبارک مار

کر فرمایا —— اُسکن ثبیر فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان۔
کہ اَے ثبیر ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبیؐ ہے۔ ایک صدیقؓ ہے اور دو شہید ہیں۔
تمام نے کہا کہ ہاں —— تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔
ورب کعبۃ انی شہید ثلاثا کہ ربِّ کعبہ کی قسم میں شہید ہوں۔ اور
یہ الفاظ تین بار کہے[1]۔ سیّدنا عثمانِ غنیؓ کی شہادتِ پاک کے اسباب پر
اگر غور و فکر کیا جائے۔ تو میرے نزدیک صرف ابنِ سبا کی وہ تحریک
ہے جو اس نے اسلام کے خلاف منظّم طریقہ سے محبّتِ اہلِ بیعت، کا لبادہ اوڑھ
کر چلائی تھی۔ یہ مکّار و عیّار اور دشمنِ اسلام ظاہر میں مسلمان ہو چکا تھا،
لیکن اس لیئے نہیں کہ اس دینِ فطرت کی کوئی خدمت کرے بلکہ محض اس
لیئے کہ مسلمان ہو کر گھر کا بھیدی ہو جاؤں گا اور پھر اسلام اور اہلِ اسلام
کو ہر قدم پر نقصان پہنچا کر اپنے شیطانی جذبہ کی تکمیل کر سکوں گا۔ نبیٔ اکرم۔
صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کے زمانہ مبارک تک اس کی ابلیسانہ چالیں
دبی رہیں مگر حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے عہدِ خلافت میں حالات نے پلٹا کھایا تو اُسے
بھی اپنی شیطانی سیاست چلانے کا موقعہ مل گیا ——

ابنِ سبا مدینہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور حکیم بن جبلہ کے پاس ٹھہرا۔
اس کا کام ذمّیوں کو لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں
ابنِ سبا نے حکیم بن جبلہ کے ذریعہ سے اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت
تیار کر لی۔ اور اس طرح یہ صنعا کا یہودی جو بظاہر مسلمان ہو چکا تھا
محبّتِ آلِ رسول کے لباس میں اب کھل کر میدان میں آ گیا اور اسلام
نے جو کاری ضرب یہودیوں پر لگائی تھی اس کا انتقام لینے کے لیئے اپنے

---

[1] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۳ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱

اپنے فتنہ پرور نظریات اور باطل اعتقادات کی تبلیغ کرنے لگا۔ یہودی نژاد ابنِ سبا کے نظریات و اعتقادات یہ تھے:۔

۱۔ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی حضرتِ عیسٰی السّلام کی طرح دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے۔

۲۔ نبی کا ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور رسولِ پاک کے وصی حضرتِ علیؓ ہیں۔

۳۔ امام الانبیا صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم الانبیا ہیں اور حضرتِ علی خاتم الاوصیا ہیں۔

۴۔ خلافت کے حقدار صرف حضرتِ علیؓ تھے۔ یہ ظلم ہے کہ انہیں خلافت سے ابھی تک محروم رکھا جارہا ہے۔

۵۔ حضرتِ عثمانؓ کو قتل یا معزول کرکے حضرتِ علیؓ کو خلیفہ بنایا جائے!

بس یہاں سے شیعہ تحریک کی ابتدا ہوتی ہے جو آج تک انہیں اعتقادات و نظریات کی بُنیاد پر کام کر رہی ہے اور اسی تحریک کو آہستہ آہستہ مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ اصحابِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت ان سے بُغض و عناد اور نفرت و عداوت کا اصلی سبب بھی ابنِ سبا کی اصحابہ کرامؓ بالفاظِ دیگر اسلام دُشمنی کی خُفیہ اور منظّم سازش ہے۔ آخر اس مکّار و عیّار کی شیطانی چالیں کام آگئیں اور پھر عثمانِ غنیؓ یعنی دین و اسلام کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھے اور کوفہ بصرہ اور مصر کے باغی حجِ بیت اللہ کا بہانہ بنا کر مدینہ منوّرہ کی جانب روانہ ہوگئے ____

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سازشی و باغی گروہ میں خلافت پر اتفاق

نہ ہو سکا۔ کوفی حضرتِ زبیرؓ کو۔ بصری حضرت طلحہؓ کو اور مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اس سازش و بغاوت کا سرغنہ تو ابنِ سبا تھا اور جو لوگ اس میں شریک ہو کر مدینہ آئے تھے ان میں حکیم بن جبلۃ العبدی جس کے پاس سب سے پہلے ابنِ سبا جا کر ٹھہرا تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ کنانہ ابن بشر۔ ابن عابیس العلوی اور سدوسی بن عبس التنی تھے باغیوں نے پہلے مسجدِ نبوی میں جمعہ کے خطبہ کے دوران خلیفۃ المسلمین پر پتھر برسائے۔ لیکن حضرتِ علی المرتضیٰؓ نے انہیں واپس کر دیا۔ لیکن دوسرے دن باغیوں نے حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرتِ علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم واپس کیوں آگئے ہو؟

اُنہوں نے جواب دیا خلیفہ نے اپنے غلام کے ہاتھ مصر کے عامل کے نام ایک خط لکھا ہے کہ جونہی یہ لوگ مصر آئیں انہیں قتل کر دیا جائے اور یہ ہے غلام۔ یہ ہے عثمانؓ کا اونٹ اور یہ ہے خط ـــــ

حضرتِ علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے امیر المومنینؓ سے اس خط کی بابت پوچھا۔ آپ نے قرآنِ پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھائی۔ کہ یہ خط نہ میں نے لکھا ہے اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے ـــــ

لیکن باغی پوری تیاری اور اٹل ارادہ سے آئے تھے اُنہوں نے کہا کہ جس انسان کا یہ حال ہو کہ اسے نہ اپنی مہرِ خلافت کا پتہ ہو وہ خلافت کا اہل نہیں ـــــ بہتر یہ ہے کہ آپ خود بخود خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا ـــــ اللہ تعالیٰ نے جو خلعت مجھے پہنائی ہے میں اسے خود نہیں اُتاروں گا۔ باغیوں نے پھر کہا اگر تم خلافت نہ چھوڑو گے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے اور راستہ روکنے والوں کا بھی مقابلہ

کریں گے! امیرالمومنین نے فرمایا۔ مَیں اپنی جان دے دُوں گا مگر خلافتِ الٰہیہ سے کنارہ کش نہیں ہوں گا ——

اور تمہارے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ مَیں کسی کو تمہارے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں دُوں گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک اسلام کا شیرازہ بکھرا ہی رہے گا۔

اور پھر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی ——

مَیں تمہیں حلف دے کر پُوچھتا ہُوں اور قرآن و اسلام کو گواہ بنا کر دریافت کرتا ہُوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے، تو مدینہ میں بئرِ رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا اور نبیٔ کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو بھی اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے گا۔ وُہ جنّتی ہے تو مَیں نے اسے خرید کر وقف کر دیا اور آج تم مجھے اس کنوئیں سے پانی نہیں پینے دیتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مَیں نے جیش العسرۃ کا پُورا سامان کیا تھا —— کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے جب مسجد کی وُسعت کے لئے فرمایا کہ کون ہے جو زمین کا ٹکڑا خرید کر اپنا گھر بہشت میں بنائے تو مَیں نے ایسا کیا۔ اور کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک دن مَیں۔ ابُوبکرؓ اور عمرؓ رسُولِ معظّم کے ساتھ کوہِ حرا پر چڑھے۔ پہاڑ حرکت کرنے لگا تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔ کہ اے حرا ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ پھر ان لوگوں سے خدا و اسلام کو گواہ بنا کر پُوچھتا ہُوں جو بیعتِ رضوان میں موجُود تھے کہ جب حضور علیہ السّلام نے مجھے مشرکینِ مکّہ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا

تو آپ نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت لی تھی۔ تمام نے ہر بات کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ نے فرمایا سب نے درست تسلیم کیا مگر پھر بھی ان پتھر دل باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔[۱]

حضرت علی المرتضیٰؓ کو جب یہ بات پہنچی کہ باغی عثمانِ غنیؓ کو شہید کرنا چاہتے ہیں فقال للحسن والحسین اذھبا بسیفکما حتی تقوما علی بابِ عثمان فلا تدعا احداً یصل الیہ۔ تو آپ نے حضرتِ حسنؓ و حسینؓ کو فرمایا کہ تلواریں پکڑ کر عثمانِ غنیؓ کے مکان کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور کسی کو ان تک نہ پہنچنے دینا۔[۲]

ان کے علاوہ زبیرؓ نے اپنے بیٹے کو۔ طلحہؓ نے اپنے لڑکے کو اور بہت سے اصحابِ رسول نے اپنے اپنے صاحبزادوں کو حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی حفاظت کے لئے بھیجا۔

جب بلوائیوں نے یہ کیفیت دیکھی اور امیرالمومنین کی حفاظت و مدد کے لئے ہاشمی جوانوں کو دیکھا تو انہوں نے حضرتِ عثمانؓ کے مکان پر تیر چلانے شروع کر دئے اور پہلا تیر حضرتِ حسنؓ کے بازو پر لگا جس سے ان کا خون بہنے لگا اور دوسرا تیر محمد بن طلحہؓ کو لگا اس کا بھی لہو نکل آیا اور تیسرا قنبر کے بدن پر لگا جو حضرتِ علی المرتضیٰؓ کا غلام تھا۔ باغیوں نے جب حضرتِ حسنؓ کا خون بہتے دیکھا تو انہیں خوف ہوا۔ کہ اگر بنی ہاشم حسنؓ کے خون اور حسینؓ کے زخم کو دیکھیں گے۔ تو ہمارے مقابلہ کو نکل آئیں گے اور پھر ہم اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں

---

[۱] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ - الریاض النضرہ ابی جعفر احمد الشہیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ - [۲] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۱۳ الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ -

ہوسکیں گے تو وہ مکان کی پچھلی جانب سے دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گئے[۱]۔ سب سے پہلے محمد بن ابو بکر نے خلیفۃ المسلمینؓ کی ریش مبارک پکڑی آپ نے فرمایا۔ بھتیجے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ محمد بن ابو بکر کو حیا آ گئی۔ وہ نکل گیا اور پھر نظر نہیں آیا۔ پھر تلوار کا پہلا وار کنانہ بن بشر نے کیا ——

آپ قرآنِ پاک کی تلاوت کر رہے تھے —— آپ کی وفادار زوجہ محترمہ حضرت نائیلہ پاس بیٹھی تھی —— اس نے اپنے ہاتھ پر تلوار کا وار روکا —— تینوں انگلیاں کٹ گئیں —— اِدھر آپ کی زبانِ پاک قرآنِ مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہی تھی فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم اُدھر اس ظالم کا دوسرا وار ہُوا ——

آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا —— گردن کٹ گئی ——

اور خون کے قطرے قرآنِ پاک پر پڑے —— دو دن تک نعش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی —— پھر اس فرمانروائے اسلام اور محسنِ اسلام کو بغیر غسل کے انہیں خون آلود کپڑوں میں جنت البقیع کے قریب حشِن کوکب میں دفن کر دیا گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون

یہ حسنِ اتفاق ہے کہ امیر المومنین حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت بھی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ہوئی اور آج جبکہ میں نے آپ کی شہادتِ پاک کا مضمون ختم کیا ہو۔ تو بھی ۱۸ ذی الحجہ اور جمعہ کا دن ہے ——

سوال پیدا ہوتا ہے کہ باغیوں کے بار بار کہنے پر کہ خلافت سے

---

[۱] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲ ۔ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ ۔

دستبردار ہو جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرتِ عثمانِ غنیؓ انہیں فرماتے ہیں کہ میں جان دے دوں گا مگر خلافتِ اسلامیہ سے دستبردار نہیں ہوں گا اور مجھے جو خلعت پہنائی گئی ہے جیتے جی اسے نہیں اتاروں گا کیا انہیں خلافت کی اتنی ہی ہوس تھی کہ بارہ۱۲ سال میں بھی پوری نہ ہوئی تھی؟

جواب یہ ہے کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا ـــــ نہ تو انہیں خلافت کی حرص تھی اور نہ ہی حکومت کی ہوس ـــــ بلکہ وہ تو فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا کر رہے تھے ـــــ اور انہیں اپنی جان پیاری نہیں تھی نبی کا فرمان عزیز تھا ـــــ اور وہ فرمانِ مصطفےٰ یہ ہے ــ

مشکوٰۃ شریف صفحہ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ اُمّ المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا لعل اللہ یقمصك قمیصا فان ارادوك علی خلعہ فلا تخلعہ لھم ـــــ کہ خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ پس اگر لوگ تجھے وہ قمیص اتارنے کو کہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔ یعنی خلافت و نیابت تجھے عطا ہوگی اور لوگ تجھ سے اس منصب سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کریں گے مگر دستبردار نہ ہونا ـــــ

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ ـــــ حضرتِ ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد پیدا ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا فَقَالَ یُقْتَلُ ھٰذَا فِیْھَا مَظْلُوْمًا لِعُثْمَانَ ـــــ پھر فرمایا کہ ان فتنوں میں یہ عثمان مظلومیت کی حالت میں قتل ہوگا۔ ابی سہلہ جو کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کا غلام تھا کہتا ہے کہ جس دن ان کا محاصرہ کر لیا گیا اُس دن اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ

میں نے تو اُس دن کے لئے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وعدہ کیا تھا۔ کہ جنگ وجدال نہیں کروں گا، اس لئے میں صابر ہُوں اور صبر ہی کروں گا۔

اور پھر ایسا ہی ہُوا ——— کئی دن تک پانی بند رہا مگر اُف تک نہ کی ——— پندرہ دن تک محصُور رہے لیکن مطمئن رہے، گردن کٹوا لی مگر مقابلہ نہیں کیا ——— جان دے دی۔ لیکن عہد نہیں توڑا ——— شہید ہو گئے۔ مگر فرمانِ مصطفٰے کے خلاف نہیں کیا ———

حضرتِ عثمانِ ذُوالنّورین کی شہادت سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرتِ علی المرتضٰی نے آخری وقت تک ان کی حفاظت کی اور انہیں بچانے کی ہر ممکن کوششیں کی، یہانتک کہ اپنے دونوں شہزادوں حسنؓ و حسینؓ کو تلواریں دے کر ان کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے کوئی دُشمن ——— کوئی باغی اور ظالم عثمانؓ کے قریب نہ جائے ———

شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا یہ آپس میں مخالفت۔ دُشمنی۔ نفرت اور عداوت کی دلیل ہے یا باہمی محبّت و پیار۔ اُلفت و یگانگت اور اتفاق و سلُوک کا ثبوت ہے؟ ———

اپنے دُشمن کی حفاظت۔ اپنے مخالف کی حمایت۔ اپنے بدخواہ کی طرفداری اور اپنے مقابل کی خیر خواہی کون کرتا ہے؟ ———

یہاں تک کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضٰیؓ نے اپنے شہزادوں حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا کَیْفَ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْتُمَا عَلَی الْبَابِ ——— کہ تمہارے دروازہ پر پہرہ دینے کے باوجُود امیرالمومنینؓ کیسے قتل ہو گئے۔ وَرَفَعَ یَدَہٗ فَلَطَمَ الْحَسَنَ وَضَرَبَ

صَدْرَ الحُسَیْنِ وَ شَتَمَ مُحَمَّدَ بن طلحہ وعبد اللہ بن الزبیر۔
اور غصہ میں حضرتِ حسنؓ کے منہ پر طمانچہ اور حضرتِ حسینؓ کے سینہ پر تھپڑ مارا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن الزبیر کو برا بھلا کہا۔[1]

شہادت عثمانؓ اور شہادت حسینؓ

شہادتِ امامِ حسینؓ اور شہادتِ عثمان غنیؓ کا اگر بغض وعناد اور کینہ وتعصب سے دُور رہ کر موازنہ کیا جائے تو دونوں میں کئی طرح کی مناسبت پائی جاتی ہے:۔

۱۔ حضرتِ حسینؓ کی شہادت کی خبر بھی رسولِ پاک نے پہلے ہی دے دی تھی۔ جنابِ عثمانِ غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی نبیٔ کریم علیہ السلام نے پہلے ہی دے دی تھی۔۔۔۔۔

۲۔ حضرتِ حسینؓ بھی انتہائی مظلومیت کے عالم میں شہید ہوئے اور

۳۔ جنابِ عثمانِ ذوالنورین بھی اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جنابِ حسینؓ پر بھی پانی بند کیا گیا اور حضرتِ عثمانِ غنیؓ پر بھی!۔۔۔۔

۴۔ ان کے خیموں کا محاصرہ کیا گیا اور ان کے مکان کا۔۔۔۔

۵۔ ان کے خیمے جلائے گئے اور ان کا گھر نذرِ آتش کیا گیا۔۔۔۔

۶۔ حضرتِ حسینؓ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن اور جنابِ عثمان غنیؓ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن۔۔۔۔

۷۔ نواسۂ رسول کے گلے پر خنجر چلا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور دامادِ رسول کی گردن پر تلوار چلی تو وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔۔۔۔

۸۔ سبطِ پیمبر کے خون کے قطرے کربلا کے میدان میں گرے اور رفیق

---

[1] تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۳ ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶

پیغمبر کے لہو کے چھینٹے خدا کے قرآن پر گرے ———

۹ - اُن کے غم میں بھی فرشتوں نے سوگ منایا۔ اور اُن کے قتل پر بھی ملائکہ نے افسوس کیا ———

۱۰ - علیؓ کے لال کی شہادت پر بھی جنّوں نے نوحہ کیا اور نبیؐ کے یار کی موت پر بھی جنّوں نے آہ و بکا کی ———
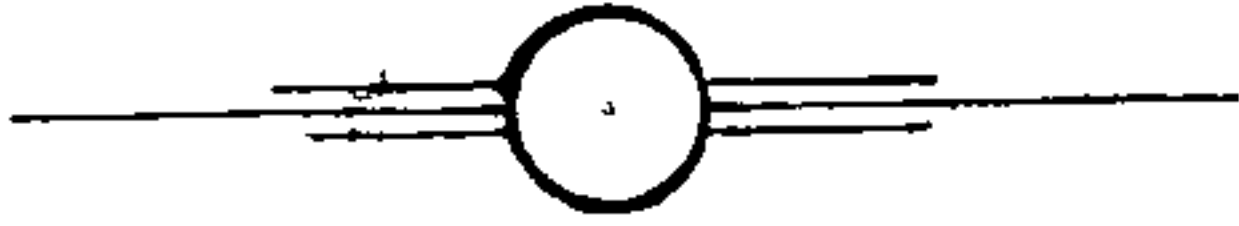
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مدحِ اصحابہ کرامؓ بزبان علی المرتضیٰؓ

قرآن وحدیث کی روشنی ـــــ کتاب وسنّت کی ضیا ـــــ تفسیر وتاریخ کی نُور اور معتبر روایات کی چاندنی میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت ـــــ عزّت وتوقیر اور تعریف وتوصیف لکھنے کے بعد آؤ اب پتہ کریں کہ شیعہ حضرات رسولِ مکرم علیہ السلام کے جن وفادار ساتھیوں ـــــ جانثار غلاموں ـــــ فرمانبردار یاروں اور اطاعت شعار دوستوں کو نعوذ باللہ کافر ومنافق کہتے ہیں اور اپنے تعصّب وعناد اور اپنی جہالت وکم علمی کی بنا پر جن کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اپنے ذاکروں سے من گھڑت کہانیاں واہیات حکائتیں اور بے معنی روایات سُن کر ان پر تبرا بازی کرتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ان کی عزّت وتوقیر اور عظمت وفضیلت حضرت امیرالمومنین علی المرتضیٰ کے نزدیک کیا ہے اور آپ کی زبانِ پاک ان کی مدح وثنا اور تعریف و توصیف کس انداز سے کرتی ہے :۔

نہج البلاغۃ جلد اوّل صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ مصر۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں :۔

لَقَدْ رَأَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰى اَحَدًا مِنْهُمْ يُشْبِهُهُ۔ لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا۔ وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ۔ وَرُكَبُ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ۔

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق میں نے اصحابِ رسول علیہ السلام کی مثل کوئی انسان نہیں دیکھا۔ وہ صبح اٹھتے تو ان کے چہرے غبار آلود ہوتے تھے اور وہ رات سجدوں اور قیام میں گزارتے تھے۔ ان کی پیشانیوں اور ان کے رخساروں پر سجدوں کے نشان ہوتے تھے۔ طویل اور لمبے لمبے سجدوں اور عبادتِ الٰہی میں مضطرب ہونے اور کثرتِ حرکت کے باعث ان کی پنڈلیاں زانوؤں سے ملی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

نہج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی فرماتے ہیں:۔

مرہ العیون من البکاء خمص البطون من الصیام ذبل الشفاہ من الدعاء صفر الالوان من السہر علی وجوھھم غبرۃ الخاشعین۔ اولٰئک اخوانی الذاھبون فحق لنا ان نظما الیھم۔ ونعض الایدی علی فراقھم ان الشیطان یسنی لکم طرقه ویرید ان یحل دینکم عقدۃً عقدۃً۔ ولیعطیکم بالجماعۃ الفرقۃ فاصدقوا عن نزغاته ونفثاته۔ واقبلوا لنصیحۃ ممن اھداھا الیکم واعقلوھا علی انفسکم۔

ترجمہ:۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کو دیکھا ہے۔ زیادہ رونے کے باعث ان کی آنکھیں خیرہ ہوگئی تھیں یا سفید ہوگئی تھیں۔ روزہ کے باعث ان کے پیٹ خالی ہوگئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے پیلے ہوگئے تھے۔ کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔ جو گزر گئے۔ ہمارا حق یہ ہے کہ ان سے ملاقات کی پیاس رکھیں۔ ان کے فراق میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور

چاہتا ہے کہ دین کی رسّی کو پارہ پارہ کردے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وسواس سے بچو۔ اور اپنے راہنما کی بات مانو اور اپنے دلوں میں گرہ کرلو۔ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے اصحابہ عظام کی شان میں یہ الفاظ کتنے ایمان افروز اور دلکش ہیں جنہیں شیعہ حضرات اگر صحیح تسلیم کرلیں تو ان کے دلوں سے بھی تعصب کا غبار مٹ سکتا ہے اور آنکھوں سے نفرت کی پٹی اتر سکتی ہے ــــ مگر وہ لوگ جو قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ حضرتِ علی المرتضیٰؓ کے خطبات کو کیا سمجھتے ہیں۔ امیرالمومنینؓ نے اپنے اس خطبہ میں جس پیارے انداز میں سیدھا راستہ بتایا ہے اور صحیح منزل کی نشاندہی کی ہے۔ وہ صرف شیعہ حضرات کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری نسلِ انسانی کے لئے درسِ عمل ہے ــــ

اور آپ نے اس خطبہ میں جو اولادِ آدم کو سبق دیا ہے وہ یہ ہے کہ اصحابِ کرامؓ کی عظمت و شان کو تسلیم کرلیا جائے۔ ان کی توقیر و توصیف سے انکار نہ کیا جائے اور ان کے محاسن و فضائل کو سچے دل سے مان لیا جائے وگرنہ دوسری صورت میں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں اصحابِ رسول کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرکے دین و اسلام کی رسّی کو ٹکڑے ٹکڑے کردے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کرکے ایک ایسا فرقہ بنایا جائے جو اصحابِ رسول سے دشمنی ــــ اُن کی مخالفت اور ان کے فضائل و محاسن کا منکر ہو ــــ اور پھر آخر میں حضرتِ علیؓ نے شیطان کی ان چالوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے اپنے راہنما کی بات ماننے پر زور دیا ہے۔

نہج البلاغۃ جلد اوّل صفحہ ۹۰ مطبوعہ مصر:- وَرَضِینَا عَنِ اللّٰہِ قَضَاءَہٗ وَسَلَّمْنَا اللّٰہِ اَمْرَہٗ - اَتَرَانِیْ اَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَاللہ لَا اَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَہٗ فَلَا اَکُوْنُ اَوَّلُ مَنْ کَذَّبَ عَلَیْہِ ۔

کہ ہم ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کا جو فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے۔ اس پر راضی ہیں۔ اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ میں اُن کی خلافت کا انکار کر کے خدا و رسولِ خدا کی تصدیق کی اور اب میں ہی سب سے پہلے ان کی تکذیب کروں ــــ

شرح حاشیہ :۔ فَاطَاعَ الْاَمْرِ فِیْ بَیْعَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعمرِ وعثمان رَضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پس ابو بکر۔ عمر اور عثمان کی بیعت کے فیصلہ کی اطاعت کرنا ضروری اور لازمی امر ہے۔

نہج البلاغۃ جلد ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر :۔

اَنَّہٗ بَایَعَنِیِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَا بَکْرٍ وَّعُمَرٍ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بایعوھُمْ علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علٰی رجلٍ وسموہ اماماً کان ذالک للّٰہ رضیً ۔

سیّدنا حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ جن لوگوں نے ابو بکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی انہیں لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔ اب کسی حاضر یا غائب کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس کی مخالفت کرے۔ بیشک شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ اور جس شخص پر جمع ہو کر یہ لوگ اسے اپنا امام بنالیں اللہ کی رضامندی بھی اسی میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس خطبے سے شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ خلافتِ الٰہیہ مشورہ۔ انتخاب اور اجماعِ امّت سے نہیں ہُوا کرتا ــــ جب امیر المومنینؓ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ باہمی مشورہ۔ انتخاب اور

اجماعِ اُمّت سے جس شخص کو امام بنا لیا جائے پھر اس کی خلافت و امامت برحق ہوتی ہے۔ اور کسی کو اس کی مخالفت کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اسی اجماع و مشورہ میں اللہ کی رضامندی بھی ہوتی ہے ـــــ اس لئے کہ جب اللہ تعالے نے قرآنِ پاک میں خود ہی یہ حکم فرما دیا ہے وشاورھم فی الامر ـ کہ اے میرے محبوبِ پاک علیہ السّلام دین و دُنیا کے امور میں اپنے اپنے غلاموں سے مشورہ کر لیا کرو۔ اور ـــــ وامرھم شوریٰ بینھم ـــــ کہ باہمی مشوروں اور اجماعِ اُمّت سے جو فیصلے ہوں گے وہ دُرست ہونگے۔ غرضیکہ حضرتِ علیؓ کے کہنے کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ابُوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت و امامت برحق تھی۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے باہمی مشورہ اور اجماع سے معرضِ وجُود میں آئی اور آپس میں مشورہ کرنا حکمِ خداوندی ہے۔ اور اسی میں رضائے الٰہی ہے ٭

حضرتِ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ علیؓ پُل صراط سے گُزرنے کے لئے پرچی اسے دے گا۔ جسے حضرتِ ابوبکرؓ سے محبّت ہو گی۔

حضرتِ علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبان مبارک پر ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرتِ علی علیہ السّلام نے فرمایا۔ خدا کی قسم اللہ کریم نے آسمان سے ہی ابوبکرؓ کا نام صدیق نازل کیا ہے۔

حضرتِ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا۔ کہ حضرت عُمرؓ کی زبان سے سکونِ دل اور اطمینانِ قلب کے سوا اور کچھ بیان نہیں ہوتا۔

حضرتِ علی علیہ السّلام نے فرمایا کہ حضرتِ عثمانِ غنیؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آئیں یعنی رقیہؓ و اُمّ کلثومؓ ـ
حضرتِ علیؓ نے حضرتِ عثمانؓ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ٭

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن اور علیؓ

اگرچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ۔ کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؓ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں حوضِ کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔[1]

لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی ایسی آیات بھی ہیں۔ جو داماد مصطفےٰ علیہ السلام اور ایمانِ کُل کے حق میں نازل ہوئیں۔ مثلاً پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ۔ آیت ۵۵

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ٥

ترجمہ:۔ بے شک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسُول اور وہ مسلمان ہی ہیں جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں (اللہ کے سامنے)

تفسیر کبیر۔ جلد ۳ صفحہ ۴۱۹۔ پوری بحث کرنے کے بعد امام فخرالدین رازیؒ اور تفسیرِ خازن۔ جلد ا۔ صفحہ ۵۰۶۔ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی روض الریاحین جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۴ لکھتے ہیں:۔ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت پاک حضرت علیؓ ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرتِ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت

[1] تاریخ الخلفا سیوطی صہ ۱۲۲

کریمہ نازل ہوئی۔ تو میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا رایت علیاً تصدق بخاتمہ علی محتاج وھو راکع فنحن نتولاہ۔ کہ میں نے علیؓ کو رکوع کی حالت میں ایک محتاج کو اپنی انگوٹھی صدقہ دیتے دیکھا ہے۔ پس ہم نے اسے اپنا مددگار بنا لیا ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلٰوۃَ الظُّھْرِ فَسَاَلَ سَائِلٌ فِی الْمَسْجِدِ فَلَمْ یُعْطِہٖ اَحَدٌ فَرَفَعَ السَّائِلُ یَدَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَنِّیْ سَاَلْتُ فِیْ مَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا اَعْطَانِیْ اَحَدٌ شَیْئاً۔ وعلی علیہ السلام کان راکعا فاومأ الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم۔ کہ میں نے ایک دن ظہر کی نماز حضور علیہ السلام کے ساتھ پڑھی ـــــ پس ایک سوالی نے مسجد میں آکر سوال کیا۔ لیکن اسے کسی نے بھی کچھ نہ دیا ـــــ پھر اس سوالی نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور عرض کی اے اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا ہے۔ مگر مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں دیا ہے ـــــ اور حضرت علی علیہ السلام اُس وقت رکوع میں تھے اُنہوں نے اپنی دائیں انگلی کا اشارہ کیا ـــــ اور اُس انگلی میں انگوٹھی تھی ـــــ پس وہ سوالی آگے بڑھا اور اُس نے علیؓ کی اُنگلی سے انگوٹھی اُتار لی ـــــ

پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۹:۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ٥

ترجمہ:۔ کیا تم لوگ حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد رکھنے کو

اس شخص کی خدمات جیسا سمجھتے ہو۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک تو ایک دوسرے کے برابر نہیں ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر کبیر۔ جلد ۴۔ صفحہ ۲۱۱۔ یہ آیتِ پاک حضرتِ علی المرتضیٰ رضؓ۔ حضرتِ عباس رضؓ بن عبدالمطلب اور طلحہؓ بن شیبہ کے حق میں نازل ہوئی:۔

افتخر طلحة بن شیبه والعباس وعلی۔ فقال طلحة انا صاحب البیت بیدی مفتاحه وقال العباس انا صاحب السقایة والقائم علیها وقال علی انا صاحب الجهاد فانزل الله تعالیٰ هذه الاٰیة۔

کہ طلحہؓ بن شیبہ۔ عباسؓ اور علی المرتضیٰؑ نے اپنے اپنے کردار و اعمال پر فخر کیا۔ چنانچہ طلحہؓ نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کا کنجی بردار اور متولی ہوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ کہ آبِ زمزم کا میں محافظ ہوں۔ اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کئے ہیں —— پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں خداوندِ تعالیٰ نے نہایت ہی پیارے انداز اور محبت بھرے الفاظ میں حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السلام کی توقیر و عظمت اور شان فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص اس بات پر فخر نہ کرے۔ کہ میں خانہ کعبہ کا کنجی بردار اور متولی ہوں اور کوئی انسان اس بات پر بھی ناز نہ کرے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص اس بات پر اور اپنے اس کردار و عمل پر فخر کرے۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں کئی جہاد کئے ہیں۔ تو یہ ناز اور فخر اُس کا حق ہے۔

اس لئے کہ خانہ کعبہ کا متولی ہونا اور حاجیوں کو پانی پلانا تو کوئی کمال

نہیں ـــــ کمال تو یہ ہے ۔ کہ دین و اسلام کی سربلندی ۔ حق و صداقت کی حفاظت ـــــ قرآن و ایمان کی رکھوالی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کے لئے اپنے مال و جان کی بازی لگا دے اور کفر و باطل کی ظلمتوں میں حق و اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے ـــــ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کے چراغ جلانے اور فسق و فجور کے اندھیروں میں نیکی و شرافت کا نور پھیلانے کے لئے اپنے سر پر کفن باندھ کر میدانِ جہاد میں کود پڑے ـــــ

اور یہ جذبہ و کمال اور ایسی جرأت و شجاعت شیرِ خدا کی نس نس میں سمائی ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک اور اوّل سے لے کر آخر تک اسلام و کفر کا کوئی معرکہ ایسا نہیں ہے ۔ جس میں اسد اللہ الغالب کی شمشیرِ حیدری نے کفر و باطل کے لشکریوں کا خون نہ پیا ہو ۔ اور غزوہ اُحد سے لیکر فتح مکہ تک شیرِ خدا کی تیغِ براں کبھی اُحد کے میدان میں لشکرِ باطل پر صاعقہ بن کر چمکی اور کبھی معرکۂ بدر میں ولید و عتبہ پر بجلی بن کر گری ـــــ کبھی اس کی تلوار نے مرحب کے ٹکڑے کر کے درِ خیبر کو توڑا اور کبھی ابنِ ودّ کو موت کی آغوش میں سلا کر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفَقَار کا نشانِ حیدر حاصل کیا ـــــ

غرضیکہ بتانا یہ مقصود ہے ۔ کہ تم میں سے افضل و برتر وہ ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور خانہ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے ۔

پارہ ۲۹ ۔ سورۃ الدھر ۔ آیت نمبر ۸ ۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ٥ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ٥

ترجمہ:- وہ پوری کرتے ہیں اپنی منّتیں اور ڈرتے رہتے ہیں اُس دن سے جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہُوئی ہو گی۔ اور وہ کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبّت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

تفسیر کبیر جلد ۸۔ صفحہ ۲۸۶۔ امام فخر الدین رازیؒ اس آیتِ پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہُوئے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ان الحسن والحسین علیھما السلام مرضا فعادھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ حضرتِ حسنؓ و جناب حسینؓ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا لو نذرت علی ولدك کہ ان دونوں شہزادوں کی شفا کے لئے کوئی نذر مانو۔ پس حضرت علیؓ سیدہ فاطمہؓ اور اُن کی کنیز فضہ نے یہ نذر مانی ان یصوموا ثلاثۃ ایام فشفیا ــــ کہ تین روزے رکھیں گے۔ اللہ کریم نے انہیں شفا بخش دی۔ اور اُن کے پاس کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ حضرت علیؓ نے شمعون الخیبری یہودی سے کچھ جَو اُدھار لئے۔ فطبخت فاطمۃ صاعا۔ حضرتِ خاتونِ جنّت نے ان میں سے تھوڑے سے پکائے اور اپنے سامنے رکھ کر روزہ افطار کرنے کا انتظار کرنے لگے ــــ فوقف علیھم سائل فقال السلام علیکم اھل بیتِ محمد مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ۔ پس ایک سوالی آ گیا اور اس نے کہا۔ اَے اہلِ بیتِ محمدؐ السلام علیکم۔ مَیں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہُوں۔ مجھے کھانا کھلاؤ۔ اللہ کریم تمہیں کھلائے گا ــــ وہ کھانا اس مسکین کو کھلا دیا۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کیا اور رات بھر بھُوکے رہے۔ صبح کو پھر روزہ رکھا اور شام کو جب روزہ افطار کرنے لگے تو وقف علیھم یتیما۔ ایک

یتیم آگیا۔ وہ کھانا بھی اُسے دے دیا۔ پھر تیسرے دن ایک قیدی آگیا۔ اور وہ کھانا بھی اسے دے دیا۔ فَلَمَّا اَصْبَحُوْا اَخَذَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِیَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَدَخَلُوْا عَلَی الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَبْصَرَ ھُمْ وَھُمْ یَرْتَعِشُوْنَ کَالْفَرَاخِ مِنْ شِدَّۃِ الْجُوْعِ۔

پس جب صبح ہوئی۔ تو حضرتِ علی المرتضیٰ نے حسن وحسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور نبیٔ اکرم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حالت یہ تھی۔ کہ بھوک کی وجہ سے پارہ کی طرح کانپ رہے تھے۔ خاتونِ جنّت مسجد کے محراب سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور چہرۂ انور پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ رحمتِ دو عالم علیہ السلام نے تمام کو پیار کیا۔ اور حضرتِ جبرئیل علیہ السلام قرآنِ پاک کی یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر ہوئے ——

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث اور علیؓ

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جہاں قرآنِ مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں وہاں احادیثِ نبوی بھی ان کی توصیف و توقیر اور عظمت و شان کی گواہ ہیں اور نبوت کی زبانِ پاک نے جو مقام اور منصب عطا کیا ہے اس کے پیشِ نظر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ کہ محمدؐ نبی ہے اور یہ علیؓ — وہ مصطفےٰ ہے اور یہ علیؓ — وہ امام الانبیا ہے اور یہ امام الاولیا — اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی نبی نہ ہوتا اور اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی نہ ہوتا — فقر و درویشی اور طریقت و معرفت کے چاروں سلسلے نقشبندی۔ چشتی۔ سہروردی اور قادری حضرتِ علی علیہ السلام کے ہی آفتابِ ولایت کی کرنیں ہیں —

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ والدِ گرامی کا نام عمران اور کنیت ابوطالب ہے — آپ کعبہ میں پیدا ہوئے — اللہ تعالیٰ نے ان کی جبینِ پاک کو بت پرستی سے داغدار نہ ہونے دیا — نہیں بلکہ جب تک اپنی ماں کے بطنِ مبارک میں رہے۔ اُسے بھی بتوں کے آگے جھکنے نہ دیا —

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۰۔ حضرت علامہ صفوریؒ امام نسفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔ اَنَّهُ كَانَ يَتَعَرَّضُ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ فَيَمْنَعُهَا

مِنَ السُّجُوْدِ لِلصَّنَمِ اِذَا اَرَادَتْ ذَالِكَ۔ کہ آپ کی والدہ جب کبھی کبھی کسی بُت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں۔ تو حضرتِ علیؓ روک دیتے تھے۔
مکہ مکرمہ کی فلک بوس پہاڑیوں کے دامن میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ کے ارد گرد عرب کے مشہور و نامور قبیلوں کے لوگوں کا ہجوم تھا اور ہر قبیلہ کا سردار پوری شان و شوکت سے اپنے قبیلے کے مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو ساتھ لایا تھا۔ تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ اس سردار کا وقار بلند ہے اور اس کے ماننے والے اور پیروکار بہت سے لوگ ہیں۔ اس وقت کے عرب کے دستور کے مطابق اور اپنے آباؤ اجداد کی پرانی رسموں کے دستور کے پیشِ نظر یہ لوگ طوافِ کعبہ کر رہے تھے ——— ان میں حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی والدہ بھی شریک تھیں۔ جو اپنے صدفِ بطن میں اسلام کا ایک بیش بہا اور گرانقدر موتی چھپائے ہوئے اس ہنگامہ ہائے حیاتِ انسانی اور شورِ دنیا سے بیخبر خانہ کعبہ کی مقدس دیوار کے سایہ میں اپنے دل کی گہرائیوں میں حزن و ملال کا ایک طوفان اور اپنی پیشانی پر خجفت و ندامت کے آثار لئے سر جھکائے بیٹھی تھی ——— کیونکہ آثارِ ولادت پیدا ہو چکے تھے۔ اور قانونِ قدرت کے مطابق دردِ زہ شروع ہو چکا تھا۔ اور وہ سوچ رہی تھیں کہ یہاں کوئی حجاب نہیں ——— کوئی پردہ نہیں اور کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے ——— ایک ہنگامہ ہے۔ ایک شور ہے ——— ایک میلہ ہے ——— لوگوں کا اژدھام ہے۔ ایسی حالت میں کہاں جاؤں ——— کدھر جاؤں اور کیا کروں ——— وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ کعبہ کی دیوار میں شگاف پیدا ہو گیا ——— دیوارِ کعبہ پھٹ گئی اور غیب سے ندا آئی کہ اے فاطمہ بنتِ اسدؓ کعبہ کے اندر آجا ——— آپ کعبہ کے اندر چلی گئیں۔ اور

مولودِ کعبہ ۔ ــــ کعبہ میں پیدا ہُوا ہ

کسے را میسّر نہ شود ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

کہ قیامت تک کوئی ماں ایسا فرزند نہیں جنے گی ۔ جو پیدا کعبہ میں ہو اور شہید مسجد میں ــــــ

جنابِ خلیق قریشی لائل پُور کے ایک باذوق ادیب با ہوش خطیب، اور صاحب دل شاعر ہیں ۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی ولادت و شہادت کو اپنے پاکیزہ تخیلات میں اس طرح ادا کیا ہے ۔

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علیؓ کی ہے

پیغمبری نبی کی ولایت علیؓ کی ہے

مولا بھی محترم ہے ولد بھی محترم

کعبہ ہے اور رہائے ولادت علیؓ کی ہے

مولودِ کعبہ کے لئے مشہد بھی خوب تھا

مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؓ کی ہے

کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا

مرقوم دو حرم میں حکایت علیؓ کی ہے

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی ــــ وہ تشریف لائے ــــ ابھی تک شیرِ خدا نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں ۔ ــ نبیؐ نے علیؓ کو گود میں اُٹھایا اور خُود ہی نہلایا اور ساتھ ہی فرمایا ۔ کہ آج علیؓ کو پہلا غسل میں دے رہا ہُوں اور کل آخری غسل مجھے علیؓ دے گا ۔ ــــ پھر نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اپنی زبانِ مبارک علیؓ کے مُنہ میں دی ـ ـ ـ ــــ علیؓ نے

آنکھیں کھول دیں ۔

اِدھر آغوش کی حسرت اُدھر دیدار کا ارمان!
علیؓ نے کھول دیں آنکھیں نبیؐ نے گود پھیلائی

جوان ہونے کے بعد ایک دن نبیؐ اکرم علیہ السلام نے علیؓ سے پوچھا کہ تُونے میرے آنے سے پہلے آنکھیں کیوں نہ کھولیں ـــــ عرض کی ـــــ آقا علیؓ کی تمنا یہ تھی۔ کہ میری آنکھ کھلے تو میری پہلی نگاہ رُخِ مصطفےٰ پر پڑے ـــــ اس حقیقت کے بعد یہ کہنا کہ علیؓ مسلمان پیدا ہوئے حقیقت کے عین مطابق ہے ـــــ اُنہوں نے آنکھیں اسلام کے ماحول میں کھولیں ـــــ نہیں بلکہ آغوشِ اسلام میں ـــــ اور اس گھر میں پرورش پائی جہاں سے اسلام و دین کے چشمے پھوٹے ـــــ نہیں بلکہ ـــــ اسلام علیؓ ہے اور علیؓ اسلام ہے ـــــ۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ - حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ـــــ یا دوسری حدیث میں ہے ـــــ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ حکمت کی تعریف یہ ہے کہ عالم موجودات کو طاقتِ بشری سے کما حقہٗ جاننا[1]

تفسیر رُوح البیان جلد ۲۔ صفحہ ۱۰۵ و فی انفسکم افلا تبصرون کے تحت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگوں نے نبیؐ کریم علیہ السلام

---

[1] اخلاقِ جلالی - علامہ دوانی - اور جب حضرت علیؓ بابِ علم و حکمت ہیں۔ تو پھر اس عالم موجودات کا علم بھی انہیں ضرور تھا۔

کے علم غیب پر اعتراض کیا ـــــ حضرت علیؓ کو پتہ چلا ـــــ آپ نے شہر بھر میں منادی کرا دی ـــــ تمام لوگ مسجدِ نبوی میں جمع ہو گئے۔ تو آپ منبرِ رسولؐ پر کھڑے ہو گئے ـــــ اور فرمایا کہ اے میرے نبیؐ کے علم پر اعتراض کرنے والو ـــــ میں نبی نہیں ـــــ علی ہوں اور نبیؐ کا غلام ہوں ـــــ اور پھر فرمایا۔ سَلُوْنِی عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ ـــــ کہ آج مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تمہیں عرش کی باتیں بھی بتا دوں گا۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ تو بتاؤ ـــــ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا عَلِيُّ۔ کہ اے علیؓ ـــــ کیا تو نے اپنے رب کو کبھی دیکھا ہے؟ حضرت علی علیہ السلام جوش میں آ گئے۔ اور فرمایا خدا کی قسم! میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا۔ جب تک کہ میں خدا کو نہ دیکھ لوں ـــــ

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۰۔ قَالَ عَلِيٌّ سَلُوْنِي عَنْ طُرُقِ السَّمٰوٰتِ فَإِنِّي أَعْلَمُ بِهَا مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ ـــــ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے پوچھو۔ میں زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہوں۔ فَجَاءَ جِبْرِيْلُ فِي صُوْرَةِ رَجُلٍ۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں آئے۔ اور کہا اگر تم اپنے دعویٰ علم میں سچے ہو۔ تو بتاؤ اس وقت جبریلؑ کہاں ہے؟ حضرتِ شیرِ خدا نے زمین و آسمانوں پر نظر ڈالی۔ مشرق و مغرب کو دیکھا۔ شمال و جنوب کا مشاہدہ کیا۔ اور عالمِ موجودات کا ملاحظہ کیا ـــــ اور پھر مسکرا کر فرمایا۔ کہ جبریلؑ تم ہی ہو ـــــ

پھر کسی نے فاتحِ خیبر سے پوچھا۔ کہ آپ کو اتنا علم کہاں سے اور کیسے آ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ نبی کریم علیہ السلام کے لعابِ دہن یعنی پاک تھوک کا صدقہ ہے۔

اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۲۔ باب وفاتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرتِ شیخ عبد الحق محقق و محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؓ
نے جواب دیا ــــ چوں غسل دادہ شد آنحضرت را جمع شد آب در پلکہائے
وے پس بر داشتم من بر زبانِ خود آں را فرو بردم ــــ کہ جب میں
نے نبیٔ کریم علیہ السلام کو آخری غسل دیا۔ تو پانی کے چند قطرے سرورِ
کونین علیہ السلام کی مقدس پلکوں پر ٹھہرے رہے۔ تو میں نے انہیں اپنی
زبان سے چوس لیا ــــ بس پھر کیا تھا۔ علم و عرفان اور حکمت و ادراک
کا سمندر میرے سینے میں ٹھاٹھیں مارنے لگا ــــ

بخاری شریف جلد ا۔ صفحہ ۵۲۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
یَعَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ ــــ کہ اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۴۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۳۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبیٔ کریم علیہ
السلام نے فرمایا۔ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مومنٍ مِنْ بَعْدِیْ
ــــ اور حضرتِ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبیٔ کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔ کہ علیؓ مجھ سے ہے
اور میں علیؓ سے ہوں ــــ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا والی۔ مددگار
اور رسانفی ہے ــــ اور جس کا میں محبوب۔ مددگار۔ ولی ہوں اس کا علیؓ
ولی و مددگار اور محبوب ہے۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی قربت۔ تعلقات۔ رشتہ
داری اور محبت کی بنا پر یہ سب کچھ فرمایا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس
لئے کہ علی المرتضیٰؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ اور پھر

امام الانبیاء علیہ السلام نے اُن کی پرورش اپنی آغوشِ نبوت میں کی تھی ۔

بنی لفظِ کُن سے یہ مخلوق کل   گیا نُورِ احمد سے یہ راز کھل

فرش سے عرش تک اٹھا پھر یہ غُل ـــــــــــــ کہ

محمدؐ گُل است و علیؓ بوئے گُل

کہ محمدؐ پھول ہے اور علیؓ اس پھول کی خوشبو ہے اور خوشبو اپنے پھول کے اندر ہوتی ہے ـــــــ

اَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَ عَلِیٌّ مِّنِّی ۔

میں علیؓ سے ہُوں اور علیؓ مجھ سے ہے ۔

شیعہ حضرات انہیں احادیثِ مبارکہ سے حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اوّل کا استدلال پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ کہ مولا کا معنہ خلیفہ ہے اور اس سے مراد ولی بالتصرف ہے ۔ حالانکہ مولا کے کئی معنے ہیں ـــــــ

قاموس جلد نہ ۔ صفحہ ۳۰۲ ۔ المولی ـــــــ المالک والعبد و الصاحب ۔ والناصر والمحب والتابع والصھر ـــــــ مولا کے معنے مالک ۔ غلام ۔ صاحب ۔ مُحب ۔ مددگار ۔ تابع ۔ اور قریبی رشتہ دار کے ہیں ۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۹ ۔ اسم المولی یقع علی الرب والمالک والسیّد والناصر والمحب ـــــــ کہ مولا کا اسم ربّ ۔ مالک ۔ سردار ۔ ناصر اور مُحبّ کے معانی میں آتا ہے ـــــــ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے

پارہ ۲۸ ۔ سورۃ التحریم ۔ آیت ۴ : ۔ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرًا ۝

ترجمہ :- اور اگر تم دونوں نے اس پر یعنی میرے محبوب پاک پر چڑھائی کی تو اللہ- جبریل- نیک مومنین اور تمام فرشتے اس کے مددگار ونا صر ہیں۔

اس آیت میں مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بقول شیعہ حضرات اگر مولا کا معنٰے خلیفہ لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی خلیفہ ماننا پڑے گا۔

دوسری آیت میں ہے۔ انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین کہ اے اللہ تو ہی ہمارا مددگار ہے ہمیں کافروں پر مدد ونصرت فرما۔ یہاں بھی مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۵ : حضرت ابن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام تھے یا بعض کے نزدیک ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ان سفینۃ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ روم کے جنگل میں قافلہ سے بچھڑ کر تنہا رہ گئے۔ فاذا ھو بالاسد فقال یا ابا الحارث انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اچانک ان کے سامنے ایک شیر آگیا۔ انہوں نے شیر کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ اے ابا الحارث (شیر کی کنیت) میں رسول خدا کا غلام ہوں۔ شیر نے سفینہ کے قدم چومے اور سفینہ کے آگے آگے چل کر انہیں قافلہ سے ملا دیا۔ یہاں مولیٰ کے معنٰے غلام آیا ہے۔

تو جس ایک لفظ کے کئی معانی ہوں اور وہ کئی معانی میں مشترک ہو اور استعمال ہوتا ہو۔ تو وہ کسی دعوٰی کی دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ یہ لفظ قریبی۔ چچا زاد بھائی۔ پڑوسی۔ حمایتی۔ ساتھی اور بیٹا پر بولا جاتا ہے۔

تو مَنْ کُنْتُ مَوْلاَہ ۔ فعلی مولا کا یہی معنٰہ ہوگا ۔ کہ جس کا میں والی ۔ مددگار اور دوست ہوں ۔ اُس کا علیؓ بھی والی ۔ مددگار اور دوست ہے اور اس معنٰہ کا قرینہ بھی اسی حدیثِ پاک میں موجود ہے ۔ جسے شیعہ حضرات قصداً چھوڑ جاتے ہیں ۔ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالاَہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ ۔ کہ اے اللہ جو علیؓ سے محبّت کرے اور اسے دوست رکھے ۔ تو بھی اس سے محبّت کر اور اسے دوست رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے ۔ تو بھی اس سے دشمنی رکھ ۔ ——

پھر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرتِ علی المرتضیٰ علیہ السّلام سے ملے اور کہا اے علیؓ تجھے مبارک ہو ۔ اس لئے کہ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَیْتَ مَوْلیٰ کُلِّ مُومِنٍ وَّمُومِنَۃٍ ۔ کہ تم نے صبح اس شان وعظمت اور اس مقام و منصبِ عالی سے کی ہے ۔ کہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے والی ۔ مددگار اور محبوب ہو ——

اور پھر حضرتِ علیؓ کو نبیٔ کریم علیہ السّلام کی طرف سے ایسا عظیم الشان رتبہ ۔ منصب اور مقام ملنے پر عمر فاروق کا انہیں مبارکباد دینا کیا یہ دونوں کی دشمنی وعداوت کی دلیل ہے یا محبّت و پیار اور دوستی و اخلاص کا ثبوت ۔

نزہت المجالس جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۱۴ ۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۲۷ ۔

حضرتِ عمار بن یاسر و ابی ایّوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا حَقُّ عَلِیٍّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَقُّ الْوَالِدِ عَلَی الْوَلَدِ ۔ کہ تمام مسلمانوں پر حضرت علیؓ کا حق ایسے ہے ۔ جیسے باپ کا حق بیٹے پر ۔ مطلب یہ کہ حضرتِ علی المرتضیٰؓ مسلمانوں کے لئے ایک مشفق باپ کی حیثیت رکھتے ہیں —— اور لہٰذا بدبخت ہے وہ بیٹا جو اپنے باپ کی عزّت وتوقیر اور

اس کا ادب و احترام نہ کرے اور کتنا بدفطرت ہے وہ مسلمان جو فاتحِ خیبر کے مقام و منصب کو نہ پہچانے اور ان کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرے۔

ریاض النضرہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۷۔ عن سلیمان ــــــ قال سمعت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول کنت انا و علی نوراً بین یدی اللہ قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذالک النور جزائین فجزءٌ انا و جزءٌ علی۔

جنابِ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسُول اکرم علیہ السلام سے سُنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں اور علیؓ خداوندِ تعالیٰ کے سامنے حضرتِ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار پہلے ایک نُور تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نُورِ پاک کو تقسیم کر کے دو ٹکڑے کئے۔ پس ایک ٹکڑا میں ہوں۔ اور دوسرا علیؓ ــــــ

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۰۔ طبرانی کے حوالہ سے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلنَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰی وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرٍ وَّاحِدَۃٍ۔ کہ تمام انسان مختلف اشجار سے ہیں اور میں اور علیؓ ایک ہی شجر سے ہیں۔

ریاض النضرۃ جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۳۔ ابی جعفر احمد الشہیر بالمحب الطبریؒ۔ حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ التقی ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب فتبسّم ابوبکر فقال لہ مالک تبسّمت قَالَ سمعت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز۔

ترجمہ:۔ کہ حضرتِ ابوبکر صدیقؓ اور حضرتِ علی المرتضیٰؓ کی ملاقات

ہوئی ـــــ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے ـــــ حضرت علیؓ نے پوچھا مسکرانے کا سبب کیا ہے ـــــ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ کہ میں نے نبیٔ کریم علیہ السلام سے یہ سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن پل صراط سے آسانی سے وہی گزرے گا۔ جسے علیؓ پرچی دے گا ـــــ گنہ گارو! آؤ ـــــ بدکارو آگے بڑھو ـــــ سیہ کارو ہوش کرو اور بدعملو دوڑو ـــــ اگر پل صراط سے آسانی سے گزرنا چاہتے ہو اور حشر کے میدان کی اس خطرناک منزل کو اچھلنے۔ کودنے اور ہنسنے اور مسکراتے پار کرنا چاہتے ہو۔ تو دلوں میں محبت علیؓ پیدا کرو ـــــ ان کے دامن کو تھام لو ـــــ ان کے منصب و مقام کو پہچانو ـــــ ان سے دوستی پیدا کرو۔ اور ان کے کردار و اعمال کے راستہ پر چلو ـــــ

مدارج النبوت جلد ۲۔ صفحہ ۳۸۵۔ شیخ عبدالحق محقق و محدثؒ۔ فتح مکہ کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پورے جاہ و جلال اور بڑی شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ـــــ اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کی پرستش ہوتی تھی ـــــ اللہ کی طرف سے حکم آیا ـــــ میرے گھر کو بتوں سے پاک کرو ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی پکڑی اور بتوں کو توڑنے لگے۔ لات و منات کے ٹکڑے ہو رہے تھے اور جبل و عزیٰ ٹوٹ رہے تھے اور کملی والے کی زبان اقدس پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری تھی

وقل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان ذهوقا

قریب قریب والے۔ نزدیک نزدیک والے اور پاس پاس والے بت سرورِ دو جہاں نے توڑ دیئے۔

کچھ بت اونچے تھے ــــــ نبیِ اکرم علیہ السلام کا دستِ مبارک وہاں تک نہیں پہنچتا ــــــ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا ــــــ اَیْنَ عَلِیٌّ ــــــ کہ علی رضؓ کہاں ہے؟ صدائے نبوت سن کر شیرِ خدا حاضر ہوئے ــــــ عرض کی آقا حکم ہو ــــــ فرمایا ان باقی بتوں کو توڑ دو ــــــ

حضرتِ علی رضؓ نے عرض کی حضور ــــــ وہ بھی آپ نے ہی توڑے ہیں۔ یہ بھی آپؐ ہی توڑیں ــــــ

فرمایا ــــــ میرا ہاتھ نہیں پہنچتا ــــــ

عرض کی ــــــ آقا ــــــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بھی سمجھ نہیں آتی ــــــ یہاں کہتے ہو۔ کہ میرا بتوں تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اور وہاں انگلی کا اشارہ کرو تو چودھویں رات کے چاند کے ٹکڑے کر دو ــــــ

فرمایا ــــــ علی رضؓ نبوت کا راز ہے ــــــ

عرض کی آقا ــــــ اگر آپ کا ہاتھ نہیں پہنچتا تو نہ سہی ــــــ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ میری پشت پر سوار ہو کر بتوں کو توڑ دو ــــــ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ــــــ علی رضؓ ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اگرچہ شیرِ خدا ہو۔ مگر تم سے نبوت کا بوجھ اُٹھایا نہیں جائے گا ــــــ

حضرتِ علی علیہ السلام نے عرض کی۔ آقا تو پھر کیا کیا جائے۔

فرمایا۔ ــــــ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اور تم میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑ دو ــــــ

پھر تاجدارِ دو جہاں بیٹھ گئے۔ اور حضرتِ علی رضؓ آپؐ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑنے لگے ــــــ

نیچے سے نبیِ اکرم علیہ السلام نے پوچھا ــــــ علی کہاں تک پہنچ گئے ہو؟

عرض کی آقا حکم ہو۔ تو عرشِ عظیم کے پائے کو پکڑ کر کھینچ لاؤں ـــــ بُت توڑ گئے ـــــ حضرتِ علیؓ نیچے اُترے اور مسکرانے لگے ـــــ

کملی والے نے پوچھا علیؓ ـــــ مسکراتے کیوں ہو؟

عرض کی۔ آقا میں نے عرشِ اعظم سے چھلانگ لگائی ہے۔ مگر مجھے کچھ بھی نہیں ہوا ـــــ

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ چڑھایا میں نے تھا اور اُتارا جبریلؑ نے ہے ـــــ

الریاض النضرۃ۔ جلد ۲ ـــــ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۲۱:- النظر الی علی عبادۃ ـــــ کہ علیؓ کو دیکھنا عبادت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجاعت اور علیؓ

شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں علم و حکمت کا سرچشمہ ——— حق و ہدایت کا مرکز ——— لطف و کرم کا پیکر ——— طہارت و نفاست کا مجسمہ ——— فقر و درویشی کا مطلع اور حقیقت و معرفت اور عرفان و ولایت کا منبع ہیں وہاں وہ دلیری و بہادری کی چٹان اور جانثاری و شجاعت کے کوہِ گراں بھی تھے۔ بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۲۵ ۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ ۔ ترمذی شریف۔ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۳ ——

تاریخ اسلام میں جنگِ خیبر کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ کئی اصحابہ کرامؓ اسلام کا جھنڈا لے کر فتحِ خیبر کے لئے گئے۔ مگر ہر بار ناکام لوٹے اور خیبر کی فتح کسی کے نصیب میں نہ آئی ——— سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ سنتے کہ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو آپ کے رُخِ انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں ہو جاتے ———

آخر ایک دن رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ ۔ کہ کل میں اسلام کی عظمت کا جھنڈا اُسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ اور وہ شخص ایسا ہے۔ یحب اللہ ورسولہ ویحب اللہ ورسولہ۔ کہ جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت رکھتے ہیں ———

زبانِ نبوت سے یہ مژدہ جانفزا سُن کر ہر ایک کی تمنا تھی۔ کہ اسلام کا جھنڈا مجھے عطا ہو ——— لیکن صبح ہوئی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ابن علیؓ ابن ابی طالب، کہ علیؓ کہاں ہے؟

عرض کی گئی ——— اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں ———

حکم ہوا ——— اُسے بلاؤ ———

حضرتِ علیؓ حاضر ہوئے۔ تو نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لُعابِ دہن علیؓ کی آنکھوں پر لگا دیا ———

علیؓ کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں ——— آشوبِ چشم جاتا رہا۔ اور مکمل شفا ہوگئی ——— جیسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں ———

پھر سرورِ دو عالم نے اسلام کا جھنڈا علیؓ کو عطا کیا ——— ذوالفقارِ حیدری کمر پر باندھی اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے ——— بس پھر اللہ کا شیر لشکرِ اسلام لے کر خیبر کی طرف روانہ ہوگیا ——— دل میں عشقِ رسولؐ تھا ——— سینہ میں دین کی تڑپ ——— ہاتھوں میں اسلام کا پرچم اور نگاہوں میں حسنِ محبوب کے جلوے! نعرۂ تکبیر سے فضائے آسمانی گونج اٹھی ———

اور شیرِ خدا نے خیبر کی زمین پر اسلام کا علم گاڑ دیا۔ خیبر کے قلعہ قموص کا محافظ مرحب، یہودی جو کفر کی دُنیا کا ایک مشہور اور زور آور۔ جنگجو اور شہ زور پہلوان تھا۔ لوہے میں غرق ——— سر پر دو من وزنی خود اور ہاتھوں میں آہنی گُرز لئے ہوئے مقابلہ میں آیا ———

حضرتِ علی علیہ السلام نے یہ رجز پڑھا اور جنگ کے لئے آگے بڑھے۔

سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَ کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے ———

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو مٹانے کے لئے اور دوسری بچانے کے لئے ـــــ ایک شمعِ توحید و رسالت کو بجھانے کے لئے اور دوسری جلانے کے لئے ـــــ

مرحب نے بڑی چالاکی سے وار کیا ـــــ

علیؓ نے بڑی ہوشیاری سے روکا ـــــ

اُس نے پینترہ بدلا ـــــ

اُس نے قدم بڑھایا ـــــ

مرحب نے گرز اُٹھائی ـــــ علیؓ نے ہاتھ میں پکڑلی۔ جھٹکا دیا ـــــ

گرز زمین پر گر پڑی ـــــ

پھر علیؓ کی شمشیر ہوا لہرائی ـــــ فضا میں چمکی اور بجلی کی طرح مرحب پر گری ـــــ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے پھر تلوار کا بھرپور وار کیا ـــــ علیؓ نے ڈھال پر روکا ـــــ ڈھال ٹوٹ گئی ـــــ

شیرِ خدا نے قوتِ پروردگار سے درِ خیبر کو اُکھاڑا ـــــ اُسے ڈھال بنایا۔ پھر ذوالفقار حیدری اُٹھی ـــــ چمکی اور گری ـــــ مرحب نے ڈھال پر روکی ـــــ مگر تلوار ڈھال کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی خود تک پہنچی ـــــ خود کو پاش پاش کرتی ہوئی سر پر آئی ـــــ سر کاٹتی ہوئی جسم تک پہنچی ـــــ جسم کو چیرتی ہوئی زمین پر گری۔ تو زمین پکار اُٹھی ـــــ

یا اللہ مجھے علیؓ کی تلوار سے بچا لے ـــــ

شیرِ علی نے جوش میں آکر قلعہ کی دیوار کو پکڑ کر زور سے ہلایا کہ زلزلہ آگیا ـــــ درِ خیبر کو چالیس گز کے فاصلہ پر پھینک دیا ـــــ

نعرۂ تکبیر کی صدا پھر گونج اٹھی ـــــ فتح و نصرت نے علیؓ کے قدم چومے ـــــ شیرِ خدا کا اسلام کا پرچم خیبر کے قلعہ پر گاڑ دیا

اقبال مرحوم کہتا ہے ؎

کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علیؓ خیبر شکن عشق

تاریخ الخلفا صفحہ ۱۱۸ ۔ ریاض النضرۃ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۴۷ :۔ اَنَّ عَلِیًّا حَمَلَ الْبَابَ یَوْمَ خَیْبَرَ حَتّٰی صَعِدَ الْمُسْلِمُوْنَ وَبَعْدَ ذَالِكَ لَمْ یَحْمِلْهُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا ـــــ کہ حضرت علیؓ نے فتح خیبر کے بعد جس دروازہ کو اُٹھایا بعد میں اُسے چالیس آدمی بھی نہ اُٹھا سکے ـــــ

اقبال مرحوم کہتا ہے ؎

تیری خاک میں ہے شرر اگر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

یوں تو عہدِ رسالت میں اسلام اور کفر کی کوئی جنگ ایسی نہیں ہے۔ جس میں شیرِ خدا نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔ مگر غزوہ خندق میں حضرتِ علیؓ نے جس جوانمردی۔ دلیری۔ استقلال اور جرأت و جانثاری کا ثبوت دیا۔ اس پر زمین والے تو کیا آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے پھول برساتے رہیں گے۔ اور یہی وہ جنگ ہے۔ جس میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خود محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے میں شریک تھے! کفر تیس ہزار آزمودہ کار ـــــ لڑاکے ـــــ بہادر اور جنگجو جوان لے

کر پُوری قوت و طاقت اور سامانِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کُن جنگ لڑنے آیا تھا۔ اور ان میں کُفر کی دُنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن ابن وُدّ بھی شامل تھا۔ جو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا ——

لشکرِ باطل کے رُعب و دبدبہ سے مسلمانوں کے دل دہل گئے۔ اور پھر وہی ابنِ وُدّ گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اور خندق پھاند کر لشکرِ اسلام میں آن پہنچا —— اور بڑے ہی تکبر و غرور اور جوش و خروش سے پکارا ——

ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کہ کوئی ہے مسلمان مقابلہ کرنے والا؟

شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لشکرِ اسلام کی طرف نگاہ اُٹھائی —— تمام دم بخود تھے —— —— ——

اُس نے پھر پکارا —— کوئی ہے مسلمان مقابلہ کرنے والا؟

کملی والے نے پھر مسلمانوں کو دیکھا —— کوئی بھی نہ اُٹھا ——

اُس نے پھر دعوتِ جنگ دی

تو پھر خونِ حیدرؓ جوش میں آگیا —— اُٹھے —— نبیؐ کے قدم چُومے —— اجازت طلب کی

نبیؐ نے اجازت دی —— علیؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا —— اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا —— ذوالفقارِ حیدری عطا کی —— اور فرمایا علیؓ جاؤ۔

—— اس کافر کو تیرے سپرد کیا اور تجھے اللہ کے سپرد کیا ——

صدائے اللہ اکبر سے فضا گونج اُٹھی —— علیؓ نے پھر نبیؐ کو دیکھا اور مصطفےٰؐ نے مرتضےٰؓ کو ——

پئے تعظیم جُھک کر اور رہادیؐ کی رضا لے کر
چلا میدان میں شیرِ خُدا نام خُدا لے کر

نہ سینے پہ زرہ تھی اور نہ سر پہ خود پہنا تھا۔
فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گہنا تھا۔

پھر ــــ یکایک دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک حق و اسلام کی تباہی کیلئے اور دوسری پشت پناہی کے لئے ـــ
وہ جنگی ہتھیاروں میں لپٹا ہوا تھا اور یہ رضائے الٰہی کے آگے سمٹا ہوا تھا ــــ
اس کے پاس شمشیر ــــ پٹہ ــــ بانا ــــ بانک اور کمان تھی ــــ
اس کے پاس صرف تلوار ــــ نگاہِ مصطفٰے اور قوت ایمان تھی ــــ
فولادی تلواروں کی جھنکار ــــ زہریلی شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑکھڑاہٹ سے خندق کی زمین لرز اٹھی
عین اسوقت جبکہ اسلام و کفر کے دونوں بہادر اپنی اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی ــــ انداز جنگ دیکھا اور فرمایا بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ مَعَ الْکُفْرِ کُلِّہٖ۔ کہ وہ دیکھ آج مکمل ایمان مکمل کفر سے لڑ رہا ہے۔
مکمل ایمان علیؓ تھا اور مکمل کفر ابن وُدّ ــــ
عمرو نے تلوار اٹھائی ــــ علیؓ نے ہمت دکھائی ــــ اس نے پکارا ــــ اس نے للکارا ــــ وہ جوش میں تھا ــــ یہ ہوش میں تھا ــــ وہ غصہ میں تھرتھرا رہا تھا ــــ یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا ــــ اس کی تلوار لہرائی ــــ اس کی شمشیر تڑپی ــــ
اور پھر ایک دوسرے پر وار پر وار ہونے لگے۔ ــــ اس نے کنپٹی ماری ــــ اس نے توڑ دیا ــــ اس نے بازو بند مارا ــــ اس نے ڈھال پر اتارا ــــ وہ بھی بہادر و جرار تھا ــــ یہ بھی حیدر کرار تھا ــــ اس نے بانک ماری ــــ علیؓ نے روکی ــــ اور پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آکر ضرب حیدری لگائی جس کی وہ تاب نہ لاسکا اور تڑپ کر زمین پر گر پڑا ــــ حضرت علی المرتضیٰؓ اس کی چھاتی پر

بیٹھ گئے اور اس کا سر کاٹ لیا ـــــــ

ایک بار پھر نعرۂ تکبیر سے فضا تے آسمانی گونج اٹھی ـــــــ اس طرح غزوۂ خندق میں شیرِ خدا کے ہاتھوں اسلام کو کفر پر ـــــــ توحید کو شرک پر، حق کو باطل پر اور نیکی کو بدی پر اور انسانیت کو بربریت پر فتح و نصرت کے صلہ میں حضرت علیؓ کو دربار مصطفےٰ سے یہ انعام ملا۔

ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین ۔

کہ حضرت علیؓ کی جنگ جو انھوں نے غزوۂ خندق میں لڑی تمام مسلمانوں کے اعمال سے افضل ہے ـــــــ

مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۲۲۴ ۔ لَمُبَارَزَةُ عَلِیِّ اِبْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ۔ کہ جنگ خندق میں حضرت علیؓ کا لڑنا میری امت کے قیامت تک کے نیک اعمال سے افضل ہے ـــــــ

تفسیر کبیر جلد ۲ ۔ صفحہ ۳۰۱ ۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ابن وُدّ کے ساتھ لڑتے وقت تم کیا محسوس کر رہے تھے تو شیرِ خدا نے جواب دیا ـــــــ آقا لَوْ کَانَ کُلٌّ اَھْلُ الْعَرَبِ فِیْ جَانِبٍ وَّ اَنَا فِیْ جَانِبِ الْاٰخَرِ لَقَدَرْتُ عَلَیْھِمْ ۔ کہ اگر تمام عرب کے بہادر ایک طرف ہوتے تو ان کے لئے علیؓ اکیلا ہی کافی تھا ـــــــ اور میں ان پر غالب آ جاتا ـــــــ اور ایسا ہوتا بھی کیوں نہ اس لئے ـــــــ کہ

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

لَا فتیٰ اِلَّا علی لا سیف الا ذوالفقار

درویش لاہوری کہتا ہے ؎

ہو صحبتِ یاراں تو ابریشم کی طرح نرم

اور ـــــــ رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ۔ کہ میرے

محبوب پاک علیہ السلام کے ساتھی ـــــ غلام ـــــ یار اور صحابہ کرام آپس میں رحیم و دوست ہیں اور کافروں پر غالب اور ان کے لئے دشمن ہیں ـــــ

الغرض ـــــ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی جانبازی۔ مردانگی اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں۔ نامور شہزوروں اور جنگجو شہسواروں کے مقابلہ میں بے دھڑک اور بے خوف و خطر نکل آتے اور قوت ارادی کا یہ حال تھا کہ موت پر اپنا قبضہ سمجھتے تھے ـــــ اکثر ایسا ہوا کہ اپنے کسی مدمقابل کو اٹھاتے تو گیند کی طرح دور پھینک دیتے ـــــ اگر جلال حیدری میں کسی کا ہاتھ پکڑتے تو اس کی چیخیں نکل جاتیں ـــــ قلعہ خیبر کے اس بھاری دروازہ کو اٹھا کر کئی گز کے فاصلہ پر پھینک دیا جسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکتے تھے ـــــ

یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی مورخ۔ کسی واقعہ نگار اور کسی تاریخ دان نے شیرِ خدا کی قوت و طاقت کے متعلق صحیح طور پر کچھ بھی نہیں لکھا ـــــ آخر کار یہی کہنا پڑتا ہے کہ ـــــ شاہِ مرداں، شیرِ یزداں قوتِ پروردگار ـــــ

مردانگی و شجاعت ایک بہت بڑا وصف ہے ـــــ ایک بہت بڑا کمال ہے اور ایک بہت بڑا عطیۂ خداوندی ہے لیکن اس کے ساتھ اگر وہ خوبیاں اور اچھائیاں بھی شامل ہوجائیں جن سے شجاعت کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر یہ وصف اور کمال اور بھی نکھر جاتا ہے ـــــ اور حضرت علیؓ ان خوبیوں اور اچھائیوں کے بھی مالک تھے ـــــ وہ خوبیاں اور اچھائیاں کیا ہیں؟ میدان جنگ میں بھی ظلم و جور سے پرہیز ـــــ دشمن چاہے طاقتور ہو یا کمزور، اس کے ساتھ شرافت و انسانیت سے پیش آنا اور مقابلہ کے بعد دشمن سے اچھا سلوک کرنا ـــــ

اور شیرِ خدا جب بھی کسی سے لڑے جب بھی کسی کے مقابلہ میں اترے اور جب بھی کسی حق و باطل کے معرکہ میں شریک ہوتے۔ محض اللہ اور رسول کیلئے۔ اسلام کی عظمت کیلئے ـــــ شریعت کی پاسبانی کیلئے اور حق و صداقت کی سربلندی کیلئے ـــــ ہوا و ہوس اور طمع و لالچ کبھی ان کی نیک نیتی کے قریب نہ آتے تھے ـــــ۔

تاریخ اسلام کا ایک زریں اور مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شیر خدا ایک کافر کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ اس کا سر قلم کرنے ہی والے تھے کہ اس کافر نے آپ کے منہ پر تھوک دیا ـــــ انہوں نے شمشیر پھینک دی اور اس کے سینہ سے اتر گئے ـــــ

کافر نے حیران ہو کر پوچھا ـــــ علیؓ مجھے قتل کرنے کا اچھا موقع تھا جو تو نے ضائع کر دیا ہے۔ ـــــ تو نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟

شیر خدا نے فرمایا ـــــ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کو غصہ آگیا اور اگر میں تجھے اس حالت میں قتل کرتا۔ تو یہ میرے نفسانی غصہ کی بنا پر ہوتا۔ اس میں خدا و رسول کی خوشنودی اور دین و اسلام کا حصہ نہ ہوتا ـــــ اور میں ـــــ

شیر حقم نیستم من شیر ہوا

حق و صداقت اور دین و اسلام کا شیر ہوں۔ خواہشاتِ نفسانی اور حرص و ہوا کا شیر نہیں ہوں۔

حضرتِ علی المرتضیٰ کی اس حق پرستی ـــــ انسان دوستی اور حرص و ہوا سے پاکیزگی دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہوگیا ـــــ

اور اس کے علاوہ بھی کئی بار دشمن کو موت کی ابدی نیند سلا دینے کے مواقع ان کے ہاتھ آتے۔ مگر ایسے موقع سے فائدہ اٹھانا حضرت علیؓ نے اپنی جانثاری۔ مردانگی اور شجاعت کی توہین سمجھی ـــــ اس لئے کہ ان کے نزدیک حقیقی فتح اور اصلی غلبہ وہی تھا جو دشمن کے مقابلہ میں ایک بہادر، غیور اور شجاع انسان کی طرح لڑ کر حاصل کیا جاتے ـــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحکیم ــــ فتنۂ خوارج اور شہادت علی علیہ السلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اہل مصر حضرت علیؓ کو خلافت کیلئے تلاش کرتے تھے مگر وہ ان سے پیچھا چھڑانے کیلئے نخلستان میں روپوش ہو گئے ــــ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ منصب خلافت قبول فرمائیں مگر وہ بھی اس کیلئے آمادہ نہ ہوتے اور کوفہ والے حضرت زبیرؓ کو ڈھونڈ رہے تھے لیکن ناکام ہوتے ۔ ان تینوں حضرات سے مایوس ہوکر لوگ حضرت سعدؓ بن وقاص کے پاس گئے خلافت کا منصب قبول کرنے کی درخواست کی مگر وہ بھی نہ مانے پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ لیکن وہ بھی رضامند نہ ہوئے ــــ

مسلمان عجیب کشمکش میں مبتلا تھے ۔ ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا غم اور قاتلوں کی تلاش اور دوسری جانب خلیفہ کا انتخاب ۔ اسلام کے بہی خواہوں اور دین کے دردمندوں نے یہ سوچ کر حضرت علیؓ سے پھر درخواست کی کہ اگر ہم بغیر خلیفہ کے انتخاب کے ہی واپس لوٹ گئے تو مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اسلام کی مرکزیت کو نقصان پہنچے گا ــــ

یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس پھر دوبارہ گئے ۔ اصرار کیا بلکہ اشترؓ نے آگے بڑھ کر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کر لی مسلمان مطمئن ہو گئے اور ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ اس منصب خلافت کے اہل و سزاوار صرف حضرت علیؓ ہی ہیں ــــ

پھر پہلے جمعہ کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اس دن سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی ــــ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت تو قبول کر لیا ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سازشیوں ، باغیوں اور حاسدوں کے جال میں ایسے پھنس گئے

کہ جس سے وہ آخری دم تک نہ نکل سکے۔ شیرِ خدا کی خلافت و شہادت کے اسباب و علل پر نظر ڈالی جاتے تو حسد و بغض، کینہ و تعصب، ہوا و ہوس اور نفرت و عداوت اور مخالفت و بغاوت کے سوا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ــــــ

الغرض نفرت کو پیدا کرنے والے۔ اور عداوت و بغاوت کی آگ بھڑکانے والے کون لوگ تھے اور ان کے نام کیا تھے ــــــ بس خاموشی اور سکوت ہی اچھا ہے۔!

اے داورِ محشر میرا نامۂ اعمال نہ پوچھ
اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں۔

حیران کن بات تو یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف سب سے پہلے عَلَمِ بغاوت ان لوگوں نے بلند کیا جنہوں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بہانہ بنایا قصاصِ عثمانؓ کا۔ حالانکہ قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والوں کا حضرت عثمانؓ غنی سے نہ کوئی رشتہ تھا اور نہ کوئی قرابت اور نہ ہی ان میں کوئی والی تھا اور نہ کوئی وارث۔

پھر نہ تو کوئی نامزد قاتل تھا اور نہ ہی کسی کی نشاندھی کی گئی اور نہ ہی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نائیلہ نے کسی پر شک و شبہ کا اظہار کیا۔ ایسے حالات میں خدا جانے حضرت علی المرتضیٰؓ سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہاں تک درست تھا جبکہ حضرت علیؓ نے بار بار اعلان کیا اور عوام کو یقین دلایا کہ حضرت عثمانؓ غنی کی شہادت سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس سازش کا کوئی علم ہے۔

ان روشن حقائق کے ہوتے ہوئے انسانی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام سے قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ کیوں کیا؟

تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ بیعت رضوان کی تاریخ دہرائی جا رہی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قصاص عثمانؓ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو بیعت لی تھی۔ اس حقیقت کو زندہ کیا جا رہا تھا۔

قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرنے والے تو حضرت عثمان غنیؓ کی اتنی بھی مدد واعانت نہ کر سکے۔ جتنی کہ حضرت علیؓ نے کی تھی۔ اکابر صحابہ کرام کے فرزندوں کے ساتھ اپنے دونوں شہزادوں حسنؓ وحسینؓ کو خلیفۃ المسلمین کے گھر کی نگہبانی پر مامور کر دیا تاکہ باغیوں کو یہ احساس ہو جائے کہ اگر انہوں نے حضرت عثمانؓ غنی کے ساتھ زیادتی کی تو یہ اسلام کے خلاف بغاوت متصور ہو گی ——

امیر المؤمنین محصور تھے اور حضرت علیؓ مسجد نبوی میں —— نماز کا وقت ہوا —— تو لوگوں نے آواز دی ——

یا علیؓ —— آگے بڑھئے اور نماز پڑھایئے ——

حضرت علیؓ نے فرمایا —— امام وقت محصور ہے۔ اس لئے میں تمہاری امامت کو جائز نہیں سمجھتا ——

میں نماز تنہا پڑھوں گا۔

پھر شہادتِ عثمانؓ کے بعد انہوں نے دوسرے محافظوں کے ساتھ اپنے شہزادوں کو بھی ڈانٹا اور طمانچے مارے اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے حضرت عثمانؓ شہید کیسے ہو گئے۔!

افسوس تو یہ ہے کہ اسلام کی نامور شخصیتوں اور اولالعزم و پُر وقار ہستیوں نے حضرت علیؓ کے اس حسن عمل کو دیکھا۔ حفاظتِ عثمانؓ کا نظارہ کیا اور ان کی پاسبانی ونگہبانی کو ملاحظہ کرنے کے بعد بھی انہیں اس سازش میں ملوّث کرنے کی گمراہ کن چال چلتے ہیں۔

اور پھر اس طوفان۔ اس بغاوت و نفرت کی آگ کو اتنا اور یہاں تک بھڑکاتے ہیں کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس کے شعلوں کی لپیٹ میں حضرت علیؓ کے خلاف جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورت میں آنا پڑا —— اور جنگ جمل میں دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ اسلام کے دو نامور فرزند اور عشرہ مبشرہ کے جنتی بھی شہید ہو گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان تمام حضرات کو فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنے قاصدوں، سفیروں اور اپنے خطبات کے ذریعے اسلامی۔ دینی، انسانی، اور اخلاقی حیثیت سے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر سبائی سازشیوں نے انکی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔

بھلا جہاں حضرت عثمان غنیؓ کے خون آلود کپڑے اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں مخالفین نے اپنے پرچم کے ساتھ لٹکا دی ہوں وہاں علی علیہ السلام کی کون سنتا اور مانتا تھا۔ شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلی طور پر اقتدار حاصل تھا اور وہ ہر لحاظ سے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اور اپنے مقابلہ میں کسی اور کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ـــــ مگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی اپنی بیعت کے لئے لکھا۔ ـــــ

حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت کے ایک بہت بڑے مدبر سیاستدان اور مشیر عمروؓ بن العاص سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کے خط کا جواب لکھ کر حضرت علیؓ کے قاصد جریر بن عبداللہ کے حوالے کر دیا ـــــ خط کا مضمون کچھ اسطرح کا تھا:

خلیفہ عثمانؓ تمہارے ہاں تمہاری موجودگی میں قتل کئے گئے ہیں۔ اگر تم نے صدق دل سے مدافعت کی ہوتی تو آج کوئی بھی فرد تمہارے خلاف نہ ہوتا ـــــ تم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تم نے عثمانؓ کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے ـــــ اگر تم قتل عثمان سے بری الذمہ ہو تو قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہیں ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ صرف تلوار کرے گی۔ ـــــ

جریرؓ بن عبداللہ اور ابو مسلمؓ یہ خط لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے آپ نے خط پڑھ کر افسوس کیا اور کرتے بھی کیوں نہ جبکہ شہادت عثمانؓ سے ان کا نہ کوئی تعلق تھا اور نہ ہی وہ ان کے قاتلوں کو جانتے تھے ـــــ اور جانتے بھی کیونکر جبکہ ہزاروں لوگ اس بلوہ میں شریک تھے ـــــ

جب خط و کتابت اور نامہ و پیام سے صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو حضرت

علی المرتضیٰؓ کو مجبوراً میدان جنگ میں نکلنا پڑا اور نوے ۹۰ ہزار فوج لے کر صفین کی طرف روانہ ہوتے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ بھی اسی ۸۰ ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ میں تن گئے

آخر یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو فریقین میں پہلی جھڑپ ہوئی ـــــ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک بار پھر کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بے مقصد جنگ سے باز آجائیں اور میری خلافت و اطاعت کو قبول کر لیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کی ہر کوشش پھر ناکام رہی ـــــ

محرم ۳۷ھ کی آخری تاریخ کو حضرت علی المرتضیٰؓ نے اعلان کر دیا کہ کل فیصلہ کُن جنگ ہوگی ـــــ ادھر امیر معاویہؓ نے بھی ایسا ہی اعلان کر دیا ـــــ

صبح ہوئی تو دونوں فوجیں مقابل تھیں۔ پھر تلواریں چمکیں اور لہرائیں ـــــ تیرے ابھرے اور برسے ـــــ قتل و غارت اور خون خرابہ ہوا ـــــ خون کی ندیاں بہہ نکلیں ـــــ لہو کے دریا اُبل پڑے ـــــ کشتوں کے پشتے لگ گئے ـــــ میدان کارزار کا ذرّہ ذرّہ لہو میں ڈوب گیا ـــــ ہر طرف فرشتۂ موت کی حکمرانی تھی ـــــ اجل کی زبان پر اور زیادہ ـــــ اور زیادہ کی آواز تھی ـــــ تلواروں کی چمک نے رات کی سیاہی کو بھی ضیا بار کر دیا اور ہزاروں کی تعداد میں فریقین کے سپاہی موت کی آغوش میں چلے گئے ـــــ "یہ ہے اسلام کی روشن تاریخ"!

یاد رہے کہ یہ جنگ نہ تو اسلام و کفر کی جنگ تھی نہ توحید و شرک کی لڑائی تھی نہ حق و باطل کا معرکہ تھا اور نہ ہی دین و مذہب کے نام پر یہ جہاد تھا۔ ـــــ

البتہ خلافت و ملوکیت کا تصادم ضرور تھا اور وہ بھی فریقین کی طرف سے اختلاف رائے کی بنا پر شروع ہو گیا۔ جس میں دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت اویسؓ قرنی جیسے اسلام کے عظیم فرزند شہید ہو گئے ـــــ

جنگ زوروں پر تھی اور دونوں فوجیں جان توڑ کر لڑ رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت علیؓ بارہ ہزار بہادروں کا دستہ لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا ـــــ کہ اسلامی طاقت کو کمزور کرنے سے کیا فائدہ۔ آؤ

ہم اور تم دونوں میدان میں نکل کر مقابلہ کریں جو جیت جائیگا وہی خلیفہ ہوگا ـــــ

حضرت امیر معاویہؓ نے اس دعوتِ مبارزت کا کوئی جواب نہ دیا حضرت علی المرتضیٰؓ واپس آگئے اور جنگ کی رفتار آہستہ آہستہ سست ہونے لگی اس لئے کہ شامی لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور اسے شکست ہونے ہی والی تھی اور حضرت امیر معاویہؓ میدان چھوڑ کر بھاگنے ہی والے تھے کہ اچانک شامی فوج کی طرف سے قرآن پاک نیزوں پر بلند کر دیئے گئے ـــــ یہ تدبیر اور یہ چال عمرو بن العاص کی تھی جس سے اتفاق کرتے ہوتے حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ قرآن پاک کو نیزوں پر اٹھا کر بلند آواز سے پکارو۔ ھٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ، کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اب اللہ کی کتاب ہی فیصلہ کرے گی ـــــ ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر قرآن کو نیزوں پر لٹکا ہوا دیکھ کر جنگ سے دستبردار ہوگیا اور لشکریوں نے اپنی تلواریں میانوں میں کر لیں ـــــ

اشعث بن قیس جس نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کو شام پر چڑھائی کرنے اور حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ لڑنے کا مشورہ دیا تھا آج صلح و امن کا پیامبر بن کر حضرت علیؓ سے کہتا ہے کہ لوگوں نے قرآنِ پاک کو حَکَم مان لیا ہے اور لڑائی ختم ہوگئی ہے۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جا کر ان کا مدّعا معلوم کروں؟

حضرت علیؓ نے اجازت دے دی ـــــ

چنانچہ اشعث بن قیس نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس جا کر پوچھا کہ قرآن پاک کو نیزوں پر بلند کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی ہماری طرف سے اور ایک شخص حضرت علیؓ کی طرف سے مقرر ہو جاتے۔ جو میرے اور علیؓ کے درمیان قرآن پاک کے مطابق فیصلہ کریں اور تمام لوگ اس تحکیم کو منظور کر لیں۔

اشعث بن قیس حضرت امیر معاویہؓ کا عندیہ معلوم کرنے کے بعد تحکیم تحکیم کا نعرہ

لگاتا ہوا حضرت علیؓ کے پاس آیا ـــــــ اور کہا ـــــــ

علیؓ ـــــــ اگر تمہیں خدا کی کتاب کی طرف بلایا جا رہا ہے تو یہ دعوت تمہیں قبول کر لینی چاہیئے ورنہ ہم تم کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے یا تمہارے ساتھ بھی وہی کریں گے جو عثمانؓ کے ساتھ کر چکے ہیں ـــــــ اور اشتر نخعی کو میدان جنگ سے واپس بلالو۔ ورنہ تمہیں قتل یا معزول کر دیں گے ـــــــ

یہ وہی اشتر نخعی ہے جس نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور ابھی تک لڑ رہا تھا۔ ـــــــ

آخر کار حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری حکم منتخب ہوئے ـــــــ

لیکن ان ثالثوں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ایک گروہ نے حضرت علیؓ کو نعوذ باللہ کافر کہنا شروع کر دیا کہ تحکیم منظور کر کے علیؓ نے کفر کیا ہے۔ گناہ کیا ہے۔ یہیں سے فتنۂ خوارج کی ابتدا ہوتی ہے۔

اور وہ لوگ جو پہلے محبان علیؓ اور شیعان علیؓ تھے۔ وہی اب مخالفین علیؓ اور دشمنان علیؓ بن گئے۔ ـــــــ

اور آج کی دنیا کے شیعہ حضرات اور محبان علیؓ دراصل حضرت علی المرتضیٰؓ کا وہی باغی اور غدار گروہ ہے جس نے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ غداری و بغاوت کی اور لشکر علیؓ سے یہ نعرہ لگا کر نکل گیا کہ تحکیم کو تسلیم کر کے علیؓ نے نعوذ باللہ کفر کیا ہے اور اللہ و رسول کو ٹھکرا دیا ہے ـــــــ

اور یہی محبان علیؓ اور شیعہ لوگ اب حب علیؓ کا دم بھر کے اور اعلان کر کے اپنے دامن پر لگے ہوئے غداری و بغاوت کے اس سیاہ داغ کو دھونے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ داغ ایسا پکا اور گہرا ہے کہ ان کے تصنع و بناوٹ کے بہائے ہوئے آنسوؤں سے مٹ نہیں سکتا ـــــــ

الغرض ـــــــ فریقین کے دونوں حکم یعنی عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری

نے دومۃ الجندل میں کافی بحث وتمحیص اور تکرار وغور وخوض کے بعد فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے پھر جس پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اسے بلا چون وچرا خلیفہ مان لیا جائے۔ اس اتفاق رائے کے بعد دونوں حکم اپنا فیصلہ سنانے کیلئے اذرح کے مقام پر آ گئے ———

دونوں طرف کے ہزاروں لوگ صرف امت مسلمہ ہی کا نہیں بلکہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے مسجد میں جمع ہو گئے

ابو موسیٰ اشعری نے عمرو بن العاص سے کہا۔ اٹھو اور فیصلہ کا اعلان کرو ———

عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے علم وفضل اور تدبر وحکمت میں بڑے ہیں پہلے آپ اٹھیں ———

ابو موسیٰ اشعری کھڑے ہوئے اور حمد ودرود کے بعد فرمایا۔ لوگو ———

میں اور عمرو بن العاص اس معاملہ میں بہت غور وفکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد واتفاق اور دین واسلام کی عظمت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت وامامت کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے ——— اور آپ لوگوں کو اختیار دیتے ہیں کہ متفقہ طور پر آپ جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنا لیں ———

اور میں علیؓ ومعاویہؓ دونوں کو معزول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عمرو بن العاص اٹھے اور حمد ودرود کے بعد کہا:۔

لوگو ——— ابو موسیٰ اشعری نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا۔ انہوں نے اپنے راہنما وقائد کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی اسے معزول کرتا ہوں۔ اور اپنے راہنما وقائد معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں ———

موسیٰ اشعری غصہ میں آ گئے اور عمرو بن العاص سے کہا خدا تمہارا برا کرے تم نے غداری وگناہ کا ارتکاب کیا ہے ——— اور تمہاری مثال اس کتے کی ہے۔

جس پر حملہ کرو تو بھی زبان لٹکائے رکھے اور چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے رکھے ۔۔
عمرو بن العاص نے جواب دیا ۔ اور تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جو اپنی
پیٹھ پر کتابوں کے ڈھیر اٹھائے پھرے ـــــ
یہ ہے ان لوگوں کی زبان اور ان ثالثوں کا لب و لہجہ جو مسلمانوں کی تقدیر
اور امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ کرنے کیلئے حَکم مقرّر ہوتے تھے ۔
اس تحکیم کا الٹا اثر یہ ہوا کہ ان خارجیوں کا جو پہلے شیعان علیؓ تھے ۔ فتنہ اور
بھی زور پکڑ گیا ۔ جو تحکیم کو ناجائز تصوّر کرتے تھے اور دوسرا الٹا اثر یہ ہوا کہ امیر
معاویہؓ کے ساتھیوں نے انہیں برملا اور علی الاعلان امیرالمومنین کہنا شروع
کر دیا ـــــ
مقام اذرح کے اس قومی سانحہ کے بعد زرعہ بن البرح اور حرقوص بن زہیر
حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا ۔ ـــ آپ نے خدا و رسولؐ کے علاوہ کسی
انسان کو حَکم مان کر غلطی کی ہے ۔۔ ـ توبہ کیجئے اور ہمارے ساتھ مل کر شام پر
حملہ کرو ۔ ورنہ ہم آپ کے خلاف جنگ کریں گے ۔ ـــــ
حضرت علیؓ نے صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اب بدعہدی
نہیں کر سکتا ۔ ـــ
اب خارجی لوگ جو پہلے محبان علیؓ اور شیعان علیؓ تھے ۔ بڑی تعداد میں نہروان
میں جمع ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت علیؓ
کے خلاف اعلانیہ طور پر علم بغاوت بلند کر دیا ـــــ
حضرت علیؓ نے انہیں سمجھانے کی سر توڑ کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے
رہے اور حضرت علیؓ سے توبہ کا مطالبہ کرتے رہے ۔ آخر حضرت علیؓ نے ان خارجیوں
کے خلاف بھی نہروان میں شمشیر حیدری اٹھائی اور انہیں تہس نہس کر دیا
جنگ جمل و جنگ صفین میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اور امت مسلمہ جس طرح
پارہ پارہ ہوئی اور عظمتِ اسلام کو جو نقصان پہنچا اور اسلام کی روح جمہوریت اور

مساواتِ محمدیؐ جس طرح مجروح ہوئی اس تمام روئیداد اور اس غیر معقول روش پر اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جاتے۔ تو اس کا سبب ایک ہی دکھائی دے گا یعنی ـــــ قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ ـــــ

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قصاصِ عثمانؓ کے مطالبہ میں جو لوگ پیش پیش تھے کیا حالات سُدھر جانے کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے باز پرس کی۔ انہیں کوئی سزا دی اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچایا ؟

تو اسلام کی پوری تاریخ اور کسی روایت میں اس کا کہیں بھی نام و نشان تک نہیں ملتا ـــــ بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے تو مدینہ جاکر اور حضرت عثمان غنیؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کی آہ و بکا سن کر یہ کہہ دیا تھا کہ بھتیجی اب باپ کے غم کو بھول جاؤ۔ لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے۔ اب بہتر ہے کہ تم فسادیوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے محفوظ رہو ـــــ

مصر شام اور مغربی علاقہ حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں آگیا۔ اور حجاز عراق اور مشرق کا سارا علاقہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آیا اور روز بروز کی افراتفری بدنظمی اور خونریزی سے تنگ آکر دونوں نے ۴۰ھ میں صلح کر لی ـــــ

جنگ نہروان میں خارجیوں کی ذلت آمیز پسپائی اور عبرت ناک شکست کے بعد ان کی نسل پر گویا جھاڑو پھر گیا تھا۔ اور ان کے صرف نو آدمی جان بچا کر بھاگ نکلے تھے ـــــ

انہوں نے اپنی شکست اور بدنامی کا بدلہ لینے کے لئے یہ منصوبہ تیار کیا اسلام کے تینوں سرداروں کو قتل کر کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم، حضرت علیؓ کو۔ برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن العاص والیٔ مصر کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت قتل کر ڈالیں ـــــ

امیر معاویہؓ اوچھے وار کے باعث بچ گئے اور دشمن کو قتل کر دیا گیا

عمرو بن العاص بیماری کے باعث مسجد میں نہ آسکے تھے۔ اس لئے ان کی بجائے خارجہ بن حبیبہ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ پر بھرپور وار ہوا۔ اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ

اور اس طرح جس کو دیکھنا عبادت تھا ـــــ جو قرآن کے ساتھ تھا جس کی محبت ایمان اور جس کا بغض کفر ہے ـــــ جو نبیؐ کی تدبیر اور خدا کی تقدیر تھا ـــــ حسنؓ و حسینؓ کا والد اور خاتونِ جنتؓ کا خاوند تھا اور جو ذوالفقار حیدری کا مالک ـــــ کوثر کا قاسم اور نبی اکرم علیہ السلام کا محبوب تھا اور جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا مسجد میں شہید کر دیا گیا ؎

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاتمہ

میں نے آج سے پندرہ ۱۵ سال قبل تالیف و تصنیف کا جو پندرہ ۱۵ سالہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ کتاب مقاماتِ صحابہ رضؓ مکتبہ رشد و ہدایت کی ایک پیش کش ہے۔

اس سے پہلے اسی منصوبہ کے تحت مقاماتِ نبوّت۔ مقامات اولیاء۔ خاک کربلا۔ اللہ کے شیر۔ کفریز یدا ور نجمِ سحر لکھی جا چکی ہیں۔ جو اللہ کے فضل وکرم اور مرشد لاثانی کا صدقہ مقبولِ عام کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ جن کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب عنقریب پھر تمام کی تمام چھپ کر بازار میں آجائیں گی۔ اور ان کے ساتھ ہی ایک اور کتاب المعراج کے نام سے بھی زیرِ کتابت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقاماتِ صحابہ رضؓ لکھ کر میں قلبی راحت محسوس کر رہا ہوں۔ اور انتہائی خوشی و مسرت کا سمندر میرے دل میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے دردمندانہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں۔

وَمَا عَلَیۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝

نیاز مند:-
صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن
شہزادہ منزل، طارق آباد، فیصل آباد